اولاد کی تربیت

کے سنہری اصول

پیر فقیر حضرت مولانا ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی

مرتب

مولانا محمد حنیف نقشبندی

بسم اللہ الرحمن الرحیم
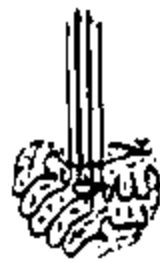
اولاد کی تربیت کے سنہری اصول

افادات

محبوب العلماء والصلحاء عارف باللہ

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی مجددی زید مجدہ

مرتب

فقیر شاہد محمود نقشبندی

ناشر

احمد بکڈپو محلہ مبارک شاہ سہارنپور (یوپی)

فہرست
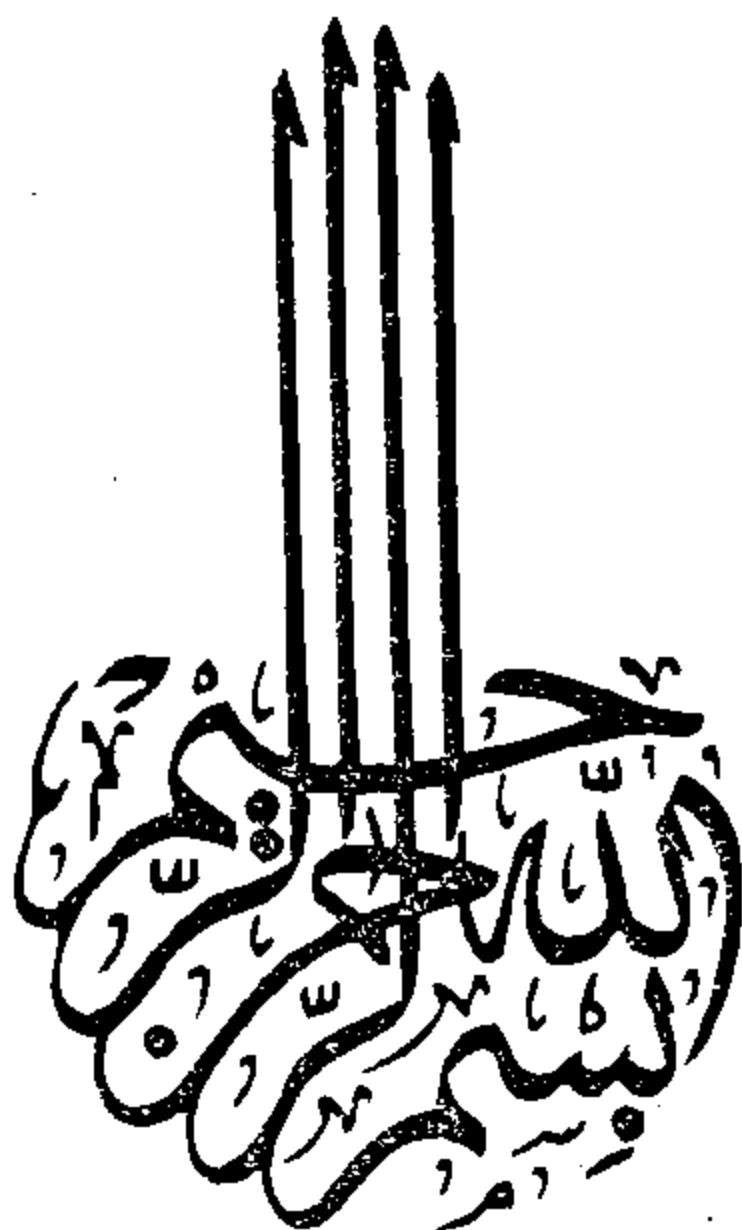
صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
59	قیامت کے دن پوچھ ہوگی..................	2.16
60	بہترین مومن کون؟..................	2.17
60	آپ ﷺ کی آخری وصیت	2.18
61	مردوں کی حالت زار..................	2.19
62	سیرت کے حسن وجمال کو اپنائیں	2.20
62	حسنِ سیرت کو معیار بنائیں..................	2.21
63	حسنِ ظاہر کی حقیقت..................	2.22
65	صحابہ کرامؓ کا معیار..................	2.23
65	ظاہری اور باطنی حسن میں فرق..................	2.24
66	بے پردگی کی اصل وجوہات..................	2.25
67	خوبصورت یا خوب سیرت..................	2.26
67	دائمی عزتوں کا راز..................	2.27
68	سیرت......پائیدار حسن..................	2.28
69	ملکہ زبیدہ کی مثالی زندگی..................	2.29
70	والیِ کابل کی اہلیہ کا حیرت انگیز واقعہ	2.30
72	بچوں کے رشتوں کا معیار..................	2.31
73	حضرت عمرؓ کا اپنی بہو کے انتخاب کے لئے معیار	2.32
74	عورتوں کی دینی تعلیم کی فکر کیجئے..................	2.33
75	دو جہیزوں کی تیاری..................	2.34
77	ایک فیشن ایبل لڑکی کا عبرت انگیز واقعہ	2.35
79	سوچنے کی بات..................	2.36
81	**نیک اولاد کا حصول کیسے؟**	3
82	فطری خواہش..................	3.1

☆☆☆☆☆

عرض مرتب

تربیت اولاد کا کام کوئی معمولی کام نہیں بلکہ یہ دینی و دنیاوی ہر لحاظ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ قوموں کے زوال دو وجوہات کی وجہ سے آتے ہیں۔ اوّل...... یہ کہ کوئی قوم دوسری پر بزور طاقت مسلط ہو جائے اور اسے تباہ و برباد کر دے۔ دوم...... یہ کہ کسی قوم کے بچوں کو علمی اور فکری ورثہ سے محروم کر دیا جائے۔ اور یہ تبھی ہو سکتا ہے جب نئی نسل کی منفی انداز میں ذہن سازی کی جائے یا ان کی تعلیم و تربیت سے لا پرواہی کی جائے۔ اگرچہ کہ اس قسم کے انحطاط میں سالوں کا عرصہ لگ سکتا ہے لیکن یہ ایسا تنزل ہوتا ہے کہ جس کا شکار قوم دیمک زدہ لکڑی کی طرح کھوکھلی ہو جاتی ہے۔

اسلام جو سلامتی والا دین ہے اس نے اپنے پیروکاروں کو ہمیشہ ایسی تعلیمات دیں کہ جن پر عمل کرنے سے ان کی دنیا بھی سنورتی ہے اور آخرت بھی بنتی ہے۔ اسلام میں اولاد کی تعلیم و تربیت پر بہت زور دیا گیا۔ جو ماں باپ اپنے بچوں کی اچھی تربیت کرتے ہیں اور انہیں خیر و شر کی تمیز کرواتے ہیں اور صحیح لائن پر لگاتے ہیں، ان کے بچے دنیا میں بھی والدین کے فرمانبردار اور ان کی راحت کا ذریعہ بنتے اور آخرت میں بھی والدین کے لئے ترقی درجات کا سبب بنتے ہیں۔ گویا نیک اولاد والدین کے لئے صدقہ، جاریہ ہے جس کا ثواب بعض صورتوں میں قیامت تک والدین کو ملتا رہتا ہے۔

اس کے برعکس جو ماں باپ بچوں کی تربیت سے لاپرواہی برتتے ہیں ان کا

دنیاوی نقصان تو ہوتا ہی ہے کہ بچے نافرمان بنتے ہیں اور والدین کی ناک میں دم کرتے ہیں، آخرت کا نقصان بھی ہوتا ہے کہ وہ جو کوئی گناہ کرتے ہیں والدین اس میں برابر کے گناہگار ہوتے ہیں۔ گویا انہوں نے اپنے لئے گناہوں کا اکاؤنٹ کھول رکھا ہے۔

اس لئے ہر ماں اور باپ کو یہ چاہیے کہ وہ بحیثیت مسلمان اولاد کے معاملے میں اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں اور قرآن وسنت کے مطابق ان کی تربیت صحیح خطوط پر کرنے کی کوشش کریں...... تاہم ذمہ داریوں کا احساس ہو جانے کے بعد بھی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کیلئے ایک گائیڈ لائن کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہمارے حضرت محبوب العلماء والصلحا حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی دامت برکاتہم نے ان خطبات میں والدین کو یہی گائیڈ لائن دینے کی کوشش فرمائی ہے۔ یہ بیانات افریقہ اور بعض دیگر مقامات پر ہوئے۔ ان بیانات میں اگرچہ کہ حضرت مدظلہ کا اولین مخاطب تو ماں ہی ہے کیونکہ یہ زیادہ تر خواتین میں ہوئے لیکن یہ ماں اور باپ دونوں کو تربیت اولاد کے سلسلے میں بہترین رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض بیانات کو اس سے پہلے کتاب ''تربیتی بیانات'' میں شائع کیا جا چکا ہے تاہم ہم نے موضوع کے اعتبار سے انہیں اس کتاب میں یکجا کر دیا ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب والدین کیلئے بہت ہی مفید ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ادارے کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور اسے حضرت دامت برکاتہم اور معاون احباب کیلئے صدقہ جاریہ بنائے ...... آمین ثم آمین

ڈاکٹر شاہد محمود نقشبندی غفرلہ

خادم مکتبۃ الفقیر فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماں کی ممتا

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

محبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

ماں کی مامتا

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○
اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَؤُفٌ رَّحِیْمٌ ۔ (البقرہ:۱۴۳)
وقالَ اللّٰہ تعالیٰ فی مَقامِ اٰخر
رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْء (الاحزاب:۴۳)
وقالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ
اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدامِ اُمَّھَاتِکُمْ
سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ○ وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ○
وَ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

مخلوق کی پیدائش کا سبب:

جو چیز مخلوق کی پیدائش کا سبب بنی وہ محبت تھی۔ اسی لئے اللہ رب العزت حدیث قدسی میں ارشاد فرماتے ہیں:

کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ

(میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا، میں نے پسند کیا کہ میں پہچانا جاؤں، پس میں نے مخلوق کو پیدا کر دیا)

اللہ رب العزت نے اپنی محبت کو ساری مخلوق میں تقسیم کر دیا۔ مخلوق میں سے

ہر ایک نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق اس میں سے حصہ پایا۔ چنانچہ آپ کو یہ محبت جمادات، نباتات، حیوانات اور انسانوں میں بھی نظر آئے گی۔

ماں کی محبت:

ان سب محبتوں میں سے ماں کی محبت کو ضرب المثل کی حیثیت حاصل ہے۔ جتنی محبت ماں کو اپنی اولاد کے ساتھ ہوتی ہے اتنی محبت دنیا میں کسی کو کسی کے ساتھ نہیں ہوتی۔

پہلی صفت...... مامتا

اللہ رب العزت نے ماں کو ایک نعمت دی ہے جس کو مامتا کہتے ہیں مامتا کا مطلب ہوتا ہے بے غرض محبت چنانچہ ماں اپنے بچے سے بے لوث محبت کرتی ہے اس چھوٹے بچے سے اس کو کیا توقع ہوتی ہے، لیکن وہ اس کی چوبیس گھنٹے کی خادمہ اس کی باندی بنی ہوتی ہے اور اس سے اتنی محبت کرتی ہے کہ جس محبت کو الفاظ کے اندر ڈھالنا مشکل ہے۔

دوسری صفت......خطا پر عطا

اللہ رب العزت نے ماں کو ایک صفت اور بھی دی ہے اور اس کو کہتے ہیں خطا پر عطا کی صفت، یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی صفت ہے کہ وہ بندوں کی خطا پر بھی ان پر اپنی رحمت عطا فرما دیتا ہے، ان کو مغفرت عطا فرما دیتا ہے، عام دنیا میں جہاں خطا ہوگی وہاں عطا نہیں ہوگی بلکہ وہاں پر سزا ہوگی، مگر ماں محبت کی ایسی شخصیت ہے کہ جو خطا پر سزا کی بجائے عطا کرتی ہے چنانچہ بچہ خطا بھی کر جائے تو سزا دینے کے بجائے ماں اسے محبت کا بوسہ عطا کرتی ہے، ماں اسے اپنے سینے سے لگا لیتی ہے، یہ خطا پر عطا کی صفت اللہ رب العزت کی تھی، لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کا نمونہ دنیا میں بھی

دکھادیا۔

تیسری صفت......تحمل اور برداشت:

ایک صفت اللہ تعالیٰ نے ماں کو اور دی ہے جس کو صبر و تحمل کہتے ہیں۔ بچے کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر کئی مرتبہ اتنا انسان غصہ ہو جاتا ہے کہ ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگ جاتا ہے اسی لئے اگر کسی مرد کو تھوڑی دیر گھر کے بچے سنبھالنے پڑیں تو بچوں کی پٹائی ہو جاتی ہے اور مرد کے لئے ان بچوں کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا ہے، یہ ماں ہی ہے جو سارا دن ان بچوں کے ساتھ گذارتی ہے، کس لئے؟ کہ اللہ رب العزت نے اس کے اندر صبر و تحمل دیا ہے، وہ بچوں کی اونچ نیچ کی باتیں دیکھتی بھی ہے سنتی بھی ہے پھر بھی برداشت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسا جذبۂ خدمت دیا کہ جس کی کوئی انتہا نہیں، کبھی وہ نہیں کہہ سکتی کہ بچے اب میں نے تمہاری بڑی خدمت کر لی ایک سال ہو گیا تمہاری خدمت کرتے ہوئے تمہاری عمر ایک سال ہو گئی اب میں تمہاری خدمت سے معذور ہوں، نہیں بچہ جب تک جوان نہیں ہو جاتا ماں اس کی خدمت کرتی رہتی ہے اور یہ ایسی خدمت ہے کہ جو وقت کی پابند نہیں چوبیس گھنٹے کی ہے۔

ماں کی شخصیت:

اسی لئے ماں وہ شخصیت ہوتی ہے کہ جو بچے کو خون جگر پلا پلا کر بڑا کرتی ہے جو بچے کو اپنے سینہ کا دودھ پلا کے اس کو زندگی بخشتی ہے، اسی لئے ماں کے اندر محبت اور پیار کی انتہا ہوتی ہے، اگر وہ سختی بھی کرے تو اس کی سختی میں بھی نرمی ہی کی جھلک ہوتی ہے، اگر آپ نے کبھی نرم ہاتھوں کی تھپکی دیکھنی ہو، کڑی نگاہ کی نرمی دیکھنی ہو یا سخت لہجہ کی مٹھاس دیکھنی ہو، تو اپنی ماں سے شوخی کر کے دیکھو وہ سخت نگاہ بھی

دیکھے گی اور اس میں بھی نرمی ہوگی۔ وہ سخت لہجہ میں بھی بات کر رہی ہوگی، مگر اس میں بھی مٹھاس ہوگی اسلئے کہ وہ ماں جو ہوئی، ماں کی محبت اور اس کے خلوص کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ کسی وقت بچے کے ایک تھپڑ بھی لگا دے تو بچہ تھپڑ کھانے کے بعد پھر بھی ماں ہی کی گود میں آتا ہے اگر ماں کے اندر اخلاص نہ ہوتا تو بچہ تھپڑ کھانے کے بعد کبھی ماں کی طرف واپس نہ آتا لیکن ڈانٹ بھی کھاتا ہے تھپڑ بھی کھا رہا ہوتا ہے پھر اس ماں کے سینے سے آکر لپٹ جاتا ہے یہ اس ماں کی محبت کی دلیل ہوتی ہے۔

ماں کے بارے میں دانشوروں کے اقوال:

اسی لئے ماں کے بارے میں دنیا کے دانشوروں نے مختلف اقوال کہے ہیں مثال کے طور پر:

☆......شیخ سعدیؒ نے فرمایا ماں کی محبت کی ترجمانی کرنے والی ایک ذات فقط ماں کی ہے۔

☆......اورنگزیب عالمگیرؒ کہا کرتے تھے کہ مجھے ماں کے بغیر اپنا گھر قبرستان کی طرح لگتا ہے۔

حتی کہ کفر کے ماحول میں پلے ہوئے کافر لوگوں نے بھی ماں کی محبت کے بارے میں عجیب وغریب باتیں کیں چنانچہ،

☆......شکسپیئر نے کہا کہ بچے کے لئے سب سے اچھی جگہ ماں کی گود ہوتی ہے اگرچہ بچے کی عمر کتنی ہی کیوں نہ ہو۔

☆......ملٹن نے کہا کہ آسمان کا بہترین تحفہ انسان کے لئے ماں ہے۔

☆......نادر شاہ نے کہا کہ مجھے پھول اور ماں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔

لہذا جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو ماں کے ہونٹوں کے جو تبسم اور اس کی آنکھوں

میں جو شکر کے آنسو ہوتے ہیں وہ اس کی عظمت اور تواضع کی دلیل ہوتی ہے۔

پرندے اور ماں کی مامتا:

یہ نہیں کہ یہ صرف انسانوں کا معاملہ ہے، بلکہ پرندوں میں بھی یہی معاملہ ہے۔ چنانچہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک چھوٹی سی مرغی اپنے بچوں کو لے کر پھر رہی ہوتی ہے۔ اتنے میں کہیں سے بلی آجاتی ہے تو وہ اپنے بچوں کو فوراً اپنے پروں میں چھپا لیتی ہے اور اگر بلی آگے بڑھنے کی کوشش کرتی ہے تو یہ مرغی اس کا راستہ روک کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ اس مرغی کو پتہ ہوتا ہے کہ میں بلی کا مقابلہ نہیں کر سکتی مگر وہ اپنے جیتے جی اپنے بچوں کو بلی کا لقمہ بنتے نہیں دیکھ سکتی۔ یہ اس کا راستہ روک کر اس لئے کھڑی ہو جاتی ہے کہ تم میرے ساتھ پہلے مقابلہ کر لو، جب تم مجھے موت کی نیند سلا دو گی تب تم میرے بچوں کو ہاتھ لگا سکو گی۔

چڑیا کو آپ نے دیکھا ہوگا۔ وہ گھونسلا بنا کر رہتی ہے۔ وہ وہیں اپنے بچوں کو رکھتی ہے۔ شروع میں اس کے بچوں کی آنکھیں بھی نہیں کھلی ہوتیں۔ وہ باہر جا کر اپنے بچوں کے لئے دانہ چگتی ہے اور پانی لے کر آتی ہے۔ کئی مرتبہ دیکھا گیا کہ جب گھونسلا کسی کمرے اندر ہوتا ہے اور دروازہ بند کر لیا جاتا ہے اور اندر بچوں کو بھوک پیاس لگی ہوتی ہے تو چڑیا کو آرام نہیں آتا۔ وہ بچوں کی بھوک پیاس کی وجہ سے بے قرار رہتی ہے۔ وہ کبھی ایک دیوار پر بیٹھتی ہے اور کبھی دوسری دیوار پر..... حتیٰ کہ پورے کمرے میں چکر لگاتی ہے کہ کسی طرح دروازہ کھلے اور میں باہر جاؤں ..... جب دروازہ کھلتا ہے تو وہ بھاگ کر باہر جاتی ہے اور اپنی چونچ میں پانی لاتی ہے۔ وہ چڑیا خود بھی پیاسی ہوتی ہے، اسے پسینہ آچکا ہوتا ہے اور وہ تھک بھی چکی ہوتی ہے۔ اپنے منہ میں پانی ہونے کے باوجود وہ خود نہیں پیتی بلکہ اپنے بچوں کے لئے لے آتی ہے اور انہیں پلا کر خوش ہو جاتی ہے..... دیکھیں چڑیا کی ننھی سی جان

ہوتی ہے مگر اُسے بچوں سے اتنا پیار ہوتا ہے کہ اسے اپنی بھوک پیاس کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ یہ ماں کی مامتا ہے۔

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے جا رہے تھے۔ انہوں نے راستے میں ایک درخت پر ایک چڑیا کا گھونسلا دیکھا۔ اس میں چڑیا کے چھوٹے چھوٹے بچے موجود تھے۔ ان کی ماں کہیں باہر گئی ہوئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے ان بچوں کو اٹھالیا۔ ذرا آگے بڑھے تو پیچھے ان کی ماں بھی آگئی۔ اس نے گھونسلے میں دیکھا تو اسے خالی پایا۔ وہ بڑی پریشان ہوئی۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کردیا تو اسے صحابی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں بچے نظر آئے۔ وہ صحابی رضی اللہ عنہ کے سر کے گرد منڈلانے لگی۔ وہ صحابی رضی اللہ عنہ کافی دیر تک چلتے رہے اور وہ بھی ان کے ساتھ ساتھ اڑتی رہی۔ بالآخر وہ چڑیا ان صحابی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر آکر بیٹھ گئی۔ انہوں نے اس کو بھی پکڑلیا اور سب کو لے کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ انہوں نے عرض کیا، اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ان پرندوں کو دیکھا، مجھے بہت خوبصورت لگے اور میں نے انہیں پکڑلیا۔ ابھی جا ہی رہا تھا کہ ان کی ماں آگئی۔ پہلے تو وہ اڑتی رہی پھر میرے کندھے پر آکر بیٹھ گئی اور میں نے اسے بھی پکڑلیا۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جب وہ پہلے اڑتی رہی اور چہچہاتی رہی، وہ اس وقت تم سے منت سماجت کررہی تھی کہ میرے چھوٹے بچوں کو مجھ سے جدا نہ کرو، میرے دل پر یہ صدمہ بہت بھاری ہے، میں اسے برداشت نہیں کر سکوں گی، لہٰذا میرے بچوں کو آزاد کردو۔ تم نے اس چڑیا کے پیغام کو نہ سمجھا تو کچھ دیر کے بعد چڑیا نے سوچا کہ یوں تو میرے بچے مجھ سے جدا ہو جائیں گے، پھر مجھے آزاد رہنے کا کیا مزہ آئے گا، میں اس آزادی کو قید پر قربان کرتی ہوں۔ چنانچہ اس

نے گرفتاری پیش کردی۔تاکہ بچوں سے جدا نہ ہونے پائے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھو اس ننھی سی جان کو اپنے بچوں سے کتنا پیار ہے۔پھر اللہ کے محبوب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم جاؤ اور جہاں سے پرندوں کو گھونسلے سے لیا تھا وہیں چھوڑ کے آؤ۔سبحان اللہ۔

بچے کو اپنا خون پلانے والی ماں کا واقعہ:

ایک مرتبہ روس کے اندر زلزلہ آیا۔ایک فلک بوس عمارت زمین پر آگری۔ایک عورت اپنے دودھ پیتے بچے کے ساتھ ایک کمرے میں بیٹھی ہوئی تھی۔کنکریٹ کی چھت اس طرح گری کہ نیچے کچھ فاصلہ رہ گیا۔وہ اس ملبے کے نیچے تو آگئی مگر بحفاظت تھی اور نکل نہیں سکتی تھی۔وہ انتہائی پریشان ہوئی،ٹنوں کے اعتبار سے ملبہ اس کے اوپر پڑا تھا۔

وہ سوچنے لگی کہ کچھ دنوں کے بعد جب یہ ملبہ ہٹایا جائے گا تو میں شاید بچ نکلوں گی اس دوران بچہ روتا تھا۔اس نے بچے کو اپنے سینے سے لگایا اور دودھ پلایا۔بچے کو دودھ ملتا رہا اور وہ چپ رہا۔ایک دن اسی طرح گزر گیا۔دوسرے دن ماں کے سینے میں دودھ بھی کم ہو چکا تھا،اس دن بچہ روتا رہا۔تیسرے دن دودھ بالکل ختم ہو گیا،بالآخر وہ ماں اسی طرح سات دنوں تک اس جگہ پر رہی۔جب کنکریٹ کا آخری حصہ اٹھایا گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ نیچے ایک عورت ہے،اس کے سینے کے ساتھ بچہ لگا ہوا ہے۔دونوں بے ہوش ہیں۔وہ ان دونوں کو ہسپتال لے گئے۔جب ان کا علاج ہوا تو وہ دونوں ہوش میں آگئے۔

ڈاکٹروں نے اس عورت سے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کیا بیتی؟ اور ہمیں یہ سمجھ نہیں آرہی کہ تمہارے ہاتھوں کی دس کی دس انگلیاں کس وجہ سے زخمی ہیں؟ اس وقت ماں نے بتایا کہ جب تیسرے دن میرے سینے میں سے دودھ ختم ہو گیا اور بچہ

روتا تھا اور مجھ سے اس بچے کے آنسو برداشت نہیں ہوتے تھے تو میں تڑپتی تھی کہ میں اپنے بچے کو غذا کیسے دوں تاکہ اس کو سکون آ جائے۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ اگرچہ میرے سینے میں دودھ نہیں ہے مگر میرے جسم میں خون تو ہے، چنانچہ میں نے سوچا کہ میں اپنے بچے کو اپنا خون پلا دیتی ہوں۔ میں نے اپنی انگلی کو دانتوں سے کاٹا جس سے خون کا فوارہ چھوٹ پڑا۔ میں نے اپنی انگلی بچے کے منہ میں ڈال دی، بچے نے اس کو چوسنا شروع کر دیا اور خاموش ہو گیا۔ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد جب ضرورت پڑتی تو میں اپنے دانتوں سے اپنی انگلی کاٹتی اور اپنا خون اپنے بچے کے منہ میں دے دیتی۔ اس طرح میرا بچہ میری انگلیوں سے خون چوستا رہا۔ کچھ دن تو اسی طرح سلسلہ چلتا رہا بالآخر میں بھی بے ہوش ہو گئی اور بچہ بھی بے ہوش ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ میری دس کی دس انگلیاں آپ کو زخمی نظر آ رہی ہیں..... یہ دیکھ کر لوگ حیران رہ گئے کہ دیکھو ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ کتنا پیار ہوتا ہے کہ اگر وہ اپنے جسم کا خون بھی نکال کر بچے کو دے سکتی ہو تو وہ دینے سے گریز نہیں کرتی۔

بے مثال محبت:

ماں کو اولاد کے ساتھ کتنی محبت ہوتی ہے؟ اسکا کوئی بھی اندازہ نہیں کر سکتا، یہ تو ماں ہی جانتی ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ

☆ ماں کی محبت وہ گہرا سمندر ہے جس کی گہرائیوں کا اندازہ کوئی نہیں لگا سکتا۔
☆ ماں کی محبت وہ ہمالیہ پہاڑ ہے جس کی بلندیوں کو آج تک کوئی نہیں چھو سکا۔
☆ ماں کی محبت وہ گلشن ہے جس پر کبھی خزاں نہیں آتی۔

حیران کن بات یہ ہے کہ اس دنیا میں سب نیکوں اور اچھوں سے پیار کرتے ہیں، اگر دنیا میں کوئی ایسی ذات ہے جو بروں سے بھی پیار کرتی ہے تو وہ ماں ہی تو

ہے.. بیٹی بگڑ جائے یا بیٹا بگڑ جائے تو سب نفرت کریں گے لیکن ان کی ماں کہے گی کہ یہ تو اس کی قسمت میں تھا مگر بیٹا تو میرا ہے، بیٹی تو میری ہے، میں کیا کروں، میں تو اپنی ماتا کے ہاتھوں مجبور ہوں ۔ وہ راتوں کو اٹھ کر ان کے لئے دعائیں مانگے گی، تڑپے گی، خاوند کی ڈانٹ بھی سنے گی اور لوگوں کی باتیں بھی سنے گی، اپنے دل پر بھی چھریاں چل رہی ہوں گی مگر پھر بھی اپنے بچوں کے ساتھ ماتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر محبت کے ساتھ پیش آئے گی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت آئی۔ اس نے اپنے دو جڑواں بچوں کو اٹھایا ہوا تھا۔ جب میرے پاس آئی تو اس وقت میرے پاس تین کھجوریں تھیں۔ میں نے وہ تین کھجوریں اس عورت کو دے دیں کہ دو بچوں کو کھلا دے اور ایک خود کھا لے۔ اس عورت نے ایک ایک کھجور تو بچوں میں بانٹ دی اور تیسری کھجور خود کھانے کی بجائے ہاتھ میں لے کر بیٹھی رہی۔ بچوں نے جب اپنے اپنے حصے کی کھجور کھا لی تو انہوں نے تیسری کھجور کو دیکھا ماں نے اس کھجور کے دو حصے بنا دیئے۔ ایک حصہ ایک بچے کو دے دیا اور دوسرا حصہ دوسرے بچے کو دے دیا۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں بڑی حیران ہوئی۔ بالآخر میں نے نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں یہ بات بتائی تو آپ ﷺ نے سمجھایا کہ ماں کو اولاد کے ساتھ جو محبت ہوتی ہے وہ ایسی ہے کہ وہ چاہتی ہے کہ میں خود نہ کھاؤں مگر میری اولاد کو کھانے کو مل جائے۔

حصولِ اولاد کے لئے بے چینی:

کتنی بار دیکھا گیا ہے کہ جب جوان العمر بچی کی شادی ہوتی ہے تو اللہ رب العزت اسے اچھا گھر عطا فرماتے ہیں اور اچھا گھر والا عطا فرماتے ہیں مگر وہ چار پانچ سال گزرنے کے بعد پریشان بیٹھی ہوتی ہے۔ اس سے اس کی سہیلی آ کر

پوچھتی ہے، تم پریشان کیوں بیٹھی ہو؟ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اتنا خوبصورت بنایا، شکل بھی دی، عقل بھی دی، تعلیم بھی، مال بھی دیا، تمہارے خاوند کا بزنس اتنا اچھا ہے، تمہارا گھر اتنا بڑا ہے، تمہارا خاوند تم سے اتنا پیار کرتا ہے، زندگی کی ہر سہولت تمہارے پاس ہے، بنک بیلنس بہت زیادہ ہے، تم عیش و آرام کی زندگی گزار سکتی ہو، تم خواہ مخواہ کیوں پریشان بیٹھی ہو؟ وہ کہے گی کہ میں اس لئے پریشان ہوں کہ میری شادی کو پانچ سال گزر گئے ہیں مگر ابھی تک اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد والی نعمت عطا نہیں کی..... وہ بے چینی سے بیٹھی دعائیں مانگ رہی ہوتی ہے۔ حالانکہ اسے پتہ ہوتا ہے کہ جب میں حاملہ ہو جاؤں گی تو پھر مجھے نو مہینے بیماروں کی طرح گزارنے پڑیں گے، نہ مجھے کھانا اچھا لگے گا، نہ کوئی کام کر پاؤں گی، کئی مرتبہ مجھے وقت گزارنا مشکل ہو جائے گا۔ پھر جب بچے کی ولادت کا وقت ہوتا ہے وہ بھی زندگی اور موت کا معاملہ ہوتا ہے، پھر جب بچہ ہو جائے گا تو پھر مجھے دو چار سال بچے کی خاطر راتوں کو جاگنا پڑے گا۔ مگر وہ یہ سب تکلیفیں برداشت کرنے کو تیار ہوتی ہے، اسے تو اولاد چاہئے ہوتی ہے..... اگر اسے بتایا جائے کہ تم رات تہجد کے وقت یہ عمل کر لیا کرو تو وہ اٹھ کر تہجد کے وقت وہ عمل کرے گی..... اگر اسے کہیں کہ تلاوت کرو تو وہ اٹھ کر تلاوت کرے گی۔ وہ اگر رمضان المبارک میں بھی راتوں کو جاگے گی تو بھی اولاد کی دعائیں مانگے گی..... اگر حج اور عمرے پر جائے گی تو طوافِ کعبہ کے بعد اولاد کی دعائیں مانگے گی..... مقامِ ابراہیم پر نفل پڑھ کر اولاد کی دعائیں مانگے گی ..... عرفات کے مقام پر حاضر ہو کر اولاد کی دعائیں مانگے گی..... مزدلفہ میں حاضر ہو کر اولاد کی دعائیں مانگے گی..... جب کہیں اللہ والوں کی محفل میں حاضری ہوگی تو اولاد کی دعائیں مانگے گی..... گویا جب بھی کوئی مقبولیتِ دعا کا موقع دیکھتی ہے تو اللہ رب العزت کے حضور اولاد طلب کرنے کے لئے اپنا دامن پھیلا دیتی ہے۔

چوبیس گھنٹے کی خادمہ:

جب اولاد ہو جاتی ہے تو پھر ماں تو اپنے آپ کو بھی بھول جاتی ہے۔ وہ اپنے چھوٹے بچے کی خدمت میں سارا دن لگی رہتی ہے گویا وہ اپنے بچے کی باندی بن جاتی ہے۔ نہ اسے کھانا یاد رہتا ہے نہ پینا یاد رہتا ہے۔ یہ نہیں کہ آٹھ گھنٹے کے بعد اس کی ڈیوٹی ختم ہو جاتی ہے بلکہ وہ تو چوبیس گھنٹے کی خادمہ بن جاتی ہے۔ رات کو تھکاوٹ کی وجہ سے سوئی ہوتی ہے، اسے میٹھی نیند آ رہی ہوتی ہے مگر بچہ رو پڑے تو اسے اپنا آرام بھول جاتا ہے اور وہ اٹھ کر بچے کی ضرورت پوری کرنے کی فکر میں لگ جاتی ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ بچہ روتا رہے اور ماں سوئی پڑی رہے اور کہے کہ میں صبح اٹھ کر دودھ پلاؤں گی۔ وہ جتنی بھی تھکی ہوئی ہوگی، جب بھی اسکے کانوں میں بچے کے رونے کی آواز آئے گی وہ اٹھ کر اپنے بچے کو دودھ پلائے گی۔ پھر بچے کو دودھ پلا کر ذرا لیٹی۔ ابھی آدھا گھنٹہ بھی آنکھ نہیں لگی تھی، بچہ پھر کسی وجہ سے رو پڑا۔ وہ پھر اٹھ کر بیٹھ جائے گی، اسی طرح رات گزر جائے گی۔ صبح یہ نہیں کہے گی کہ میں نے رات کی ڈیوٹی دی ہے اب دن کے وقت بچے کو کہیں اور بھیج دو۔ وہ سارا دن گھر کے کام بھی سمیٹے گی اور بچے کی خدمت بھی کرے گی۔ اس کے ہاتھ کام کاج میں مصروف ہوں گے اور اس کے کان بچے کی آواز کی طرف لگے رہیں گے۔ ذرا سا کھٹکا محسوس ہوتا ہے تو اسی وقت بھاگ کر جاتی ہے، پہلے بچے کو فیڈر بنا کر دیتی ہے پھر آ کر باقی کام نمٹتی ہے۔

بچہ پیدا ہونے سے پہلے جب وہ اپنے میاں کے ساتھ بازار جاتی تھی تو اپنے کپڑے اور جوتے خرید کر لاتی تھی۔ اب بچہ ہونے کے بعد کبھی بازار جائے گی تو چھوٹی چھوٹی چیزیں ڈھونڈتی پھرتی ہے اور کہتی ہے کہ میرے بچے کا جوتا ایسا ہو، اس کے کپڑے ایسے ہوں، اس کا فیڈر ایسا ہو۔ وہ ساری چیزیں بچے کی خود خرید کر

جاتی ہے اور اپنی چیزیں تو بھول ہی جاتی ہے کہ مجھے بھی کسی چیز کی ضرورت ہے یا نہیں..... اسے بچے سے ایسی محبت ہوتی ہے کہ سارا دن کام کاج کرنے کی وجہ سے تھکی ہوئی ہوتی ہے مگر جب بچے کو گود میں لے کر بیٹھے تو اس کی شکل کو گھنٹوں دیکھتی رہتی ہے اور اس کو زندگی کی ساری خوشیاں اسی میں مل جاتی ہیں اور اس کا غم ختم ہو جاتا ہے..... یہ محبت بھی عجیب چیز ہے کہ بچہ بولتا نہیں ہے مگر اس دیوانی کو بھی دیکھیں کہ وہ بچے سے بیٹھی باتیں کر رہی ہوتی ہے۔ وہ بچہ غوں غوں کر کے چھوٹی سی آواز نکالتا ہے اور وہ اس سے گھنٹوں باتیں کر رہی ہوتی ہے۔ بچے کی محبت اس کو پاگلوں کی طرح بنا دیتی ہے۔

اگر بچے کو کوئی خالہ کے پاس لے کر چلا جاتا ہے تو وہ اپنی بہن کو فون کرتی ہے کہ میرے بیٹے کو جلدی بھیج دو، میں اداس ہو رہی ہوں۔ وہ بچے کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ دودھ پیتے بچے کو چھوڑ کر کسی دوسرے شہر میں چلی جائے۔ وہ کہے گی کہ میں اپنے بچے کو ساتھ رکھوں گی۔ یہی نہیں کہ ماں کو اپنے چھوٹے بچے سے ہی محبت ہوتی ہے بلکہ بچہ اگر بڑا ہو جائے تو بھی ماں کی محبت میں فرق نہیں آتا۔ ہم نے دیکھا کہ جوان بچہ بزنس کے لئے باہر چلا جاتا ہے تو ماں اس کے لئے پیچھے دعائیں مانگ رہی ہوتی ہے اور وہ اس کو یاد کر کے بیٹھی رو رہی ہوتی ہے۔

ماں کو منانا کس قدر آسان ہے.....

ایک مرتبہ مجھے ایک مدرسہ میں امتحان لینے کا موقع ملا۔ میں نے ایک بچی سے پوچھا، یہ بتاؤ کہ دنیا میں کس کو منانا سب سے زیادہ آسان ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ماں کو منانا سب سے زیادہ آسان ہے۔ میں نے پوچھا، وہ کیسے؟ کہنے لگی، حضرت! جب میری امی میرے بڑے بھائی کو کسی وجہ سے ڈانٹتی ہے اور بھائی غصے

میں آکر باہر چلا جاتا ہے، میں اسی ماں کو دیکھتی ہوں کہ وہ پیچھے بیٹھ کر دعائیں مانگ رہی ہوتی ہے کہ اے اللہ! میرا بیٹا کوئی غلط قدم نہ اٹھا لے، کسی غلط لڑکے کے ساتھ نہ چلا جائے، اے اللہ! میرے بچے کو واپس بھیج دینا۔ اور جب رات کا وقت ہو جا تا ہے تو امی کو چین نہیں آتا اس وقت وہ سجدے میں رو رہی ہوتی ہے۔ امی کی یہ حالت دیکھ کر میں ان سے کہتی ہوں کہ آپ نے ہی تو پہلے اس کو ڈانٹا تھا، اب کیوں روتی ہیں؟ ماں جواب دیتی ہے کہ بیٹی! میں نے اسے اس لئے ڈانٹا تھا کہ میں نے اس کی تربیت کرنی ہے۔ اگر میں اسے نہیں سمجھاؤں گی تو اسے کون سمجھائے گا۔ میں آپکے بھائی کو باہر دیکھنا بھی برداشت نہیں کر سکتی، اس لئے چاہتی ہوں کہ وہ آجائے۔ چنانچہ جب کھانے کا وقت ہو جاتا ہے تو گھر کے سب لوگ کہتے ہیں کہ دستر خوان بچھاؤ۔ دستر خوان لگ جاتا ہے، امی سب کو کھانا کھلا دے گی مگر خود نہیں کھائے گی۔ میں کہتی ہوں کہ امی! آپ بھی کھانا کھائیں وہ کہتی ہے، میں کیسے کھانا کھاؤں، مجھے کیا پتہ کہ میرے بیٹے نے ابھی تک کھانا کھایا ہے یا نہیں...... رات کو سب کو نیند آجاتی ہے مگر امی جاگتی رہتی ہے۔ میں کہتی ہوں کہ امی! آپ سوتی کیوں نہیں؟ وہ کہتی ہے، بیٹی! مجھے کیسے نیند آئے، تمہارا بھائی ابھی تک گھر نہیں آیا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ گھر آئے اور میں بھی سوئی ہوئی ہوں اور اسے باہر کھڑا ہونا پڑے۔ میں اس لئے جاگ رہی ہوں کہ دروازہ جلدی کھول دوں گی۔ چنانچہ ماں جاگتی رہتی ہے...... جب بھائی گھر آتا ہے تو امی دروازہ کھول دیتی ہے۔ بھائی آکر کمرے میں چلا جاتا ہے۔ امی کھانا گرم کر دیتی ہے۔ مجھے آکر کہتی ہے کہ اپنے بھائی کو کھانا دے کر آؤ۔ میں کہتی ہوں، امی! وہ صبح کھا لے گا۔ وہ کہتی ہے کہ اسے کیسے بھوکا سونے دوں۔ چنانچہ وہ مجھے زبردستی اٹھا کر بھیجتی ہے کہ بھائی کو کھانا کھلا کے آؤ۔ میں کہتی ہوں کہ جب آپ کو اتنی محبت ہے تو آپ چاہتی کیا ہیں؟..... وہ کہتی ہیں کہ

میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ میرا بیٹا مجھ سے آکر معذرت کرلے اور مجھے کہہ دے کہ امی! مجھ سے غلطی ہوئی ہے، میں اسے معاف کردوں گی.....اب اس ماں کی حالت دیکھئے کہ اس محبت کے جذبے کی وجہ سے یہ اس قدر مجبور ہے کہ معاف کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ صرف اتنا چاہتی ہے کہ بچہ میرے پاس آجائے، میں اسے معاف کر دوں گی.....اب اس ماں کو منانا کس قدر آسان ہے؟.....اسی وجہ سے اس بچی نے بھی کہا تھا کہ ماں کو منانا سب سے زیادہ آسان کام ہے۔

میں نے اس سے پوچھا کہ اگر تمہاری امی اتنی ناراض ہو کہ بیٹے کے معذرت کرنے پر بھی راضی نہ ہو اور کہتی ہو کہ میں تجھ سے راضی نہیں ہونگی تو پھر.....؟ اس بچی نے کہا کہ اگر امی اس کی معذرت پر بھی راضی نہ ہو تو میرا بھائی امی کے پاس آ کر بیٹھ جاتا ہے تو امی موم ہو ہی جاتی ہے، اس وقت پتہ نہیں امی کے دل کو کیا ہوتا ہے، بس اس کی شکل دیکھ کر اسکے ماتھے کا بوسہ لے لیتی ہے، پھر اس کے ساتھ باتیں شروع کر دیتی ہے۔ میں نے کہا، اگر وہ پھر بھی معاف نہ کرے تو پھر.....؟ وہ کہنے لگی کہ اگر بھائی آکر پاؤں پکڑ لے اور کہے کہ امی! مجھے معاف کر دے، تو پھر؟.....وہ کہنے لگی، اگر میرا بھائی معافی مانگتے ہوئے رو پڑے اور اس کی آنکھوں سے صرف ایک ہی آنسو گر پڑے تو امی سے وہ آنسو بھی برداشت نہیں ہوتا، وہ اپنے دوپٹے سے اس کا آنسو پونچھتی ہے اور کہتی ہے، بیٹا! رو نہیں، امی الٹا اپنے بیٹے کو منانے لگ جاتی ہے۔

میں نے اس بچی کو سمجھایا، دیکھو! تمہارے بھائی کو اپنی ماں کے پاس جانا پڑے گا اور اس کے سامنے معذرت کرنی پڑے گی، اگر نہیں مانتی تو پاؤں پکڑنے پڑیں گے، پھر رو رو کر معافیاں مانگنی پڑیں گی، تب ماں معاف کرے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا معاملہ تو عجیب ہے۔ ایک بندہ تنہائی میں بیٹھا ہوا ہے، اس نے اپنے دل

میں اپنے گناہوں کو یاد کیا، دل میں ہی ندامت ہوئی اور اس نے اپنی زبان سے ابھی کوئی لفظ نہیں کہا، حدیث پاک میں آیا ہے" الندم التوبة "(ندامت توتو بہ ہوتی ہے)۔ وہ کتنا کریم پروردگار ہے کہ بندے کی زبان سے ایک لفظ تک نہیں نکلا، فقط وہ اپنے دل میں نادم اور شرمندہ ہوا، اللہ تعالیٰ اس کے دل کی ندامت قبول کر کے اس کی توبہ قبول کر لیتے ہیں۔ جو پروردگار اتنا جلدی ماننا ہو کہ فقط دل کی ندامت سے معاف کر دے، اس پروردگار کے سامنے جب بندہ ندامت کے ساتھ مانگے بھی سہی اور توبہ بھی کرے تو اللہ رب العزت اس بندے کے گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں۔

نافرمان بیٹے کا ایک سبق آموز واقعہ:

یاد رکھیں کہ اگر کبھی اولاد بے وفائی بھی کر جائے تو پھر بھی ماں محبتیں تقسیم کرتی پھرتی ہے۔ ایسے بے شمار واقعات رونما ہو چکے ہیں..... ایک آدمی دیہات کا رہنے والا تھا۔ وہ پڑھ لکھ کر انجینئر بن گیا۔ اسے ایک شہر کے اندر ایک اچھی جاب (ملازمت) مل گئی۔ چنانچہ اب اس نے شہر میں رہنا شروع کر دیا۔ شہر میں رہتے ہوئے اس نے ایک اچھے خاندان کی کسی خوبصورت لڑکی کی طرف شادی کا پیغام بھیجا۔ چونکہ لڑکا پڑھا لکھا تھا اس لئے انہوں نے اس کو پسند کر لیا۔ چنانچہ شادی ہو گئی۔ اب شادی کے بعد جب وہ امیر زادی دیہات میں اس کے گھر آئی تو اس نے خاوند سے کہا کہ شہر میں تو میں آپ کے ساتھ رہوں گی لیکن میں دیہات میں نہیں رہ سکتی..... اب وہ ماں باپ کا ایک ہی بیٹا تھا۔ ماں باپ بوڑھے ہو رہے تھے۔ ماں باپ نے کہا تو سہی کہ بیٹا! ہمیں اپنے پاس رکھ لو یا ہمارے پاس رہ جاؤ۔ لیکن بیوی کہنے لگی نہیں، میں اور آپ علیحدہ گھر میں رہیں گے..... چنانچہ بیٹے نے ماں باپ سے کہا کہ میں آپ کے پاس آتا رہوں گا اور آپ کو خرچ وغیرہ دیتا رہوں

گا۔ ماں باپ بیٹے کی یہ بات سن کر خاموش ہو گئے۔ چونکہ بچہ جوان تھا اس لئے ماں باپ اسے کہہ ہی کیا سکتے تھے؟

اب وہ نوجوان اپنی بیوی کے ساتھ شہر میں رہنے لگا۔ وہ کبھی کبھی والدین کو ملنے اپنے گھر بھی جایا کرتا تھا اور اگر اسے تھوڑی دیر ہو جاتی تو واپسی پر بیوی سے جھگڑا ہو جاتا۔ بیوی کہتی تھی کہ تم ماں کے پاس بیٹھے رہتے ہو اور تمہیں پیچھے گھر آنا یاد نہیں رہتا۔ چنانچہ وہ اس جھگڑے کی وجہ سے بڑا پریشان ہوتا۔ کبھی کبھی تو اس کو اتنی پریشانی ہوتی کہ وہ کہتا کہ میں یہاں سے کہیں دور چلا جاؤں۔ اس دوران میں اسے سعودی عرب میں نوکری مل گئی۔

چنانچہ وہ اپنے بیوی بچوں کو لے کر سعودی عرب جانے کی تیاری کرنے لگا۔ اس نے ماں باپ کو تسلی دی کہ میں آپ کو خط بھیجتا رہوں گا۔ ماں باپ کیا کہتے، قہر درویش بر جان درویش۔

ماں باپ نے یہ کہتے ہوئے برداشت کر لیا کہ بیٹا! جیسے تیرا دل خوش ہوتا ہے تو ویسے ہی اپنی زندگی گزار، ہمارا اللہ مالک ہے۔ چنانچہ وہ سعودی عرب چلا گیا اور وہاں پر تیرہ سال رہا۔

شروع کے سالوں میں تو وہ خط بھی لکھتا رہا اور خرچ بھی بھیجتا رہا۔ مگر وقت کے ساتھ ساتھ غافل ہو گیا۔ اسے بیوی اکیلے آنے نہیں دیتی تھی۔ اس لئے نہ تو خود ہی کبھی چکر لگایا اور نہ ہی خرچہ بھیجنا یاد رہا۔ اسے یہ بھی احساس نہ رہا کہ ماں باپ کس حال میں ہوں گے۔ البتہ اس نے وہاں رہ کر ہر سال حج کیا۔ اس طرح اس کے تیرہ حج ہوئے۔

جب تیرہواں حج کیا تو طواف زیارت کے بعد مطاف میں کھڑا رو رہا تھا۔ ایک بزرگ نے دیکھا تو پوچھا، اے نوجوان! کیوں روتے ہو؟ وہ کہنے لگا، میں

نے تیرہ حج کیے او جب بھی حج کیا میں نے حج کے دوسرے یا تیسرے دن خواب دیکھا، ہر بار کے خواب میں مجھے بتایا گیا کہ تیرا حج قبول نہیں ہے۔ جب اس سال میں نے حج کیا تو بڑی معافیاں مانگیں مگر حج کے بعد پھر خواب میں دیکھا کہ تیرا حج قبول نہیں ہے۔ وہ بزرگ بھی ایک اللہ والے تھے۔ انہوں نے پوچھا، یہ بتاؤ کہ تم نے حقوق العباد میں تو کوئی کوتاہی نہیں کی؟ جب انہوں نے تفصیل پوچھی تو معلوم ہوا کہ اسنے ماں باپ کا پتہ بھی کبھی نہیں کیا، اتنا بھی پتہ نہیں کیا کہ وہ زندہ ہیں یا مر چکے ہیں۔ ان بزرگوں نے یہ سن کر فرمایا، حج کرنے کی بجائے پہلے اپنے ماں باپ کے پاس جاؤ اور ان سے معافی مانگ کر آؤ، پھر تمہارے حج قبول ہوں گے۔ چنانچہ اس کو احساس ہوا اور واپس جا کر اس نے واپسی کا ٹکٹ خریدا اور بیوی سے کہا کہ تم خوش ہو یا ناراض میں تو اپنے والدین کا پتہ کرنے کے لئے جا رہا ہوں۔ بیوی نے جب دیکھا کہ خاوند بالکل تیار ہو چکا ہے تو وہ خاموش ہو گئی اور وہ نوجوان اپنے وطن واپس آ گیا۔

جب وہ اپنی بستی کے قریب پہنچا تو اس وقت اس کے دل پر عجیب کیفیت تھی۔ وہ ان سوچوں کے تانے بانے میں گم تھا کہ میں نے کبھی خط بھی نہیں لکھا، پتہ نہیں ماں باپ صحت مند ہیں یا بیمار، خوشی میں ہیں یا غمی میں، وہیں رہتے ہیں یا کہیں اور چلے گئے ہیں، پتہ نہیں کہ کوئی ان کی دیکھ بھال بھی کرتا ہے یا نہیں...... اسی اثناء میں اس کی ملاقات ایک لڑکے سے ہوئی۔ اس سے پوچھا کہ فلاں لوگوں کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ بوڑھے میاں تو کچھ دن پہلے فوت ہو گئے تھے البتہ اس کی بیوی موجود ہے، اس کو بھی کچھ دن پہلے فالج کا حملہ اور اس کی آنکھوں کی بینائی چلی گئی۔ اب وہ اکیلی اپنے گھر میں ہے، ان کا ایک بیٹا تھا۔ وہ نافرمان نکلا اور کہیں باہر ملک چلا گیا، پتہ نہیں وہ کس حال میں ہے...... اس لڑکے کو کیا پتہ تھا کہ وہ اسی بیٹے سے

باتیں کر رہا ہے...... جب اس نے یہ سنا تو اسے اور زیادہ احساس ہوا کہ اب پتہ نہیں کہ میری ماں مجھے معاف کرے گی بھی یا نہیں۔ وہ سوچتا رہا کہ میں امی کو کیسے مناؤں گا، کیسے پاؤں پکڑوں گا اور کیسے معافیاں مانگوں گا۔

جب وہاں گیا تو دیکھا کہ دروازے کے کواڑ تو آپس میں ملے ہیں مگر تالا نہیں۔ چنانچہ اسنے کواڑ کھولا اور دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ صحن میں چارپائی بچھی ہوئی ہے اور اس کی ماں جو ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکی تھی وہ اس چارپائی کے اوپر لیٹی ہوئی ہے۔ اس نے سوچا کہ شاید امی سو رہی ہیں میں ذرا قریب جا کر دیکھتا ہوں۔ چنانچہ وہ دبے پاؤں قریب چلا گیا۔ جب وہ بالکل قریب پہنچا تو دیکھا کہ وہ ہونٹ ہلا کر کوئی بات کر رہی تھی۔ لہٰذا وہ اور زیادہ قریب ہوا اور اپنے کان اسکے ہونٹوں کے قریب کر دیئے۔ اس وقت اس کی ماں یہ دعا مانگ رہی تھی، ''اے اللہ! میرا خاوند دنیا سے چلا گیا، اب میرا ایک بیٹا دنیا میں موجود ہے، اس کو میرے پاس واپس بھیج دینا تاکہ جب میں دنیا سے جاؤں تو مجھے قبر میں اتارنے والا کوئی تو میرا بھی محرم ساتھ ہو۔''

جب نوجوان نے یہ الفاظ سنے تو حیران ہوا کہ میں تو سوچ رہا تھا کہ پتہ نہیں کہ میں امی کو کیسے مناؤں گا اور امی تو اتنے سالوں کے بعد بھی مجھے یاد کر رہی ہے۔ چنانچہ اس نوجوان نے ماں سے لپٹ کر کہا، امی! میں آ گیا ہوں۔ ماں نے بھی یہ سن کر اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور اپنے بیٹے کے سر پر رکھا اور اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔ اسکے بعد وہ کہنے لگی، بیٹا! تم آ گئے، میں تمہارے آنے پر خوش ہوں، میں نے تمہیں معاف کر دیا۔ یہ کہنے کے بعد ماں نے کلمہ پڑھا اور فوت ہو گئی۔ اس نوجوان نے خود اپنے ہاتھوں سے ماں کے کفن دفن کا انتظام کیا اور پھر سعودی عرب چلا گیا۔

اگلے سال اس نے پھر حج کیا۔ اس کے دوسرے تیسرے دن بعد اس نے پھر

خواب دیکھا۔ کسی کہنے والے نے کہا کہ ہم نے تیرے اس سال کے حج کو بھی قبول کرلیا اور گزشتہ تیرہ حج بھی قبول کر لئے۔ سبحان اللہ۔

ایک صحابیہؓ کا سوال

حدیث پاک میں آیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی ﷺ ایک جہاد سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ آپ ﷺ نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا۔ وہاں اس بستی کی ایک عورت تنور پر روٹیاں پکاتی تھی۔ وہ اس وقت روٹیاں پکا رہی تھی۔ تنور میں آگ جل رہی تھی۔ اس کا ایک چھوٹا سا بچہ تھا۔ وہ اس بچے کو آگ سے دور دھکیلتی رہتی تھی۔ وہ اسے کہتی تھی کہ تم مجھ سے دور بیٹھو، یہاں آگ ہے، کہیں تمہیں گرمی نہ لگے۔ اور خود اس کی اپنی حالت یہ تھی کہ تنور میں ڈبکی لگا کر روٹیاں پکاتی تھی..... تنور میں روٹیاں لگانا کوئی آسان کام تو نہیں ہوتا..... جب عورت روٹیاں پکا کر فارغ ہوئی تو وہ پسینے میں شرابور ہو چکی تھی۔ وہ کہنے لگی، میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پوچھنے لگی، آپ میں سے اللہ کے نبی ﷺ کون ہیں؟ اسے بتایا گیا کہ یہ اللہ کے نبی ﷺ جلوہ افروز ہیں۔ وہ آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئی۔ وہ اس وقت پردے میں تھی۔ کہنے لگی، اے اللہ کے نبی ﷺ! میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں۔ وہ یہ کہ میں نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے ماں سے بھی زیادہ محبت ہے، میں ماں ہوں اور یہ میرا چھوٹا سا بچہ ہے، میں تنور میں روٹیاں لگاتی ہوں، خود آگ میں ڈبکی لگاتی ہوں اور بچے کو قریب بھی نہیں آنے دیتی، میں یہ بھی پسند نہیں کرتی کہ کوئی چنگاری اڑ کر میرے بچے کے اوپر پڑ جائے۔ جب مجھے اپنے بچے سے اتنی محبت ہے تو اللہ تعالیٰ کو تو اس سے بھی زیادہ محبت ہے، پھر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو جہنم میں کیسے ڈال دیں گے۔ جب اس نے یہ سوال پوچھا تو نبی ﷺ نے سر مبارک جھکا لیا اور آپ ﷺ کی آنکھوں میں سے آنسو آنے لگے۔

اسی وقت جبرائیل امین آئے اور انہوں نے اللہ کا پیغام پہنچایا۔ چنانچہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس عورت کو فرمایا کہ میرے اللہ کا پیغام آچکا ہے۔ پروردگار نے فرمایا ہے:

وَ مَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ لٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْن

(النحل:۳۳)

(اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔)

اللہ تعالیٰ نہیں چاہتے کہ میرے بندے جہنم میں جائیں مگر بندے خود اندھے بنتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے حکموں کو توڑتے ہیں، دن رات گناہوں میں بسر کرتے ہیں گویا جہنم کی آگ خریدتے پھرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں چاہتے اس لئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو بھیجا کہ وہ لوگوں کو جہنم سے بچائیں، انبیاء کے بعد اولیاء کا سلسلہ جاری کیا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء در بدر کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں، لوگوں کے پاس جا جا کر ان کو یہی وعظ و نصیحت کرتے ہیں کہ گناہوں کو چھوڑ دیجئے اور جہنم سے بچ جایئے۔

بندوں کی نادانی:

نبی علیہ الصلوٰۃ علیہ السلام نے ایک عورت کو دیکھا جو گرفتار کر کے پیش کی گئی۔ اس کا بچہ گم ہو گیا تھا۔ وہ بھاگ بھاگ کر کہہ رہی تھی کہ میرے بچے کے بارے میں بتاؤ، میرے بچے کے بارے میں بتاؤ۔ تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہؓ سے پوچھا، بتاؤ کہ اگر اس عورت کو اس کا بیٹا مل جائے تو کیا یہ اس بیٹے کو آگ میں ڈال دے گی؟ صحابہ نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ! جو عورت اپنے بچے کے

بارے میں اتنی پریشان پھر رہی ہے کہ اسے اپنے سر کی چادر کا بھی پتہ نہیں ہے، اگر اس کو اس کا بیٹا مل گیا تو یہ اس کو آگ میں کیسے ڈال سکتی ہے۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جیسے یہ اپنے بچے کو آگ میں ڈالنا پسند نہیں کرتی اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کو آگ میں ڈالنا پسند نہیں کرتے۔ یہ تو خود اپنے ہاتھوں سے اپنے پاؤں پر کلہاڑیاں مارتے ہیں اور جہنم خریدتے ہیں۔ یہ بندوں کی سب سے بڑی نادانی ہے۔

ماں کا رتبہ اسلام کی نظر میں

دین اسلام نے ماں کو بڑا رتبہ دیا اسلئے فرمایا اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ اَقْدَامِ اُمَّھَاتِکُمْ جنت تمہارے لئے ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ دیکھئے کہ ماں کے جسم میں اسکے پاؤں سب سے نیچی جگہ کی حیثیت رکھتے ہیں، گھٹیا درجہ کی حیثیت رکھتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ماں کے جسم میں اور کوئی گھٹیا جگہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس عضو کا نام لیتے۔ یہاں قدم کا نام لیا تو سوچئے اگر ماں کے قدموں تلے وہ جگہ ملتی ہے جس کو جنت کہتے ہیں۔ یعنی جہاں اللہ رب العزت کا دیدار نصیب ہوگا تو پھر سوچئے کہ اگر ماں کی دعائیں لی جائیں گی اور اس کی خدمت کی جائے گی اور اس کو خوش کیا جائے گا، تو پھر اللہ تعالیٰ جنت کی کیا کیا نعمتیں عطا فرمائیں گے اسی لئے دین اسلام نے کہا کہ اگر ماں بوڑھی ہے تو اس کی خدمت سب سے افضل عمل ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی تڑپ

سیدنا ابو ہریرہؓ ایک صحابی ہیں ان کا بڑا جی چاہا کرتا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے گھر کا دیدار کروں جب بھی حج کے قافلے جانے لگتے تو وہ آتے اور بڑی حسرت اور تمنا کے ساتھ ان قافلوں میں جانے والے لوگوں کو دیکھا کرتے تھے کسی نے کہا کہ

آپ خود کیوں نہیں چلے جاتے کہنے لگے نہیں میری بوڑھی ماں ہے اور ان کی خدمت میرے لئے سب سے افضل عمل ہے اسلئے میں حج پر نہیں جاتا کسی نے کہا کہ تم ایک باندی رکھ لو اور وہ تمہاری ماں کی خدمت کرے گی تو کہنے لگے کہ ماں کی تو خدمت ہو جائے گی مگر جو رتبے اور درجے مجھے ملنے ہیں وہ تو مجھے نہیں مل سکیں گے اس لئے جب ان کی والدہ کی وفات ہوئی تو اس کے بعد انہوں نے حج کے سفر کو اختیار کیا۔

بچہ پر ماں کے تین حق

قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ﴿وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ﴾ کہ اس ماں نے بچے کے حمل کا بوجھ اٹھایا تھک تھک کر، گھر کے کام بھی کر رہی ہوتی ہے اور حاملہ بھی ہے تھکاوٹ آتی، اور ویسے بھی حمل کی مدت کے ساتھ کمزوری بڑھتی چلی جاتی ہے، اسی لئے چونکہ تین باتیں شریعت نے کہیں کہ ﴿حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا﴾ یہ ایک وجہ، کہ حمل کے دوران تکلیف اٹھائی ﴿وَ وَضَعَتْهُ كُرْهًا﴾ اور پیدائش کی تکلیف اٹھائی اور پھر تیسرا ﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ یعنی دودھ پلائی کی تکلیف اٹھائی۔ ان تین وجوہات سے شریعت نے بچے پر ماں کے تین حق زیادہ رکھ دیئے چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے ایک نوجوان آیا اس نے کہا اے اللہ کے محبوب! ماں باپ میں سے میں کس کے ساتھ اچھا سلوک کروں فرمایا ماں کے ساتھ، اس نے پھر پوچھا فرمایا ماں کے ساتھ، اس نے پھر پوچھا فرمایا ماں کے ساتھ، پھر اس نے چوتھی مرتبہ پوچھا تو فرمایا تو اپنے باپ کے ساتھ بھی اچھا سلوک کر۔ تو تین مرتبہ جو ماں کا نام لیا اس میں حسن یہ تھا، حکمت یہ تھی کہ شریعت نے اس میں تین مشقتوں کا تذکرہ کیا اور اسی لئے اس کو تین مرتبے عطا کر دیئے۔

نظر محبت پر مقبول حج کا ثواب

شریعت نے ماں باپ کو اتنا رتبہ دیا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ اگر کوئی بچہ اپنی ماں یا باپ کے چہرے پر محبت کی ایک نظر ڈالے گا اللہ تعالیٰ اس کو ایک مقبول حج کا ثواب عطا فرمائے گا۔ صحابہ کرام نے پوچھا...... اے اللہ کے محبوب! اگر کوئی بار بار دیکھے تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ جتنی بار دیکھے گا اتنی بار اللہ تعالیٰ اس کو حج کا ثواب عطا فرمائیں گے۔

آج کے اس زمانے میں ماں باپ کو اوّل تو اپنے رتبہ کا خود ہی پتہ نہیں اور اکثر و بیشتر اولاد کو تو بالکل ہی پتہ نہیں ہوتا، اولاد تو ماں کو بس اللہ میاں کی گائے ہی سمجھتی ہیں۔ آج کل کی نوجوان بچیاں اپنے گھروں میں جس طرح ماں سے ضد کرتی ہیں ماں کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ کر لیتی ہیں...... اسلئے کہ اول تو ان کو دین کی تعلیم دی نہیں ہوتی اور ان کو ماں کے درجہ اور رتبہ کا پتہ ہی نہیں ہوتا۔ اسی لئے ان تربیتی مجالس میں، اس عاجز نے سب سے پہلے ماں کے متعلق گفتگو کی تاکہ پتہ چلے کہ عورت جب ماں ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا کیا مقام ہوتا ہے۔ اولاد کو بھی پتہ چلے کہ ماں کس ہستی کو کہتے ہیں؟ چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ قرب قیامت کی علامت یہ ہے [اَنْ تَلِدَ الْاَمَۃُ رَبَّتَھَا] کہ ماں اپنی حاکمہ کو جنے گی یعنی بیٹی حاکمہ بن کر رہے گی اور ماں بیچاری اس کی نوکرانی بن کر رہے گی۔ اور آج کل تو یہ دیکھنے میں آتا ہی ہے صبح اٹھ کر بیٹی کو سکول جانے کے لئے بننے سنورنے کی وجہ سے فرصت نہیں ہوتی لہذا وہ تو آئینہ کے آگے سے ہٹتی نہیں اور ماں بیچاری اس کے لئے ناشتہ بھی بنا رہی ہے اور نوکرانی کی طرح دستر خوان پر یا ٹیبل پر بھی سجا رہی ہے اور اگر ناشتہ بنانے میں ذرا دیر ہو جائے تو یہ بیٹی صاحبہ چائے کی پیالی پہ زور سے ہاتھ مارتی ہے اور ماں کو سخت سست کہتی ہے اور نکل جاتی ہے۔ اتنی

بدتمیزی کر کے یہ نکل گئی اور ماں کی حالت دیکھو کہ وہ بیچاری بیٹھی کڑھ رہی ہوتی ہے کہ میری بیٹی بھوکی سکول چلی گئی۔ آج کل کے دور میں اس معاملہ میں بہت ہی زیادہ کوتاہی ہو رہی ہے۔ پہلی کمی تو یہ کہ نوجوان بچیاں مائیں تو بن جاتی ہیں مگر ان کو ماں کے مقام کا پتہ ہی نہیں ہوتا، وہ بچوں کی صحیح دینی تربیت ہی نہیں کرتیں۔ کئی لڑکیوں کو تو ٹی وی سے، ڈراموں سے، ناولوں سے فرصت ہی نہیں ہوتی لہذا بچہ خود بخود ساتھ ساتھ پل رہا ہوتا ہے۔ بچے کو وہ خود تو کچھ سکھاتی نہیں، کسی دوسرے نے کچھ سکھا دیا...... کسی نے کچھ سکھا دیا۔ اکثر و بیشتر یہ دیکھا کہ نوجوان لڑکیوں میں کیوں کہ فرنگیوں کی تہذیب کے اثرات بڑھتے جا رہے ہوتے ہیں ٹی وی پروگراموں اور فلموں کی وجہ سے اس لئے وہ اپنے بچے کو بھی فرنگیوں کا نمونہ بنانا چاہتی ہیں۔ یہ دکانوں پر جائیں گی تو پینٹ اور شرٹ خرید کر لائیں گی تا کہ اچھا خاصہ نصرانی نظر آئے، ایک ایک چیز اس کی فرنگیوں جیسی۔ کوئی پوچھے تو صحیح اس ماں سے کہ تم بغیر تنخواہ کے کیوں انکی ایجنٹ بنی ہوئی ہو جس پروردگار نے تمہیں بیٹا دیا اور جس نبی علیہ السلام کی تم امتی ہو اور قیامت کے دن ان کی شفاعت چاہتی ہو، کیا تم اپنے بچے کو ان کے لباس میں نہیں رکھنا چاہتی؟

طفل سے بو آئے کیا ماں باپ کی اطوار کی
دودھ ڈبے کا پیا تعلیم ہے سرکار کی

اس لئے نوجوان بچیوں سے گذارش ہے کہ اپنے بیٹوں کو کالا انگریز نہ بنایئے ان کو لباس فرنگی پہنانا، بول چال فرنگی سکھانا، طور طریقہ سکھانا ایسا نہ ہو کہیں بڑے ہو کر اللہ حشر بھی انہیں کے ساتھ کر دے۔

ماں کے آنسوؤں کی قیمت

ماں کو چاہئے کہ اپنا مرتبہ پہچانے یاد رکھیں ماں کے آنسو دنیا کے سب سے زیا

وہ طاقتور چیز ہوتی ہے جو کام تلوار سے نہیں کیا جا سکتا، وہ کام ماں اپنے پیار سے کروا لیا کرتی ہے، چنانچہ جب ماں کی آنکھوں سے آنسو ٹپکتے ہیں تو پھر اولاد اپنی زندگی کے بڑے بڑے فیصلے کر دیا کرتی ہے، اسلئے ماں کو چاہیئے کہ اپنی محبتیں اپنی شفقتیں اس پر خرچ کریں کہ اولاد دیندار بن جائے اور دین اسلام کو اپنے جسم پر سجائے اور اللہ تعالیٰ کے بندے بن کر زندگی گذارنے والے بن جائیں اور اگر ماں ہی بگڑی ہوئی ہو تو پھر اولاد کیا سنورے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنا بھی فرمانبردار بندہ بنائے اور ہماری اولادوں کو بھی تابع فرمان بنائے۔

(آمین ثم آمین)

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تربیت اولاد اور ماں کی شخصیت

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

محبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

تربیتِ اولاد اور ماں کی شخصیت

ماں کی گود...... پہلا مدرسہ

انسانی زندگی کی ابتداء ماں کے بطن سے ہوتی ہے، بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر دنیا میں آتا ہے۔ اسی لئے ماں کی گود کو بچے کا پہلا مدرسہ کہا جاتا ہے۔ آئندہ کے ایک دو بیانات عورت کی تعلیم کی ضرورت، عورت بچوں کی تربیت کیسے کرے اس عنوان پر رہیں گے۔ امید ہے کہ سب مستورات توجہ سے سنیں گی، اہم نکات کو لکھ کر محفوظ کریں گی اور ان باتوں کو عملی جامہ پہنائیں گی تاکہ اس سے ان کو دینی دنیاوی سب فوائد حاصل ہو سکیں۔ فارسی کا ایک شعر ہے،

؎ خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

جب کوئی مستری کسی دیوار کی پہلی اینٹ ہی ٹیڑھی رکھ دیتا ہے۔ دیوار آسمانوں تک چلی جائے اس کا ٹیڑھ پن بڑھتا چلا جاتا ہے۔

بالکل اسی طرح اگر کسی ماں کی اپنی زندگی میں دین داری نہیں اور وہ بچے کی پرورش کر رہی ہے تو وہ بچے میں دین کی محبت کیسے پیدا کر پائے گی۔ اس لئے اس کی زندگی کی پہلی اینٹ کو ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے۔ ماؤں کی گود کو دینی گود بنانے کی ضرورت ہے۔

ماں کو دینی تعلیم کی ضرورت

آج بچیاں اپنی عمر کی وجہ سے ماں بن جاتی ہیں لیکن دینی تعلیم نہ ہونے کی وجہ

سے ان کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ کیا کرنا ہے۔ وہ ماں کے مقام سے واقف نہیں ہوتیں ...... ماں کی ذمہ داریوں سے واقف نہیں ہوتیں ...... بے چاری اپنی عقل سمجھ کی وجہ سے جو سمجھتی ہے کرتی رہتی ہے۔ کتنا اچھا ہوتا کہ اس کو دین کی تعلیم ملی ہوتی ...... قرآن اور حدیث کے علوم اس کے سامنے ہوتے ...... اللہ والوں کی زندگیوں کے حالات اس کو معلوم ہوتے ...... قدم قدم پر یہ بچے کو اچھی ہدایات دیتی ...... نصیحتیں کرتی ...... دعائیں کرتی ...... اس کی محبت بھری باتیں بچے کی زندگی میں نکھر کر سامنے آجاتیں۔ اس لئے عورتوں کو دینی تعلیم دینا انتہائی ضروری ہے۔ یہ عاجز پہلے بھی کئی مرتبہ کہہ چکا کہ اگر کسی انسان کے دو بچے ہوں ایک بیٹا اور ایک بیٹی اور اس کی حیثیت اتنی ہو کہ دو میں سے ایک کو تعلیم دلوا سکے تو اس کو چاہیے کہ بیٹی کو تعلیم پہلے دلوائے۔ اس لئے کہ مرد پڑھا فرد پڑھا عورت پڑھی خاندان پڑھا۔

عورتوں کی دین میں آگے بڑھنے میں رکاوٹ

آج کل کے مردوں میں ایک بات عام مشہور ہے کہ جی حدیث پاک میں آیا ہے کہ عورتیں عقل اور دین میں ناقص ہوتی ہیں، یہ بات سو فیصد ٹھیک ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی عقل میں جذباتیت بہت ہے، ذرا سی بات پر بھڑک اٹھتی ہیں۔ محسوس جلدی کر لیتی ہیں، نرم بھی جلدی ہو جاتی ہیں گرم بھی جلدی ہو جاتی ہیں۔ تو یہ عقل کی افراط و تفریط کمی بیشی، تو یہ عقل کا نقص ہے۔ دوسرا اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ پاتیں، جذبات میں آجائیں تو دین کی باتیں بھی ٹھکرا بیٹھتی ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ ان میں عقل اور دین کی کمی ہے ویسے اگر یہ کسی کام کرنے پر تل جائیں تو ماشاء اللہ کر کے دکھا دیا کرتی ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

مَا رَأَيْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَّ دِيْنٍ اَذْهَبَ لِلرَّجُلِ الْهَادِمِ مِنْ

اِحْذِیْ کل (الحدیث)

کہ عورتوں کو عقل اور دین کے جیسا ناقص نہیں دیکھا لیکن یہ ایسی ناقصات ہیں کہ بڑے بڑے عقل مند مردوں کی عقل کو اڑا دیتی ہیں۔اس لئے یہ بات تجربے میں آئی کہ عورتیں جب کسی چیز کو منوانے پر تل جائیں، یہ ضد کریں، ہٹ دھرمی کریں یا خاوند کو پیار محبت کی گولی کھلائیں تو خاوند کو مجبور کر کے اپنی بات منوالیتی ہیں۔سوچنے کی بات ہے جب یہ دنیا کی باتیں منوالیتی ہیں تو دین کی بات کیوں نہیں منوا سکتیں۔ اس میں غلطی مردوں اور عورتوں دونوں کی طرف سے ہے۔بعض گھروں کے مرد چاہتے ہیں کہ عورتیں دین میں آگے بڑھیں مگر عورتوں کے دل میں شیطانیت غالب ہوتی ہے، رسم ورواج کی محبت ہوتی ہے وہ آگے قدم نہیں بڑھاتیں اور دین دارانہ زندگی گزارنے پر آمادہ نہیں ہوتیں۔اور بعض گھروں میں عورتیں دیندار ہوتی ہیں وہ چاہتی ہیں کہ ہمارے مرد نیک بن جائیں لیکن مردوں کی عقل پہ پردے پڑ چکے ہوتے ہیں وہ سنی ان سنی کر دیتے ہیں۔بے چاری، وردکے ان کو سمجھاتی ہیں کہ یوں نہ کرو، یہ گناہ نہ کرو، یہ گناہ نہ کرو مگر یہ توجہ بھی نہیں کرتے تو ایسے مردوں کی وجہ سے گھر کی عورتوں کے میں رکاوٹیں آجاتی ہیں۔تو کسی گھر میں عورت رکاوٹ بنتی ہے اور کسی گھر میں مرد رکاوٹ بنتا ہے۔تاہم ان رکاوٹوں کو عبور کرنے کی ضرورت ہے۔مردوں میں جہاں دین داری کا شوق ہوتا ہے اسی طرح عورتوں میں بھی دین داری کا شوق ہوتا ہے۔ان کے اندر روحانی ترقی کرنے کی خاصیت اور صلاحیت موجود ہوتی ہے۔اگر ان کے دل میں اللہ رب العزت کی معرفت حاصل کرنے کا شوق آجائے تو راتوں کی عبادت ان کے لئے مشکل نہیں۔تہجد کی پابندی ان کے لئے مشکل نہیں، پانچ وقت کی نماز کا اہتمام ان کیلئے مشکل نہیں۔

واشنگٹن کی نومسلم خاتون اور محبت الٰہی

اس عاجز کو ایک مرتبہ واشنگٹن سٹیٹ میں جانا ہوا۔ ایک نئی مسلمان عورت کچھ سوالات پوچھنے کے لئے آئی۔ پردے کے پیچھے بیٹھ کے اس نے پوچھا کہ میں پہلے یہودن تھی پھر مسلمان بنی تو چند سوالات تھے جن کے جوابات اس کو دے دیئے۔ اس جگہ کی مسلمان عورتیں اسکی بڑی تعریفیں کرتی تھیں۔ تو باتوں کے دوران ہی ایک عورت نے بتایا کہ یہ نماز کا اتنا اہتمام کرتی ہے کہ اس نے نمازوں کے لئے مستقل، علیحدہ، خوبصورت پوشاکیں سلوائی ہوئی ہیں۔ ہر نماز کے لئے وضو کرتی ہے، اچھے کپڑے پہنتی ہے، اس وقت اپنی عبا پہنتی ہے جو بہت خوبصورت ہوتی ہے جیسے یہ کسی ملک کی ملکہ ہے اور وہ پہن کر مصلے پر آ کر ایسے جم کے نماز پڑھتی ہے جیسے ڈوب چکی ہو۔ عورتیں کہتی ہیں کہ ہم تو اس کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتی ہیں تو گفتگو کے دوران میں نے اس عورت سے پوچھا کہ آپ جو نماز کا اتنا اہتمام کرتی ہیں اس کی کوئی خاص وجہ؟ اس نے کہا کہ میں نے قرآن مجید میں پڑھا، اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے حکم فرمایا

خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (الاعراف)

"تم اگر مسجد میں آؤ تو زینت اختیار کر کے آؤ" میں سمجھ گئی کہ اللہ رب العزت چاہتے ہیں کہ مصلے پر ہاتھ باندھ کر جو میرے سامنے کھڑا ہو اس نے صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے ہوں...... اور دنیا کا بھی دستور ہے کہ جب کسی دفتر میں کسی افسر کے سامنے کوئی پیش ہوتا ہے تو اچھے لباس میں جاتا ہے تو کہنے لگی کہ میں تو احکم الحاکمین کے سامنے کھڑی ہوتی ہوں اس لئے میں پوشاک پہن کر حاضر ہوتی ہوں کہ میرے مولیٰ اسے پسند کرتے ہیں۔ پھر جب میں تکبیر پڑھ دیتی ہوں تو دنیا کو بھول جاتی ہوں، سمجھتی ہوں کہ بیت اللہ میرے سامنے ہے... جنت میرے

دائیں طرف ہے...... جہنم بائیں طرف ہے...... ملک الموت میری روح کو قبض کرنے کے لئے پیچھے موجود ہے اور یہ زندگی کی آخری نماز ہے جو میں پڑھ رہی ہوں۔ سبحان اللہ۔ تو آج بھی دنیا میں اللہ رب العزت کی ایسی نیک بندیاں دنیا میں موجود ہیں جو اپنی ہر نماز کو زندگی کی آخری نماز سمجھ کر پڑھتی ہیں۔ تو عورت کے دل میں اگر نیکی کا جذبہ آجائے تو پھر یہ نیکی کے بڑے بلند مقامات حاصل کر لیتی ہے۔

مسلم خواتین کی دینی خدمات

اللہ تعالیٰ نے گو اس کو نبیہ نہیں بنایا مگر نبیوں کی ماں ضرور بنایا ہے۔ نبی اس لئے نہیں بنایا گیا کہ نبی جو آتے ہیں تو ان کے ذمے انسانوں کی تربیت ہوتی ہے۔ اب عورت ہو اور اس کے ذمے غیر مردوں کی تربیت کا کام ہو تو یہ کتنا مشکل معاملہ ہے۔ اسی لئے شریعت نے عورت کو قاضیہ اور چیف جسٹس بنانے کی اجازت نہیں دی کہ دونوں میں مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو سامنے دیکھنا پڑتا ہے۔ ان کے حالات کا جائزہ لینا پڑتا ہے، کھود کرید کرنی پڑتی ہے تو غیر محرم مردوں کے احوال میں عورت اگر دخل اندازی کرتی تو فتنے ہوتے۔ ان فتنوں کے سدِ باب کے لئے شریعت نے یہ بوجھ عورت کے سر پر نہیں رکھا اس کے سوا ولایت کے جتنے بھی مقامات ہیں وہ عورتیں حاصل کر سکتی ہیں۔ یہ قرآن مجید کی مفسر بھی بن سکتی ہیں، نبی ﷺ کی احادیث بھی روایت کر سکتی ہیں۔

طحاوی شریف کیسے لکھی گئی؟

ایک کتاب درس نظامی کے اندر موجود ہے جو بھی عالم بنتا ہے اس کتاب کو ضرور پڑھتا ہے۔ امام ابو جعفر طحاویؒ کی طحاوی شریف، یہ کتاب کیسے لکھی گئی؟ امام صاحب حدیث بیان کرتے تھے اور ان کی بیٹی اس کتاب کی املاء کیا کرتی تھی۔

ان کی بیٹی کی املاء شدہ کتاب تھی جو آگے چلی اور آج اس سے احادیث پڑھ کر سب لوگ عالم بنتے ہیں۔ یوں سمجھئے کہ جتنے لوگ بھی عالم بن رہے ہیں ان کے علم میں امام ابو جعفرؒ کی بیٹی کا حصہ بھی موجود ہے۔ یہ سب کے سب ان کے روحانی شاگرد بن گئے تو عورت ایسے بھی نیکی کے کام کرسکتی ہے کہ قیامت کے دن وہ کروڑوں انسانوں کو علم پہنچانے کا ذریعہ بن جائے۔

اس عاجز نے ایک چھوٹی سی کتاب ترتیب دی ہے ''خواتین اسلام کے کارنامے'' اس میں مختلف باب ہیں کہ عورتوں نے علوم قرآن کی کیسے خدمت کی۔ علوم حدیث میں کیسے خدمت کی، معرفت کے میدان میں عورتوں نے کون سے درجات حاصل کئے، جہاد کے میدان میں کیا خدمات دیں، تربیت کے عنوان پر بچوں کی کیسے شاندار تربیت کی۔ یہ سب واقعات اس چھوٹی سی کتاب میں اکٹھے کر دیئے گئے ہیں تاکہ عورتیں اس کو پڑھیں اور ان کو پتہ چلے کہ عورتیں دنیا میں فقط کچن کے کام کرنے کے لئے پیدا نہیں ہوئیں۔ وہ تو زندگی کی ایک ضرورت ہے مقصد زندگی کچھ اور ہے اور ہمیں اس مقصد کو ہر وقت سامنے رکھنا ہے۔ عورت اگر چاہے تو یہ دین میں بہت زیادہ ترقی حاصل کرسکتی ہے بلکہ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ ایک طالب علم ہونے کے ناطے عورت ولایت کے میدان میں اتنا مرتبہ حاصل کرسکتی ہے کہ یہ بڑے بڑے ولیوں کی مربیہ بھی بن جاتی ہے۔

حضرت رابعہ بصریہؒ کا نکتۂ معرفت

حسن بصریؒ اس امت کے بڑے اولیاء میں سے گزرے ہیں۔ ان کے زمانے میں ایک خاتون تھیں جن کا نام رابعہ بصریہؒ ہے۔ یہ کبھی کبھی ان کے پاس جایا کرتی تھیں کچھ مسائل پوچھنے کیلئے، بات پوچھنے کے لئے۔ ایک مرتبہ جو ان کے گھر گئیں پتہ چلا کہ وہ دریا کی طرف گئے ہیں۔ گرمی کا موسم تھا بہت زیادہ شدت کی

گری تھی اہل خانہ نے بتایا کہ وہ دریا کے کنارے اس لئے گئے ہیں کہ وہاں بیٹھ کر اللہ اللہ کروں گا۔ انہوں نے بات ضروری پوچھنی تھی یہ بھی دریا کے کنارے کی طرف چل پڑیں۔ بڑھاپے کی عمر تھی جب دریا کے کنارے پر پہنچیں تو کیا دیکھا کہ حسن بصریؒ نے کنارے کی بجائے پانی پر دریا کے اوپر مصلّٰی بچھایا ہوا ہے اور اللہ رب العزت کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں یہ گویا ان کی کرامت تھی جو اللہ رب العزت نے اس وقت ان پر ظاہر کر دی تھی۔ یہ ایک طرف بیٹھ کر دیکھتی رہیں جب حسن بصریؒ نماز سے فارغ ہوئے، انہوں نے رابعہ بصریہ کو دیکھا تو سلام کیا۔ رابعہ بصریہ نے انہیں کہا اگر ''بہ ہوا روی مگسے باشی''، اگر تو ہوا پر چلتا ہے تو مکھی کی مانند ہے، ''وبر آب روی خسے باشی''، اگر تو پانی پر تیرتا ہے تو تو تنکے کی مانند ہے۔ ''دل بدست طاقت کے باشی''، اپنے دل کو قابو میں کر لے تا کہ تو کچھ تو بن جائے۔

حسن بصریؒ نے اقرار کیا کہ واقعہ مجھ سے غلطی ہوئی، مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ دیکھئے اتنے بڑے ایک ولی کو اتنا پیارا مشورہ کس نے دیا ایک عورت نے دیا جو خود ولایت کے مقامات کی معرفت حاصل کر چکی تھی۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ امت کی محسنہ

سیدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پوری امت کی استاد ہیں، محسنہ ہیں، والدہ ہیں، محبوبۂ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان کے امت پر کتنے احسانات ہیں ہم حیران ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث پاک میں آتا ہے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا' کہ جس کے تین بچے ہوئے اور وہ فوت ہوگئے قیامت کے دن یہ تین بچے اس کی شفاعت کریں گے اور اپنے والدین کو ساتھ لے کر جنت میں جائیں گے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنی اگر

وہ سن کر خاموش رہتیں تو تین بچوں کی شفاعت والی حدیث امت تک نہ پہنچتی مگر وہ خاموش نہیں رہیں۔ انہوں نے آپ ﷺ سے سوال پوچھا، اتنی خوبصورت بات کہی کہ امت کے لئے آسانیاں کردیں۔ پوچھنے لگیں، اے اللہ کے محبوب ﷺ! اگر کسی کے دو بچے بچپن میں فوت ہوئے اور وہ قبرستان میں پہنچے تو اس کا کیا ہوگا۔ نبی ﷺ نے فرمایا، وہ بھی اسکی شفاعت کریں گے۔ والدین کو جنت میں لے کر جائیں گے اس پر وہ خاموش نہیں ہوئیں۔ اگلا سوال پوچھا، اے اللہ کے محبوب! اگر کسی کا ایک بچہ ہو، بچہ تو بچہ ہوتا ہے پیارا ہوتا ہے، اگر وہ بچپن میں جدا ہو کر قبرستان پہنچ گیا تو وہ والدین کی شفاعت نہیں کرے گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا، وہ بھی شفاعت کرے گا اور اپنے والدین کو جنت میں لے کر جائے گا۔ جب یہ بات پوچھ لی تو بات مکمل ہوگئی تھی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پھر ایک اور بات پوچھی کہ اے اللہ کے محبوب ﷺ! اگر کوئی عورت حاملہ ہوئی اور اتنا وقت گزر گیا کہ بچے میں جان پیدا ہوگئی مگر کسی وجہ سے Miss Carriage (اسقاط) ہوگیا، عورت کو ولادت کی تکلیف تو ہوتی ہی ہے۔ اس ماں نے بھی تو تکلیف اٹھائی تو کیا اس تکلیف اٹھانے پر اس کو اجر نہیں ملے گا؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا' اس قسم کا بچہ بھی جس میں زندگی پیدا ہو چکی تھی قبرستان میں چلا گیا تو وہ بھی شفاعت کرے گا اور اپنی ماں کو لے کر جنت میں جائے گا۔ اب یہ دیکھئے کہ ان کا کتنا بڑا احسان ہے اگر وہ آگے سے کوئی بات نہ پوچھتیں تو تین بچوں والی حدیث نبی ﷺ نے فرمادی تھی بات یہیں ختم ہو جاتی لیکن ان کے سوالات کی وجہ سے امت کے لئے آسانیاں ہو گئیں اور امت پر اجر کے دروازے کھلتے چلے گئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا امت کی محسنہ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ امام المفسرین کہلاتے ہیں۔ یہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے شاگرد تھے،

پردے میں بیٹھ کر یہ ان سے تفسیر کے نکات پوچھا کرتے تھے۔ یہی نہیں کہ صرف صحابہ کرامؓ تک یہ سلسلہ رہا بلکہ بعد کے اولیاء میں بھی ایسی باخدا عورتیں گزریں جنہوں نے اپنے بچوں کی تربیت کی اور ان کو معرفت کی باتیں سکھائیں۔

امام غزالیؒ کی والدہ کا علم معرفت

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ دو بھائی تھے ایک کا نام محمد رحمۃ اللہ علیہ تھا اور ایک کا نام احمد رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ محمد غزالیؒ اور احمد غزالیؒ، دونوں بھائی بڑے نیک تھے مگر ایک کا رجحان علم کی طرف زیادہ تھا اور دوسرے کا رجحان ذکر کی طرف زیادہ تھا۔ جس کو ہم امام غزالیؒ کہتے ہیں یہ عالم تھے، اپنے وقت کے بہت بڑے واعظ اور خطیب تھے، اپنے وقت کے قاضی تھے، ایک بڑی مسجد کے امام بھی تھے۔ ان کے چھوٹے بھائی احمد غزالیؒ ذکر و اذکار میں لگے رہتے اور ان کی عادت تھی کہ مسجد میں جا کر نماز پڑھنے کی بجائے اپنی نماز خلوت میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ ایک دن امام محمد غزالیؒ نے اپنی والدہ سے عرض کیا، اماں! لوگ مجھ پر اعتراض کرتے ہیں کہ تیرا سگا بھائی تیرے پیچھے نماز نہیں پڑھتا' اپنی علیحدہ نماز پڑھ لیتا ہے آخر کیا بات ہے۔ تو آپ بھائی سے کہیں کہ الگ پڑھنے کی بجائے میرے پیچھے جماعت سے نماز پڑھ لیا کریں۔ ماں نے چھوٹے بیٹے کو بلایا، بیٹے! تم بڑے بھائی کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو۔ کہنے لگے ٹھیک ہے امی! میں پڑھوں گا۔ چنانچہ اگلی نماز میں امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے امامت کروائی اور احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے پیچھے نیت باندھ لی۔ جب دوسری رکعت میں کھڑے ہوئے تو احمد غزالیؒ نے نماز کی نیت توڑ دی اور جماعت سے نکل کر علیحدہ نماز پڑھی اور گھر آ گئے۔ اب نماز کے بعد لوگوں نے امام محمد غزالیؒ پر اور زیادہ اعتراضات کیے کہ تیرے بھائی نے تو ایک رکعت پڑھی اور دوسری رکعت میں نماز توڑ کر چلے گئے، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بڑے مغموم

ہوئے۔ پریشان ہوئے پھر آکر والدہ کی خدمت میں عرض کیا اماں بھائی نے تو ایک رکعت پڑھی پھر نماز توڑ کر آ گئے، میرے اور زیادہ بے عزتی کروادی۔ اماں نے بلا کر پوچھا، بیٹے! تو نے یہ کیا کام کر دکھایا؟ بیٹے نے کہا امی! جب تک یہ اللہ کی نماز پڑھ رہے تھے میں ان کے پیچھے کھڑا تھا، جب یہ اللہ کی نماز پڑھنے کی بجائے اور چیزوں میں مشغول ہو گئے تو میں نے نماز توڑ دی۔ امی انہی سے پوچھو، ماں نے پوچھا، محمد غزالیؒ! کیا معاملہ ہے؟ امام غزالیؒ کی آنکھوں سے آنسو آ گئے، امی بھائی کہتا تو ٹھیک ہے۔ میں نے جب نماز کی نیت باندھی تو میری توجہ اللہ رب العزت کی طرف تھی، میں نماز کی پہلی رکعت توجہ سے پڑھتا رہا۔ جب دوسری رکعت میں کھڑا ہوا تو میں نماز سے پہلے عورتوں کے حیض ونفاس کا مطالعہ کر رہا تھا تھوڑی دیر کے لئے انہی مسائل کی طرف میرا دھیان چلا گیا تھا پھر میں نے توجہ ٹھیک کر لی۔ جب یہ بات انہوں نے کی تو ماں نے ٹھنڈی سانس لی، دونوں بیٹے حیران ہوئے اماں! آپ ٹھنڈی سانس کیوں لے رہی ہیں؟ کہنے لگی میرے دو بیٹے اور دونوں کسی کام کے نہ ہوئے۔ ان کو سن کر بڑی حیرانی ہوئی۔ امام محمد غزالیؒ نے کہا امی! میں بھی کسی کام کا نہیں، امام احمد غزالیؒ نے پوچھا امی میں بھی کسی کام کا نہیں؟ ماں نے کہا، ہاں تم دونوں تو میرے کسی کام کے بیٹے نہ بنے۔ انہوں نے پوچھا کہ وجہ کیا ہے؟ ماں نے کہا، ایک آگے نماز پڑھانے کھڑا ہوا تو وہ عورتوں کے حیض ونفاس کے بارے میں سوچ رہا تھا اور دوسرا اس کے پیچھے کھڑا ہوا وہ بھی خدا کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے بھائی کے قلب میں جھانک رہا تھا۔ دونوں میں سے کسی کی توجہ اللہ کی طرف نہیں تھی تو میرے بیٹوں میں سے کوئی بھی کام کا نہ بنا۔ سوچنے کی بات ہے جب عورت معرفت کا علم حاصل کرتی ہے تو اتنی بلندیوں کو پالیتی ہے کہ بڑے بڑے دلیوں کی تربیت کرتی ہے اور ان کو معرفت کے نکات سمجھا دیتی ہے۔

عورت کی تحمل اور برداشت کی صلاحیت

اللہ رب العزت نے عورت کے اندر بڑی غیر معمولی صلاحیتیں رکھی ہیں۔ عام طور پر کہتے ہیں کہ عورت کے اندر جلد بازی ہوتی ہے لیکن اگر اس میں علم آ جائے، تربیت ہو جائے تو اس کے اندر بڑی تحمل مزاجی پیدا ہو جاتی ہے، صبر بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ جتنا زیادہ صبر عورت کر سکتی ہے شاید میری نظر میں مرد بھی اتنا صبر نہیں کر پاتے۔ جتنی تحمل مزاجی عورت میں آ سکتی ہے اتنی تحمل مزاجی تو شاید مرد میں بھی پیدا نہیں ہو سکتی اور اس کی کئی مثالیں ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کا صبر و تحمل

چنانچہ ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ایک بچہ تھا چھ سات سال کا، سفر پر جانا پڑا۔ بچہ پیچھے بیمار تھا، جس رات وہ سفر سے واپس ہوئے اسی رات وہ بچہ فوت ہو گیا۔ بیوی نے کیا کیا کہ بچہ کو نہلا کر کپڑا اوپر ڈال دیا۔ خاوند آئے ان کا استقبال کیا اور ان کو بٹھایا۔ انہوں نے آتے ہی پوچھا کہ میرے بیٹے کا کیا حال ہے؟ فرمانے لگیں، الحمد لله بعافية و خير۔ اللہ کی تعریفیں ہیں کہ بیٹا عافیت اور خیریت کے ساتھ ہے۔ خاوند سمجھے کہ وہ سو رہا ہے چنانچہ انہوں نے کھانا کھایا، کھانا کھانے کے دوران میاں بیوی دونوں بات چیت کرنے لگے، آپس میں الفت و محبت کی باتیں ہونے لگیں اور خاوند کا مزاج محبت کی طرف مائل ہوا۔ تو اس وقت اپنے خاوند سے پوچھتی ہیں کہ مجھے آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا ہے کہ اگر کوئی کسی کو امانت دے اور کچھ وقت کے بعد واپس مانگے تو خوشی خوشی امانت دینی چاہیے یا اسکو تنگ دل ہو کر امانت دینی چاہیے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خوشی خوشی دینی چاہیے، امانت تو اس کا حق ہوتا ہے جب انہوں نے یہ بات کہی تو فرمانے لگیں

، اللہ رب العزت نے بھی ہم دونوں کو ایک امانت دی تھی ، اللہ رب العزت نے وہ امانت واپس لے لی ہے۔ اب آپ بھی خوشی خوشی اس امانت کو واپس کر دیجیے۔ حیران ہو کر پوچھنے لگے کیا بات ہے؟ فرمانے لگیں کہ بیٹا فوت ہو گیا ہے، میں نے نہلا دیا، کفن پہنا دیا لیٹا ہوا ہے، اسے جا کر قبرستان میں دفن کر دیجیے۔ سوچنے کی بات ہے کہ عورت کے اندر کیسے صبر کا پہاڑ آ گیا، علم نے اس کو پہاڑ کی طرح استقامت عطا فرما دی۔ آج کی عورتیں ہوتیں رو رو کے حال برا کیا ہوتا، خاوند آتا بیوی کو دیکھ کر اس کو بھی رونا پڑتا، کہرام مچا ہوا ہوتا۔ مگر وہ عورتیں اس بات کو سمجھتی تھیں انہوں نے سوچا کہ میرا خاوند پردیس سے آ رہا ہے، آتے ہی اسے یہ خبر ملے گی تو صدمہ پہنچے گا، تو میں اپنے خاوند کو صدمے سے بچا لوں۔ کتنی اچھی بیوی تھی کہ جس نے خاوند کا محبت سے استقبال کیا اور کھانا کھلایا اور جب میاں بیوی دونوں محبت پیار کی باتیں کر چکے اور خاوند کا دل اس وقت ہر بات کو سننے کے لئے آمادہ ہو گیا تب اس کو بات بتائی۔ تب ان کے خاوند نے جا کر اپنے بیٹے کو دفن کیا تو عورت کے اندر تو ایسا تحمل بھی پیدا ہو جاتا ہے۔

سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ کی امام الانبیاء ﷺ کو تسلی

امت کی محسنہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کے امت پر بڑے احسانات ہیں چنانچہ جب نبی ﷺ کا ان سے نکاح ہوا تو انہوں نے اپنا پورا مال نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ نبی ﷺ نکاح سے پہلے مدینے کے فقراء میں سے سمجھے جاتے تھے کہ جن کے پاس پیسوں کی کمی ہوتی لیکن نکاح کے بعد مدینہ کے امراء میں شامل ہو گئے۔ اللہ نے وہ سب مال دین کی خاطر خرچ کروا دیا۔ چنانچہ جب نبی ﷺ غار حرا میں تشریف لے جاتے تھے، ایک دن آپ ﷺ پر وحی اتری۔ آپ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو اصلی شکل میں دیکھا ان کے چھ سو

پر تھے۔حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ ایک پر کو پھیلائیں تو وہ مشرق ڈھانپ لیتا ہے اور دوسرے کو پھیلائیں تو وہ مغرب کو ڈھانپ لیتا ہے۔اتنا بڑا ان کا قد ہے کہ وہ پورے آسمان کو ڈھانپ لیتے ہیں چہرہ ان کا سورج سے سے زیادہ روشن ہے اور اتنی زیادہ برق رفتاری ہے اگر بارش کا قطرہ زمیں سے ایک بالشت اونچا ہو اس سے پہلے کہ وہ قطرہ زمین پر گرے جبرائیل علیہ السلام سدرۃ المنتہی سے زمین پر آکر پھر واپس جا سکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اتنی تیز رفتاری عطا فرمائی۔اب اتنے بڑے فرشتے کو آپ ﷺ نے پہلی مرتبہ اصلی حالت میں دیکھا تو نبی ﷺ کے اوپر ایک خوف کی سی کیفیت طاری ہو گئی۔چنانچہ آپ گھر آئے، بخاری شریف کی روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا، زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ ''مجھے کمبل اوڑھادو، کمبل اوڑھادو''۔چنانچہ بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ نے فوراً کمبل اوڑھادیا۔آپ ﷺ لیٹ گئے۔نبی ﷺ نے فرمایا لَقَدْ خَشِیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ (الحدیث) مجھے ڈر ہے کہیں میری جان نہ نکل جائے۔پوچھا اے میرے آقا! کیا ہوا؟ نبی ﷺ نے پورا واقعہ سنایا۔کوئی آج کی عورت ہوتی تو رونے پیٹنے بیٹھ جاتی میرے خاوند پر اثر ہو گیا، میرے خاوند نے جن دیکھ لیا، میرے خاوند پر کسی نے کچھ کر ڈالا، میری زندگی کا کیا بنے گا۔مگر وہ ایسی عورت نہیں تھیں انہوں نے اتنی بڑی بات سن لی مگر پھر کہنے لگیں اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ اطمینان رکھئے۔ کَلَّا ہرگز نہیں وَ اللّٰہِ اللہ کی قسم لَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا اللہ رب العزت آپ کو کبھی ضائع نہیں کریں گے، رسوا نہیں کریں گے۔اِنَّکَ تَصِلُ الرَّحِمَ آپ ﷺ تو صلہ رحمی کرنے والے ہیں وَ تَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ جس کے پاس کچھ نہیں ہوتا اس کو کما کر دینے والے ہیں وَ تُقْرِی الضَّیْفَ آپ مہمان نوازی کرنے والے ہیں وَ تَحْمِلُ النَّوَائِبَ اور آپ تو دوسروں کا بوجھ اٹھانے والے ہیں۔وَ تُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ اور

آپ ﷺ تو نیک باتوں میں مدد اور تعاون کرنے والے ہیں۔ چنانچہ ان الفاظ سے نبی ﷺ کو تسلی دی۔ آج کون بیوی ہے جس کا خاوند پریشان ہو اور وہ خاوند کی اچھی صفات گنوا کر کہے کہ آپ کے اندر یہ یہ اچھی باتیں ہیں، اللہ آپ کی مدد کریں گے۔ عورتیں تو ایسے موقع پر اور زیادہ دوسروں کا دل توڑا کر بیٹھتی ہیں مگر خدیجۃ الکبریٰؓ کا احسان ہے کہ انہوں نے تسلی کے الفاظ بھی کہے۔ پھر ان کا جگر بھی دیکھیے، ان کا دل دیکھیے یہی نہیں کہ زبانی تسلی دی بلکہ نبی ﷺ کی تھوڑی سی حالت بہتر ہوئی تو آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ کر وہ آپ ﷺ کو اپنے ایک رشتہ دار کے پاس لے گئیں جن کا نام ورقہ بن نوفل تھا۔ یہ پہلے تو مشرکین میں سے تھے لیکن انہوں نے کتاب کا علم حاصل کیا اور وہ کتاب کی کتابت کیا کرتے تھے اور اہل کتاب میں شامل ہو گئے تھے۔ مشرکین میں سے یہی ہیں جن کا شمار اہل کتاب میں سے ہوا۔ انہوں نے ان کو جا کر کہا کہ یہ آپ کے بھتیجے کیا کہتے ہیں۔ اِسْمَعْ ابْنَ اَخِیْکَ اپنے بھائی کے بیٹے کی بات تو سنئے یعنی سنئے کہ نبی ﷺ کیا کہتے ہیں۔ ورقہ بن نوفل نے کہا، یَا ابْنَ اَخِیْ مَارَأَیْتَ اے میرے بھائی کے بیٹے! تو نے کیا دیکھا۔ نبی ﷺ نے پورا واقعہ سنایا پھر انہوں نے فرمایا اَبْشِرْ اَبْشِرْ آپ ﷺ کو بشارت ہو خوشی ہو، هٰذَا النَّامُوْسُ الَّذِیْ یہ وہ ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر وحی لاتا تھا، یہ آپ پر بھی خدا کا پیغام لے کر آیا ہے پھر فرمایا میں بوڑھا ہوں اگر میں زندہ ہوتا تو تمہاری مدد کرتا۔ سبحان اللہ۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا پوری امت پر احسان دیکھیے، انہیں زبان سے بھی تسلی دی اور اپنے عمل سے بھی انہوں نے ایسے شخص کے پاس آپ ﷺ کو پہنچایا جنہوں نے پورے معاملہ کو کھول کر رکھ دیا۔ تو جب یہ عورتیں دین کو سمجھ لیتی ہیں تو پھر ان کے دلوں میں پہاڑوں جیسی استقامت آ جاتی ہے، غیر معمولی تحمل مزاجی آ جاتی ہے، بڑے بڑے صدمے آرام

سے برداشت کر جاتی ہیں، حتیٰ کہ مرد بھی حیران ہو جاتے ہیں۔ یہ سب برکتیں دینداری کی ہیں، علم دین کی ہیں اور اگر وہ علم دین سے بے چاری محروم ہوں تو ان کا کیا قصور، پھر تو یہ تھوڑ دلی ہوتی ہیں۔ بے چاری چھوٹی چھوٹی مکڑیوں سے ڈرتی ہیں اور کبھی کبھی تو صرف آندھی سے دروازہ کھٹک جائے تب بھی ڈر پڑتی ہیں۔ ان کا دل اتنا چھوٹا ہوتا ہے اس لئے ان کو دین کا علم سکھانا اور دین دار بنانا انتہائی ضروری ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی پھوپھی کا صبر

نبی ﷺ نے جنگ احد میں جب اپنے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا ان کی لاش کا مثلہ بنا پڑا تھا، ان کا دل نکال لیا گیا تھا اور ان کی آنکھیں نکال لی گئی تھیں، کان کاٹ دیئے گئے تھے، ہندہ نے ان کا ہار بنا کر اپنے گلے میں پہنا تھا اب سوچئے پیچھے لاش کا کیا حال ہوگا۔ نبی ﷺ نے دیکھا تو آپ ﷺ بہت آزردہ ہوئے آنکھوں میں سے آنسو آگئے اور آپ ﷺ نے اس وقت پابندی لگادی کہ میری پھوپھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بہن آپ کو دیکھنے کے لئے آئے گی تو ایسا نہ ہو کہ دوسری عورتوں کی طرح وہ دیکھے اور اسے صدمہ پہنچے۔ گھر کی عورتیں اپنے اپنے مردوں کو دیکھنے کے لئے آگئیں کہ ان کو نہلائیں دفنائیں تو اس وقت آپ ﷺ کی پھوپھی بھی آگئیں مگر صحابہؓ نے روک دیا کہ نبی ﷺ نے منع فرمادیا ہے کہ آپؓ اپنے بھائی کی لاش کو نہیں دیکھ سکتیں۔ انہوں نے پوچھا، نبی ﷺ نے کیوں منع فرما دیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کی لاش کو دیکھنے کا حوصلہ نہ رکھو گی۔ پوچھنے لگیں اے اللہ کی نبی ﷺ! میں اپنے بھائی کی لاش پر رونے کے لئے نہیں آئی میں تو اپنے بھائی کو مبارکباد دینے کے لئے آئی ہوں۔ جب نبی ﷺ نے یہ الفاظ سنے تو فرمایا، اچھا پھر تمہیں دیکھنے کی اجازت ہے۔ سوچئے کتنا بڑا دل کر لیا کہ میں تو اپنے

بھائی کو مبارک دینے کے لئے آئی ہوں تو یہ صبر وتحمل ان عورتوں میں آجاتا ہے۔ یہی نہیں کہ پہلے زمانے کی عورتوں میں تھا آج بھی جو دیندار عورتیں ہیں ان کے دلوں میں ایسی استقامت ہوتی ہے۔

ایک کروڑ پتی شخص کی حوصلہ مند بیوی

ہمارے قریبی لوگوں میں سے ایک آدمی کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ وہ 1971ء سے پہلے مشرقی پاکستان کے اندر کام کرتے تھے۔ ان کے بڑے بڑے Gas Stations تھے، کروڑوں روپے کے مالک تھے بلکہ اربوں کے مالک تھے، سینکڑوں کی تعداد میں ان کے گیس اسٹیشن تھے۔ اللہ کی شان دیکھئے اتنے مال پیسے والے تھے کہ ان کا ایک کام کرنے والا ان کے دو لاکھ روپے چوری کر کے بھاگ گیا انہوں نے اس کے خلاف کوئی ایکشن نہ لیا۔ کچھ عرصے کے بعد وہ پھر واپس آ گیا رونے دھونے لگا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی انہوں نے وہ دو لاکھ بھی معاف کر دیئے اور اس کو نوکری پر بھی بحال کر دیا۔ سوچئے کہ ان کا کتنا کاروبار اور مال ہو گا جن کو پرواہ ہی نہیں تھی دو لاکھ روپے کی۔ اتنا کچھ ان کا مال جائیداد تھی لیکن جب جنگ میں ڈھاکہ علیحدہ ہوا تو یہ اس حال میں کراچی اترے کہ ان کی بیوی کے سر پر فقط دوپٹہ تھا۔ دونوں کی جیبیں خالی تھیں کچھ ہاتھ میں نہیں تھا، سب کچھ وہاں چھوڑ آئے۔ اب کراچی میں ان کے ایک بھائی تھے، ان کے گھر آ کر ٹھہرے۔ وہ خود یہ واقعہ سناتے تھے کہ جب میں آیا تو مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ میں زندہ ہوں، میں کروڑوں اربوں پتی انسان اور آج ایک پیسہ بھی میرے پاس نہیں۔ میں کس سے مانگوں گا میں کیسے زندگی گزاروں گا۔

کہنے لگے قریب تھا کہ میرا Nervous break down ہو جائے مگر بیوی نیک تھی، دیندار تھی، پہچان گئی کہ خاوند کے اوپر یہ حالات آ گئے ہیں۔ چنانچہ

جب ہم کھانے کے دسترخوان پر بیٹھتے تو میرے بھائی اوران کے بچے بھی ہوتے تو میری بیوی یہ واقعہ چھیڑتی اور کہتی کہ ہمارے اوپر اتنا بڑا صدمہ آیا، میں عورت ہوں میں زیادہ گھبرا گئی ہوں اور میرے خاوند کو تو اللہ نے پہاڑ جیسا دل دے دیا ہے، انہوں نے اس کو ہاتھ کی میل بنا کرا تار دیا ہے، ان کو تو پرواہ ہی نہیں۔ کہنے لگے میں اندر سے خوفزدہ تھا اور وہ ایسی باتیں کرتی کہ سن سن کر مجھے تسلی ہونے لگی کہ جب میری بیوی کو کوئی غم نہیں تو پھر میں کیوں اتنا پریشان ہو رہا ہوں؟ میں ڈپریشن کا شکار کیوں ہو رہا ہوں؟ چنانچہ بیوی ایسی باتیں کرتی کہ ان کا دل تو بہت بڑا ہے، انہوں نے تو اتنے مال کو ہاتھوں کی میل سمجھ لیا ہے۔ ان کو تو اللہ نے پہلے بھی بہت دیا، وہی پروردگار ہے، اب ان کو یہاں بھی بہت دے دے گا یہ تو قسمت کے بادشاہ ہیں، قسمت کے دھنی ہیں۔ جب اس نے ایسی ایسی باتیں کیں تو کہنے لگے میری طبیعت بحال ہوگئی۔ ہم نے مشورہ کیا، بھائی سے ادھار لے کر ایک ٹرک خریدا اور اس کو کرائے پر چلانا شروع کر دیا، میں نے محنت کی میرے مولا نے میری مدد کی۔ کہنے لگا پانچ سال کے بعد میں سینکڑوں ٹرکوں کی کمپنی کا پھر مالک بن گیا، آج پھر اربوں پتہ بن کر زندگی گزار رہا ہوں مگر میں اپنی بیوی کا احسان کبھی نہیں اتار سکتا جس نے اس حالت میں بھی مجھے سنبھال لیا۔

عورتوں کی علمی اوراخلاقی ترقی میں رکاوٹ

عورتوں کے اندر اگر دین کا علم ہو اور دینداری ہو تو وہ بڑے بڑے صدمے اپنے دلوں پر برداشت کر جاتی ہیں حیران ہوتے ہیں کہ اتنی نازک ہوتی ہیں مگر لوہے کی طرح یہ اپنے اوپر سب بوجھ اٹھا لیتی ہیں اور اپنے دوسرے اہل خانہ کو پتہ بھی نہیں چلنے دیتیں۔ سبحان اللہ! یہ اللہ رب العزت نے ان کے اندر صلاحیتیں رکھی

ہیں۔ لیکن دیکھنے میں ایک بات آئی یہ بھی کہتا چلوں کہ بعض عورتوں کی علمی اور اخلاقی ترقی میں ان کے مرد رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہوتی ہے؟ وجہ یہ ہوتی ہے کہ بعض مرد یہ سمجھتے ہیں کہ عورتوں کا کام تو فقط بچے پالنا اور گھر کے کام کرنا، خاوند کو خوش رکھنا، یہی کچھ ان کا دین ہے۔ یہ نہیں سمجھتے کہ انہوں نے دین کا علم بھی پڑھنا ہے، عبادت بھی کرنی ہے، اپنے رب کی بندی بن کر بھی زندگی گزارنی ہے۔ اسی غلط فہمی کی وجہ سے ایسے مرد اپنی عورتوں کو دین کی تعلیم نہیں دلواتے۔ واجبی سا قرآن مجید پڑھا دیا چند مسائل بہشتی زیور کے سکھا دیئے اور بس، زیادہ نہیں پڑھنے دیتے۔ حالانکہ عورتوں میں علم کی صلاحیت زیادہ ہوتی ہے۔ وہ اگر چاہیں تو بخاری شریف تک کی تعلیم حاصل کر سکتی ہیں مگر گھر کے مردان کو اجازت نہیں دیتے۔ بعض تو ایسے ہیں کہ مختلف جگہوں پر دینی مجالس ہوں ان میں جانے کی اجازت نہیں دیتے تو سوچئے ایسے مرد عورتوں کی ترقی میں رکاوٹ بن جاتے ہیں۔ ہر وقت ان کو گھر کے کاموں میں لگائے رکھتے ہیں۔

قیامت کے دن پوچھ ہوگی

حدیث پاک میں آتا ہے

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ،

”تم میں سے ہر ایک راعی ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا“

تو خاوند سے بیوی بچوں کے بارے میں پوچھا جائے گا اور بیوی سے بچوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ ہر ایک سے اس کے ماتحتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ تو کل ان مردوں کو جب جواب دینا پڑے گا کہ تمہاری عورتوں کو تو پاکی

اور ناپاکی کے مسائل کا پتہ نہیں تھا، ان کو تو فرائض و واجبات کا بھی صحیح پتہ نہیں تھا، نماز کے مسائل کا پتہ نہیں تھا اور وہ تو عبادت میں کوتاہیاں کرتی تھیں۔ بتاؤ تم نے ان کو دین کی تعلیم کیوں نہ دلوائی؟ معلوم نہیں کیا جواب اللہ کے سامنے پیش کر پائیں گے یا پھر اس وقت اللہ کی عتاب کا سبب بنے گا۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم گھر کی عورتوں کو محبت و پیار کے ساتھ دین کی تعلیم کی طرف مائل کریں۔ اگر ان کے اپنے دل نہیں بھی چاہتے یہ عورتوں کی فطرت ہے کہ پیار سے اگر منوالو تو پہاڑ سے بھی چھلانگ لگا جائیں گی اور اگر غصہ سے بات کرو تو قدم بھی نہیں اٹھائیں گی پیار سے زیادہ بہتر چیز ان کے لئے اور کچھ بھی نہیں اور یہی چیز حدیث پاک میں بھی ملتی ہے۔

بہترین مومن کون؟

نبی ﷺ نے فرمایا عورتوں کے ساتھ لطف و مروت سے پیش آؤ۔ چنانچہ حدیث شریف میں فرمایا:

اِنَّ اَکْرَمُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا وَ اَلْطَفُکُمْ بِاَھْلِه

”تم میں سے بہترین معزز ایمان والا وہ ہے جو تم میں سے اچھے اخلاق والا ہے اور اپنے اہل خانہ کے ساتھ نرمی کا سلوک کرنے والا ہے۔“

تو اگر نرمی کے ساتھ عورتیں بات مان جائیں تو پھر گرمی کی کیا ضرورت ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اچھے اخلاق کے ساتھ انکو محبت و پیار کے ساتھ متوجہ کیا جائے۔

آپ ﷺ کی آخری وصیت

نبی ﷺ نے عورتوں کے بارے میں وصیت فرمائی۔ جب آپ ﷺ اس دنیا سے پردہ فرمانے لگے تو آخری الفاظ جو آپ کی مبارک زبان سے سنے گئے تب

آپ ﷺ نے فرمایا،

اِتَّقُوا اللّٰہَ فِی النِّسَاءِ

اے مردو! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا''۔

لوگ عورتوں کو اپنے گھر کی باندیاں سمجھ لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ تو امانت ہوتی ہیں۔ ان کو ماں باپ نے آزاد جنا تھا، کسی کی باندی نہیں بنایا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے نکاح کے ذریعے ان کو مردوں کی امانت میں دیا ہے تو یہ امانت کا خیال کریں، اس میں خیانت نہ کریں۔ انکے دین میں آگے بڑھنے میں ان کے ساتھ تعاون کرنے کا سبب بنیں۔

مردوں کی حالت زار

جن گھروں میں مردوں کے بے توجہی کی وجہ سے عورتیں بے دین اور بے عمل بن رہی ہیں تو یہ مرد قیامت کے دن جوابدہ ہوں گے۔ بعض گھروں میں تو ہم نے دیکھا، کہتے ہیں کہ یہ میری بیٹی کی ویڈیو کیسٹ لائبریری ہے۔ حیرت ہوتی ہے ان کی بیٹی ان ویڈیو کیسٹوں کو دیکھ کر دل میں گناہ کے کیا کیا منصوبے بناتی ہوگی؟ کیسے اس کی عزت محفوظ رہتی ہوگی؟ نگران کو دین کا کوئی دھیان نہیں۔ اللہ نے مال پیسہ خوب دے دیا، ریل پیل ہے اور اب اس نشے میں عیش و آرام کی زندگی گزارتے ہیں اور بعض تو ایسے کم بخت ہوتے ہیں جو اپنے پاس جوان بیٹیوں کو بٹھا کر ڈرامے دیکھتے ہیں، فلمیں دیکھتے ہیں۔ یورپ کی گندی فلمیں جن میں گندی فحش حرکات ہو رہی ہوتی ہیں، اپنے جوان بیٹے بیٹیوں کے ساتھ بیٹھ کر دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ ایسے مردوں کو قیامت کے دن زنجیروں میں باندھ کر پیش کیا جائے گا اور جب تک یہ جواب نہیں دیں گے ان کی زنجیروں کو نہیں کھولا جائے گا اس لئے چاہیے کہ گھر کے بچوں اور گھر کی عورتوں کی دینی تعلیم کے لئے مرد ہر وقت فکرمند رہیں، ان سے

ان کے بارے میں بھی پوچھا جائے گا اور ان کے بیوی بچوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

سیرت کے حسن و جمال کو اپنائیں

ایک اور بنیادی غلطی جو ہمارے معاشرے میں اس وقت آئی ہوئی ہے جس کو میں نے بہت دیر غور و خوض کے بعد، سوچ بچار کے بعد توجہ الی اللہ کے بعد پایا وہ یہ غلطی ہے کہ آج کل کے نوجوان کی نظر میں عورت کا حسن و جمال ہی عورت کی اچھائی کا معیار ہے۔ اس لئے اگر نوجوان اپنی بیوی کا رشتہ ڈھونڈتا ہے تو پہلی بات یہی ہوتی ہے خوبصورت ہو، معلوم نہیں یہ ایسا شوق دلوں میں بیٹھ گیا کہ جس نے پورے معاشرے کی حالت کو بدل کر رکھ دیا ہے، معیار کو بدل کے رکھ دیا ہے۔ یاد رکھنا عورتوں میں صورت کے حسن و جمال کی بجائے سیرت کے حسن و جمال کو دیکھیں تو یہ زیادہ بہتر ہے۔ اس لئے عام طور پر دیکھا جو نوجوان شکل وصورت کو دیکھ کر شادیاں کرتے ہیں تھوڑے دنوں کے بعد انہی کے گھروں میں پھڈے ہوتے ہیں لڑائیاں جھگڑے ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ گھر کی زندگی تو اچھے اخلاق سے گزرتی ہے وہ جس کو حور پری سمجھ کر لائے تھے وہ ہٹ دھرمی کرتی ہے، ضد کرتی ہے، بات نہیں مانتی، Co-operate نہیں کرتی پھر ان کو پریشانی ہوتی ہے۔ پھر آ کر پوچھتے ہیں حضرت بیوی بات نہیں مانتی، بڑا پریشان رہتا ہوں، طلاق دینے کو دل کرتا ہے اب میں کیا کروں۔ اب بھئی تم کیا کرو...... تمہیں پہلے سوچنا چاہیے تھا۔

حسنِ سیرت کو معیار بنائیں

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا، لوگ عورت سے چار وجہ سے شادی کرتے ہیں۔ بعض اس کے بڑے خاندان کی وجہ سے، بعض اس کے مال و دولت کی وجہ سے،

بعض اس کے حسن و جمال کی وجہ سے اور بعض اس کی دینداری کی وجہ سے۔ نبی ﷺ نے محسن انسانیت نے فرما دیا تم عورتوں سے ان کے اچھے اخلاق اور دینداری کی وجہ سے نکاح کیا کرو۔ تو نوجوانوں کو چاہیے کہ یہ سب سے پہلی چیز اچھے اخلاق دیکھیں خوبصورتی کو نمبر دو پر رکھیں۔ ایسا نہ ہو کہ فقط ظاہر کی خوبصورتی کو مقدم کرلیں اور سیرت کو مقدم نہ کریں۔ ایک بات ذہن میں رکھنا، خوبصورت عورت جتنی مرضی ہو اگر کردار کی بری ہے تو اس کی خوبصورتی کس کام کی۔ اور اگر عورت شکل اچھی نہیں ہے مگر با وفا ہے، خادمہ ہے، جان نثار کرنے والی بیوی ہے، ہر وقت خاوند کی خدمت میں لگی رہتی ہے تو اس سے بہتر زندگی کا ساتھی کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے عورت جو زندگی کی شریک حیات ہے، حسن کی کسوٹی پر تولنے کی بجائے نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ سیرت کی کسوٹی پر تولیں، اچھے اخلاق کی کسوٹی پر تولیں، ان کو دینداری کی کسوٹی پر تولیں۔

حسنِ ظاہر کی حقیقت

دنیا میں جتنے بھی فتنے عورت کے اوپر آتے ہیں وہ اس کے ظاہری حسن کی وجہ سے آتے ہیں۔ یہ ظاہری حسن انسان کے لئے امتحانوں کا سبب بن جاتا ہے۔ اس لئے جو حسن و جمال کو زیادہ دیکھتے ہیں، انہی کے گھروں میں پریشانیاں بھی زیادہ ہوتی ہیں۔۔ قرآن مجید میں آپ نے پڑھا ہوگا حضرت یوسف علیہ السلام کو اللہ رب العزت نے حسن و جمال ایسا دیا تھا جس کی کوئی مثال ہی نہیں بلکہ حدیث پاک میں فرمایا فَاِذَا قَدْ اُوْتِیَ شَطْرَ الْحُسْنِ۔ ان کو اللہ رب العزت نے آدھی دنیا کا حسن دیا تھا۔ یعنی یوں سمجھئے کہ ساری دنیا کے حسینوں کا حسن جمع کیا جائے تو وہ ایک حصہ ہے اور اتنا ہی حصہ حضرت یوسف علیہ السلام کو دے دیا گیا تھا تو کیسا حسن و جمال

ہوگا۔لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے بالآخر کنوئیں کے اندر ڈال دیا پھر جب کنوئیں سے نکال کر ان کو بیچا گیا،قرآن مجید کی آیت ہے وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ (سورۃ یوسف) ''ان کو بیچا گیا چند کھوٹے سکوں کے بدلے میں۔''

عجیب بات ہے نقطے کی بات ہے ذرا دل کے کانوں سے سنیے گا۔یوسف علیہ السلام کا حسن تو مادری تھا، مادرزاد تھا ماں کے پیٹ سے حسین پیدا ہوئے تھے لیکن انمٹ حسن ملا تھا۔اس وقت تک ان کو علم نہیں ملا تھا حکمت نہیں ملی تھی۔علم اور حکمت تو جوان ہو کر ملی وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا (سورۃ یوسف) وہ تو بھرپور جوانی کی عمر میں ملی، بچپن میں ان کے پاس فقط حسن تھا وہ حسن ظاہری کی قیمت اللہ کی نظر میں دیکھئے۔اللہ فرماتے ہیں وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ان کو چند کھوٹے سکوں کے بدلے بیچ دیا۔اے حسن کے پیچھے بھاگنے والو! عبرت کی بات ہے، رب العزت کی نظر میں حسن ظاہری کی قیمت چند کھوٹے سکوں کے سوا کچھ نہیں، تم کس متاع کے پیچھے بھاگے پھرتے ہو، تم نے کس کی پوجا شروع کر دی، تم کس کے دیوانے بن گئے۔ارے چند کھوٹے سکوں کی قیمت ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا وَ شَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ (سورۃ یوسف) چند سکے اور وہ بھی کھوٹے اس لئے ظاہری حسن اللہ رب العزت کی نظر میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔مسلمان مردوں کو چاہیے کہ فقط حسن و جمال کی کسوٹی میں تولنے کی بجائے کہ نین نقش ایسے ہوں ...... ہاتھ پاؤں ایسے ہوں ..... چہرہ ایسا ہو......صرف ان چیزوں کو کسوٹی بنانے کی بجائے پہلے تو یہ دیکھو کہ انسانیت بھی اس میں ہے کہ نہیں۔ہونی تو وہ انسان چاہیے تاکہ اس کے اندر اچھے اخلاق ہوں۔عقل کی اچھی ہو، اخلاق کی اچھی ہو پھر شکل کی بھی اچھی تو ''نور علی نور''۔مگر فقط

ظاہری حسن کو کسوٹی بنالینا، یہ مردوں کی بہت بڑی خامی ہے۔

صحابہ کرامؓ کا معیار

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں اخلاق کو کسوٹی بنایا جاتا تھا..... دینداری کو کسوٹی بنایا جاتا تھا۔اس لئے اگر دیندار عورت بیوہ بھی ہو جاتی تھی تو دوسرے مرد اس سے نکاح کرنے کے لئے تیار ہو جاتے تھے اس لئے کہ دینداری ہوتی تھی۔آج تو اگر کوئی عورت بیوہ ہو جائے عجیب زمانہ آ گیا کہ کوئی اس سے نکاح کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ بے چاری جوانی کی عمر اس طرح گزارتی ہے کہ کوئی اس کی ہمدردی کرنے والا غم گسار نہیں ہوتا،کوئی اس کا دکھ بانٹنے والا نہیں ہوتا۔تو انسانیت کی بنیاد ختم ہو گئی فقط خواہشات نفسانی کی بنیاد آ گئی۔اس لئے مردوں کو چاہیے کہ یہ فقط حسن ظاہری کو بنیاد بنانے کی بجائے انسان کے کردار کو بنیاد بنائیں،علم کو بنیاد بنائیں،اخلاق کو بنیاد بنائیں۔

ظاہری اور باطنی حسن میں فرق

ایک نقطہ یاد رکھنا کہ ظاہری حسن وقت کے ساتھ ساتھ گھٹتا چلا جاتا ہے اور باطنی حسن،اخلاق کا حسن وہ عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا جاتا ہے۔جتنی عمر زیادہ ہو گی اخلاق کا حسن بڑھتا چلا جائے گا۔اگر عمر زیادہ ہو گی تو ظاہری حسن گھٹتا چلا جائے گا۔اس لئے گھٹنے والی چیز کو پسند کرنے کی بجائے بڑھنے والی چیز کو پسند کرنا چاہیے تاکہ زندگی کا انجام اچھا گزرے چونکہ اس کی وجہ سے انسان کی ساری زندگی اچھی گزرتی ہے۔اس لئے اپنی بیویوں کے اندر سب سے پہلے انسانیت کو دیکھیں، اچھے اخلاق کو دیکھیں،نیکی کو دیکھیں۔جب یہ چیزیں موجود ہیں اس کا مطلب کہ ایک اچھا انسان ہے،یہ اچھی ساتھی ثابت ہو گی،اچھی خادمہ ثابت ہو گی۔اس لئے

دین کو بنیاد بنانا چاہیے اور یہی حدیث پاک میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ تم عورت سے اس کی دینداری کی وجہ سے نکاح کیا کرو۔ سبحان اللہ۔ محسن انسانیت ﷺ نے کیسے موتی اور ہیرے عطا فرما دیئے ہم ان پر عمل کریں گے ہماری اپنی زندگیوں کے اندر خیر آئے گی۔ فقط ظاہری نین نقش کو دیکھ کر شادی کر لیتے ہیں پھر بعد میں جب گھر میں دینداری نہیں ہوتی پھر روتے پھرتے ہیں کہ اولاد بگڑ رہی ہے..... بیوی توجہ نہیں دیتی۔ تو اب کیوں روتے ہیں؟ اپنے آپ پر روئیں کہ ہم نے فیصلہ ہی غلط کیا تھا۔ ایک شاعر نے کیا عجیب بات کہی۔

جس سے آنچل بھی نہیں سر کا سنبھالا جاتا
اس سے کیا خاک تیرے گھر کی حفاظت ہوگی

او خدا کے بندے! جو لڑکی سر کا دوپٹہ نہیں سنبھال سکتی وہ تیرے گھر کو کیا سنبھالے گی اور تیرے بچوں کو کیا سنبھالے گی اور تیرے بچوں کی اچھی ماں کیسے بنے گی؟ ان کی تربیت کیسے کرے گی؟ اس لئے یہ بہت بڑی خامی آج کل کے نوجوانوں کے ذہن میں آگئی ہے اور اس خامی کا پھر آگے نتیجہ نکلتا ہے۔

بے پردگی کی اصل وجوہات

چونکہ عورتوں کو ان کی ظاہری شکل وصورت کی وجہ سے پسند کیا جاتا ہے بچیاں پیدا ہوتی ہیں تو وہ بیچاری اپنے ظاہر کو آراستہ کرنے پہ لگی ہوتی ہیں، ان کی ہر وقت یہی سوچ ہوتی ہے کہ میں ایسے کپڑے پہنوں کہ میں اچھی لگوں..... میری آنکھیں اچھی لگیں..... چہرہ اچھا لگے ..... ہاتھ اچھے لگیں..... بیچاریاں اسی سوچ میں رہتی ہیں۔ کیونکہ ان کو پتہ ہوتا ہے کہ ہمیں زندگی کا ساتھی اسی معیار کی وجہ سے بنایا جائے گا معلوم ہوا کہ مردوں کی اس سوچ نے عورتوں کی زندگی کا رخ بدل دیا۔ اگر ان کو پتہ ہوتا کہ ہمیں دینداری کی وجہ سے زندگی کا ساتھی بنایا جاتا ہے تو یہ حدیث

پڑھتیں...... تفسیر پڑھتیں...... یہ اچھے اخلاق بناتیں...... یہ اپنی عزت و ناموس کی حفاظت کرتیں...... یہ باپردہ زندگی گزارتیں...... تہجد گزار بنتیں، اللہ کی ولی بنتیں، ان کو کوئی زندگی کا ساتھی بنالیتا مگر معیار ہی بدل گیا۔ معیار ظاہری خوبصورتی ہے لہٰذا بچیوں کو دیکھا بے چاری پیدا ہوتی ہیں تو اس وقت سے یہ بچیاں اس سوچ میں ہوتی ہیں کہ کوئی ایسی صورت اختیار کریں کہ ہم دیکھنے والوں کو اچھی لگ سکیں اور یہی چیز بالآخران کو بے پردگی پہ بھی مائل کر دیتی ہے۔ جن کو اللہ نے کچھ شکل اچھی دے دی وہ تو خوشی خوشی بے پردہ پھرتی ہیں کہ لوگ مجھے دیکھیں گے، سوچیں گے کہ یہ کتنی خوبصورت ہے۔ دیکھئے بے پردگی بھی اسی وجہ سے ہوئی، فیشن پرستی بھی اسی وجہ سے ہوئی اور عورت کی دین سے دوری بھی اسی کی وجہ سے ہوئی کہ مردوں نے کسوٹی کیا بنالی کہ عورت کو تو خوبصورت ہونا چاہیے۔

خوبصورت یا خوب سیرت

تو خوبصورت کی بجائے پہلے خوب سیرت ہونا چاہیے اس کے اندر نیکی ہونی چاہیے، اچھے اخلاق ہونے چاہئیں ۔ اگر مرد اپنی زندگی کی ترتیب کو بدل لیں اور نیک سیرت بیوی کو ڈھونڈنا شروع کر دیں تو دیکھنا یہ عورتیں جو آج فیشن ایبل کہلاتی ہیں یہ سب سے بڑی تہجد گزار بن جائیں گی، نیکوکار بن جائیں گی اور ماحول کے اندر نیکی آ جائے گی۔ اللہ رب العزت ہمیں نیکی پر زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمادے۔

دائمی عزتوں کا راز

دنیا میں انسان کو جو عزتیں ملتی ہیں وہ حسن و جمال سے نہیں ملتیں وہ تو اخلاق کی وجہ سے ملتی ہیں اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام کو حسن کی وجہ سے قید خانے میں

جانا پڑا۔ ظاہری حسن کی وجہ سے ان کے اوپر اتنی مصیبت آئی کہ نو سال تک تنہا رہے، نہ کوئی رشتہ دار نہ ماں باپ نہ کوئی بہن بھائی نہ کوئی اور...... کوئی پرسان حال نہیں اور نو سال قید کے اندر تنہائی کی زندگی گزاری۔ یہ قید تنہائی کوئی معمولی بات نہیں ہوتی مگر یوسف علیہ السلام نے اس کو برداشت کیا، یہ سب حسن ظاہری کی وجہ سے تھا۔ پھر اس کے بعد اللہ رب العزت نے ان کو تخت و تاج ۔۔۔ دیا اور جب تخت و تاج ملا سنئے، قرآن پاک کی آیت میں فرمایا، آپ نے یہ کہا اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ (سورۃ یوسف) ''مجھے خزانوں کا والی بنادیجئے کہ میں اچھا محافظ ہوں اور علم والا ہوں'' مجھے پتہ ہے کہ خزانے کو کیسے رکھنا چاہیے۔ آپ نے یہ تو نہیں کہا اِجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَائِنِ الْاَرْضِ اِنِّیْ حَسِیْنٌ جَمِیْلٌ میں بڑا حسین اور بڑا جمیل ہوں۔ اس لئے خوبصورتی کی بنیاد پر آپ مجھے خزانے دیجئے۔ معلوم ہوا کہ ان کو جو خزانے ملے وہ حسن و جمال کی وجہ سے نہیں ملے بلکہ فضل و کمال کی وجہ سے ملے۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ حسن کو معیار نہ بنائیں۔ یہ حسن تو مٹنے والی چیز ہے، سائے کی مانند چیز ہے۔ جوانی میں جولڑکی حور پری کی طرح خوبصورت لگتی ہے بڑھاپے میں اس کا چہرہ چھوہارے کی طرح بن جاتا ہے، دیکھنے کو بھی دل نہیں کرتا۔ اس زائل ہونے والے حسن کے پیچھے کیا بھاگنا، اس لئے چاہیے کہ ہم سیرت کو دیکھیں۔

سیرت...... پائیدار حسن

سیرت عمر کے ساتھ ساتھ اور اچھی ہوتی ہے عمر جتنی زیادہ ہوتی ہے انسان کے اخلاق اور زیادہ بہتر ہو جاتے ہیں۔ پائیدار چیز کو معیار بنانے کی ضرورت ہے...... اگر آج یہ چیز معیار بن جائے، دیکھنا ہمارے ماحول میں کتنی نیکی آجائے گی۔ ہاں اگر اللہ رب العزت کسی کو دیندار کے ساتھ خوبصورت بھی عطا فرمادیں تو یہ نور علی

نور ہے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ وَ اللّٰہُ ذُوْ الْفَضْلِ الْعَظِیْم (سورۃ الحدید) اس لئے ہمیں چاہیے کہ عورتوں کی دینداری کی زیادہ فکر کریں اور یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ عورتیں اپنے دولت مند گھروں میں رہتے ہوئے بھی دیندار بن سکتی ہیں۔ بعض عورتوں کے ذہن میں یہ خیال ہوتا ہے کہ شاید غریب لوگوں کی بیٹیاں دین پڑھیں، ہم تو امیر ماں باپ کی بیٹیاں ہیں۔ ماں باپ بھی سوچتے ہیں کہ ہم اپنی بیٹی کو کیمبرج میں پڑھائیں گے...... ہم تو بیٹی کو لندن بھیجیں گے...... فلاں جگہ بھیجیں گے...... انگریزی کی تعلیم دلوائیں گے اور دین کی تعلیم دلوانے کی اتنی رغبت نہیں ہوتی۔ یہ غلط فہمی ہے۔ عورتیں بڑے بڑے گھروں کے اندر رہتے ہوئے بھی بڑے تقویٰ اور پرہیز گاری والی زندگیاں گزار گئیں، کتنی مثالیں ہیں۔

ملکہ زبیدہ کی مثالی زندگی

زبیدہ خاتون کو دیکھئے، یہ وقت کی ملکہ تھی لیکن انتہائی نیک دل تھی، کتنے اچھے اچھے کام کئے کہ جن کی وجہ سے آج تک اس کا شمار نیک عورتوں میں ہوتا ہے۔ اس کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے اپنے گھر میں تین سو لڑکیاں، نوکرانیاں رکھی ہوئی تھیں، یعنی خادمائیں رکھی ہوئی تھیں۔ ان کا ایک ہی کام تھا کہ وہ سب کی سب قرآن پاک کی حافظات تھیں، قاریات تھیں، ان کی شفٹیں اس نے بنادی تھیں اور اپنے محل کے مختلف کونوں پر ایک ایک خادمہ کو بٹھا دیا تھا، قاریہ حافظہ کو بٹھا دیا تھا اور ان کا کام تھا کہ ہر ایک نے چار، چھ گھنٹے قرآن پاک کی تلاوت کرنی ہے۔ ایک شفٹ ختم ہو جاتی تو دوسری آجاتی...... وہ ختم ہوتی تو تیسری آجاتی...... وہ ختم ہوتی تو اگلی آجاتی۔ تین سو حافظات دن رات اس کے محل کے تمام برآمدوں میں، کمروں میں بیٹھ کر قرآن پاک کی تلاوت کرتی تھیں۔ پورا محل قرآن پاک کا گلشن اور باغ نظر آتا تھا۔ سبحان اللہ، ایسی بھی بیبیاں گزریں جن کو اللہ نے وقت کی ملکہ بھی بنایا۔

مال و دولت کے خزانے قدموں کے نیچے ہیں مگر ان کی دینداری دیکھئے کہ پورے محل کو قرآن کے نغموں سے اس نے سجا دیا۔

اس کے دل میں دوسروں کی ہمدردی اتنی تھی کہ اس وقت کے لوگ جب حج پر جاتے تھے راستے میں پانی نہ ملنے کی وجہ سے جانور مر جاتے، لوگ مر جاتے، تو اس نے خاوند سے فرمائش کی کہ ایک نہر بنا دیجئے جو دریائے فرات سے لے کر مقام عرفات تک ہو۔ چنانچہ ایک نہر بنائی گئی۔ آج بھی جب حج پر جاتے ہیں اس کے کچھ حصے دیکھنے میں نظر آ جاتے ہیں حیران ہوتے ہیں کہ کوئی تو ایسی تھی کہ جس نے اپنے خاوند سے تاج محل بنوایا...... کوئی ایسی تھی جس نے اپنے خاوند سے گلشن آراء باغ بنوایا...... اور یہ خدا کی بندی ایسی تھی کہ اس نے نہر زبیدہ بنوائی۔ قیامت کے دن لاکھوں انسان ہوں گے، پرندے ہوں گے، جانور ہوں گے جنہوں نے پانی پیا ہوگا اور ان سب کے پانی پلانے کا اجر اس نیک خاتون کو جائے گا...... تو معلوم ہوا کہ دولت مند ماحول میں رہ کر بھی عورت تقیہ، نقیہ اور پاکباز زندگی گزار سکتی ہے۔

والیِ کابل کی اہلیہ کا حیرت انگیز واقعہ

ایک امیر والیِ کابل گزرے ہیں جن کا نام تھا دوست محمد، ان کے بارے میں آتا ہے کہ ایک دفعہ دشمن نے حملہ کیا تو انہوں نے اپنے بیٹے کو بھیجا کہ اپنی فوج لے کر جاؤ اور جا کر ان کے ساتھ جنگ کرو۔ اب جب وہ جنگ ہوئی کچھ دنوں کے بعد ان کی ایجنسی نے ان کو آ کر اطلاع دی کہ شہزادہ بھاگا اور دشمن نے اس پر وار کیا، اس کی پیٹھ پر زخم بھی آئے مگر وہ بچ نکلا اور کہیں روپوش ہو گیا اور اس کو شکست ہو گئی۔ یہ سن کر والیِ کابل کا دل بڑا مغموم ہوا، بڑا پریشان ہوا، گھر آیا۔ بیوی نیک تھی، پہچان گئی کہ خاوند کو کوئی صدمہ ہے، نیک بیویاں ایسے وقت میں اللہ کی نیک بندیاں رحمت کی پیامبر بن کر آتی ہیں اور اپنے خاوند کے دکھ بانٹ لیتی ہیں۔ اس نے پیار

سے پوچھا، آج میں آپ کو غم زدہ پاتی ہوں کیا بات ہے؟ خاوند نے بتایا کہ اطلاع آئی ہے کہ میرے بیٹے نے شکست کھائی، اس کی پیٹھ پر زخم آئے زخمی حالت میں بچ نکلا اور روپوش ہے، میری ایجنسیوں نے اطلاع دی ہے۔ جب اس نے یہ بات سنی کہنے لگی آپ کی بات ٹھیک ہوگی مگر میرے نزدیک یہ بات غلط ہے کبھی ٹھیک نہیں ہوسکتی خاوند نے کہا، وہ کیوں؟ کہنے لگی بس میں کہہ رہی ہوں میں اس کی ماں ہوں میں اس بیٹے کو جانتی ہوں یہ خبر بالکل غلط ہے۔ آپ تسلی رکھیے، غم زدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہمارا بیٹا ایسا کبھی نہیں کرسکتا۔ والی کابل حیران ہیں وہ کہنے لگے تجھے کیوں نہیں سمجھ آرہی مجھے کتنے لوگوں نے اطلاع دی ہے۔ یہ کہنے لگی ہرگز نہیں یہ بات بالکل غلط ہے، چاہے سینکڑوں لوگ آکر کہیں مگر پھر بھی یہ بات غلط ہے۔ اس خاوند نے سوچا عورتوں کی عادت ہوتی ہے، مرغے کی ایک ٹانگ ہانکتی رہتی ہیں اور بات مانتی نہیں ضد کر کے رہ جاتی ہیں، میری بیوی بھی شاید یہی کر رہی ہے۔ مگر تیسرے دن اطلاع ملی کہ بات تو بالکل غلط تھی شہزادے کو اللہ نے فتح عطا فرمادی اور وہ فاتح بن کر واپس لوٹا ہے۔ جب والی کابل کو اطلاع ملی اس نے گھر آکر بتایا کہ وہ بات تو واقعی غلط نکلی میری ایجنسیوں کی بات ٹھیک نہیں تھی مگر یہ تو بتاؤ کہ تم نے کیسے کہہ دیا کہ یہ بات غلط ہے کیسے پتہ چل گیا۔ وہ کہنے لگی یہ ایک راز ہے، میں نے اپنے اور اللہ کے درمیان رکھا تھا سوچا تھا کسی کو نہیں بتاؤں گی... کہنے لگا میں خاوند ہوں مجھے ضرور بتادو۔ کہنے لگی راز یہ ہے کہ جب یہ بچہ میرے پیٹ میں آیا میں نے اس وقت سے کوئی مشتبہ لقمہ اپنے منہ میں نہیں ڈالا اور جب بچے کی ولادت ہوئی میں نے نیت کرلی کہ میں اس بچے کو ہمیشہ باوضو دودھ پلاؤں گی ..... جب بھی میں نے بچے کو دودھ پلایا ہمیشہ باوضو ہو کر پلایا کبھی بے وضو دودھ نہیں پلایا۔ یہ اس کی برکت تھی جس کی وجہ سے میرے بچے کے اندر بہادری آئی، اچھے

اخلاق آئے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ میرا بچہ شکست کھاتا...... یہ شہید ہو سکتا تھا...... یہ دشمن کے سامنے کٹ سکتا تھا...... مگر پیٹھ پھیر کے بھاگ نہیں سکتا تھا...... یہ تو بزدلوں کا کام ہوتا ہے، اللہ نے میرے گمان کو سچا کر دیا۔

تو پہلے وقت کی ملکہ بھی ایسی نیک ہوتی تھیں کہ اپنے بیٹوں کو باوضو دودھ پلاتی تھیں اور آج کل کی خواتین کا تو یہ حال ہے کہ سینے سے لگا کر بچوں کو Feed دے رہی ہوتی ہیں اور سامنے TV پر ڈرامہ دیکھ رہی ہوتی ہیں...... گانے سن رہی ہوتی ہیں...... تھرکتے جسموں کو دیکھ رہی ہوتی ہیں۔ اے ماں! جب تو بچے کو ایسے دودھ پلاتی ہے تو یہ تیرا بیٹا بڑا ہو کر امام غزالیؒ کیسے بنے گا؟ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کیسے بنے گا؟ تو نے تو بچپن میں ہی اس کی روحانیت کا گلا گھونٹ کر رکھ دیا کہ اس حالت میں دودھ پلایا...... یہ دودھ اس کے اندر جا کر کیا فساد مچائے گا۔ اس لئے چاہیے کہ ہم اپنے بچوں کی اچھی تربیت کریں۔

بچوں کے رشتوں کا معیار

اس لئے یہ نکتے کی بات یاد رکھ لینا کہ بچے کی پسند کا بھی خیال رکھیں۔ مگر اصل چیز یہ دیکھیں کہ بیٹے کے لئے کوئی لڑکی ڈھونڈنی ہے تو وہ لڑکی ڈھونڈیں جس کے دل میں خوف خدا ہو اور بیٹی کے لئے داماد وہ ڈھونڈیں جس کے دل میں خوف خدا ہو۔ یہ خوف خدا کا لفظ یاد رکھنا۔ یہ خوف خدا ایسی چیز ہے کہ اگر یہ بہو کے دل میں ہو تو یہ آپ کے بیٹے کو بھی ساری زندگی خوش رکھے گی اور آپ کی بھی خدمت کرے گی۔ اگر آپ کے داماد کے دل میں خوف خدا ہو گا تو آپ کی بیٹی کو بھی خوش رکھے گا اور آپ کے بھی حقوق پورے کرے گا۔ جب دل میں خوف خدا نہیں ہوتا تو پھر جھگڑوں کی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ اس لئے جہاں آپ باقی تمام چیزیں دیکھیں ایک نقطے کی بات اس عاجز نے آپ کو بتلا دی کہ جب بھی کوئی رشتہ دیکھیں

یہ ضرور دیکھیں کہ اس کے دل میں خوف خدا ہے یا نہیں۔ خوف خدا اگر ہوگا تو آپ کی زندگی میں آپ کے گھر میں ایک اچھے فرد کا اضافہ ہو جائے گا، سارے غم غلط ہو جائیں گے اور وہ خود بخود سب کے حقوق کا خیال رکھنے والا ہوگا۔ اس خوف خدا کو عربی زبان کے اندر تقویٰ کہتے ہیں۔ تقویٰ اتنا اہم ہے کہ قرآن مجید میں ہر چند آیتوں کے بعد تقویٰ، تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا۔ خاص طور پر سورۃ النساء کو پڑھ کر دیکھ لیجئے...... ہر چند آیتوں کے بعد واتقوا اللہ...... واتقوا اللہ...... واتقوا اللہ۔ یہ جو بار بار واتقوا اللہ کہا گیا۔ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ تقویٰ کے بغیر میاں بیوی کے معاملات میں توازن نہیں رکھا جا سکتا۔ افراط و تفریط کا خطرہ ہے اس لئے بار بار تقویٰ...... تقویٰ...... تقویٰ کی تلقین کی گئی۔ آپ کو بھی ایک لفظ یاد رکھنا چاہیے جس کو خوف خدا کہتے ہیں۔ جب بچوں کے لئے کوئی رشتے ڈھونڈ نے ہوں جہاں باقی باتیں دیکھیں ایک خاص چیز پر نظر رکھیں کہ اس کے دل میں خوف خدا ہو۔ اگر خوف خدا ہوا تو پھر وہ آپ کے گھر کا ایک اچھا فرد بن کر رہے گا۔ اگر لڑکی ہے تو اچھی فرد بن کر رہے گی اور آپ کی زندگی میں خوشیاں آئیں گی۔ صحابہ کرامؓ اسی معیار کو سامنے رکھتے تھے۔

حضرت عمرؓ کا اپنی بہو کے انتخاب کے لئے معیار

مشہور واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ رات کو جا رہے تھے پہرہ دیتے ہوئے۔ جب صبح کی اذانوں کا وقت ہوا ایک گھر میں سے آوازیں آرہی تھیں آپؓ نے قریب ہو کر سنا تو ایک بڑھیا اپنی جوان بیٹی سے بات کر رہی تھی کہ بیٹی! کیا بکری نے دودھ دے دیا؟ اس نے کہا، امی! دے دیا۔ پوچھا کہ کتنا دودھ دیا؟ اس نے کہا تھوڑا دیا۔ بڑھیا کہنے لگی، دودھ لینے والے آئیں گے، اگر تھوڑا دودھ ملا تو وہ نہیں لیں گے۔ اس لئے کچھ پانی ڈال دو، یہ دودھ پورا نظر آئے گا۔ بیٹی نے کہا،

امی! میں ایسا ہرگز نہیں کروں گی۔ بڑھیا نے کہا کون سا امیر المومنین حضرت عمرؓ تمہیں دیکھ رہا ہے، تم پانی ڈال دو۔ بیٹی نے آگے سے جواب دیا، امی! اگر عمرؓ نہیں دیکھ رہے تو عمرؓ کا پروردگار تو دیکھ رہا ہے، میں تو پانی نہیں ڈالوں گی۔ حضرت عمر نے یہ بات سنی اور گھر آگئے۔ جب دن کا وقت ہوا، آپؓ نے اس بڑھیا اور لڑکی کو بلوایا۔ جب آپؓ نے ان سے بات پوچھی تو پتہ چلا کہ یہ آپس میں یوں باتیں کر رہی تھیں۔ پتہ چلا کہ وہ لڑکی ابھی کنواری تھی، شادی نہیں ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ نے اس بڑھیا سے کہا، میں اپنے بیٹے کے لئے اس لڑکی کا رشتہ مانگتا ہوں، چنانچہ آپؓ نے اپنے بیٹے کے ساتھ اس لڑکی کا رشتہ کر دیا۔ دیکھئے، عمر بن خطابؓ اپنے بیٹے کے لئے ایسی لڑکی کا رشتہ پسند کرتے ہیں۔ یہ وہ لڑکی تھی جس کو اللہ نے ایک بیٹی عطا کی اور وہ بیٹی تھی جس کے پیٹ سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ پیدا ہوئے۔ تو یہ لڑکی جس کے دل میں خوف خدا تھا، یہ عمر بن عبدالعزیز کی نانی بنیں۔ تو جب دل میں خوفِ خدا ہوتا ہے تو اللہ ان کی آنے والی نسلوں سے اولیاء اللہ کو پیدا کر دیتے ہیں۔

عورتوں کی دینی تعلیم کی فکر کیجئے

اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہماری اولادیں نیک ہوں...... باکردار ہوں...... بہادر ہوں تو...... ضرورت اس بات کی ہے کہ عورتوں کو دین کی تعلیم دلوائی جائے، ان بے چاریوں کو دین کی طرف متوجہ کیا جائے۔ اگر مرد ان کو ترغیب نہیں دیں گے، ان کو فضائل نہیں سنائیں گے تو یہ اپنے کپڑے جوتی میں مست رہیں گی۔ ان کی سوچ [illegible] ہے رہے گی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمادیا،

اَوَ [illegible] یُنَشَّؤُا فِی الْحِلْیَةِ وَ هُوَ فِی الْخِصَامِ غَیْرُ مُبِیْنٍ (سورۃ زخرف)

یہ [illegible]اں تو بس سونے کے کھلونوں میں ہی پلتی ہیں اور انہی میں ان کی زندگی

گزرتی ہے اور بات تو یہی ہے کہ بیٹی بیچاری دودھ پینا چھوڑتی ہے تو ماں باپ اس کے کانوں میں سوراخ کروا دیتے ہیں کہ اس میں ہم بالیاں ڈالیں گے...... ذرا بڑی ہوتی ہے تو ناک سلوا دیتے ہیں کہ اس میں ہم سونے کا لونگ ڈالیں گے...... ذرا بڑی ہوتی ہے تو گلے میں ایک لاکٹ ڈال دیا جاتا ہے یعنی سونے کا طوق ڈال دیتے ہیں...... اور ذرا بڑی ہوتی ہیں تو ہاتھوں میں چوڑیاں یعنی سونے کی ہتھکڑیاں ڈال دیتے ہیں...... اور ذرا بڑی ہو جاتی ہیں، شادی کی عمر ہو گئی تو پاؤں میں سونے کا زیور سونے کی بیڑیاں ڈال دی جاتی ہیں...... یہ بیچاری سونے چاندی کی قیدی ہے۔ بچپن سے جوانی تک ماں باپ نے اس کو سونے میں قید کر دیا اس لیے اس کے دل میں سونے کی محبت ہوتی ہے، مال کی محبت ہوتی ہے۔ اس کی طبیعت ایسی بن جاتی ہے کہ بیچاری کو ہر وقت اسی آرائش کی فکر رہتی ہے، اپنے سونے چاندی کی فکر رہتی ہے۔ بلکہ بعض عورتوں میں سونے چاندی کی رغبت اتنی ہوتی ہے زیور پہننے کا ایسا شوق ہوتا ہے کہ اگر ان کو کہا جائے کہ تمہارے پورے جسم کے اندر ہم کیلیں ٹھونک دیں گے مگر کیلیں سونے کی ہوں گی اسی وقت تیار ہو جائیں گی کہیں گی جلدی کرو۔ آپ نے جو کہا ہے پورا کرو بیچاری پورے جسم میں سونے کی کیلیں ٹھکوالیں گی۔

تو مردوں کو چاہیے کہ ان کو ظاہری آرائش پر لگانے کی بجائے ان کو دین پر لگائیں۔ ان کے سامنے اس بات کو کھولیں کہ یہ دیندار بن کر اپنے رب کے نظر میں اچھی بن کر زندگی گزاریں تاکہ قیامت کے دن کی ان کو عزت نصیب ہو جائے۔

دو جہیزوں کی تیاری

آج تو بچی پیدا ہوتی ہے ماں اس دن سے سوچنا شروع کر دیتی ہے میں نے

بچی کا جہیز بنانا ہے۔ایک دن آئے گا بچی کو لینے والے آئیں گے تو میری بچی اچھا جہیز لیکر جائے۔اے ماں! تو بچی کے بارے میں ابھی سے سوچ رہی ہے...... یہ تو ابھی دودھ پیتی بچی ہے جس کو رخصت کرنے میں بیس سال لگیں گے لیکن اس کی سوچ ہوتی ہے کہ اس کا جہیز کیسے بنے گا؟ ایسا نہ ہو اس کا جہیز تیار نہ ہو اور بچی کی رخصتی کے وقت بچی کو پریشانی ہو۔تجھے اپنی اس بیٹی کی فکر ہے جو ابھی کھلونوں میں کھیلتی پھر رہی ہے تجھے اپنی فکر نہیں کہ تو نے بھی اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے اور تیرا نیکیوں کا جہیز بھی اللہ کے سامنے کھولا جائے گا اگر اس میں کچھ نہ ہوا، ارے تیری بیٹی کو شرمندگی کیا ہونی تھی اس سے بڑھ کر تجھے شرمندگی ہوگی۔

اے بہن! تو اپنا جہیز تو پہلے تیار کر لے ہر عورت کو دو جہیز تیار کرنے پڑتے ہیں ایک مال کا جہیز خاوند کیلئے اور ایک نیکیوں کا جہیز پروردگار کے لئے۔تو خاوند کے سامنے تھوڑا جہیز لے کر بھی پہنچی چلو کوئی بات نہیں، لیکن اگر پروردگار کے سامنے خالی ہاتھ پہنچی اور نیکیوں کا جہیز نہ ہوا تو کتنی شرمندگی ہوگی۔اس دن پریشان کھڑی ہوگی اکیلی ہوگی، ماں ساتھ دے گی نہ باپ ساتھ دے گا، نہ خاوند ہوگا نہ بیٹا ہوگا اور نہ بھائی ہوگا۔اکیلی کھڑی اس وقت پریشان پکار رہی ہوگی رَبِّ ارْجِعُوْنِ اللہ! مجھے مہلت دے دے۔میں واپس جاؤں گی اور واپس جا کر نیکی والی زندگی گزاروں گی۔فرمائیں گے "کلا" ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، تجھے مہلت دی تھی...... تو نے دنیا کے کھیل تماشے میں گزار دی...... رسم و رواج میں گزار دی...... آج تو میرے پاس خالی ہاتھ آئی۔آج دیکھ ہم تیرا کیا بندوبست کرتے ہیں۔اس دن انسان پریشان ہوگا۔لہٰذا ضرورت ہے کہ ہم بچیوں کو نیکی سکھائیں، دین کی تعلیم دلوائیں تاکہ یہ بچیاں دیندار بن جائیں...... ہم نے اس کے اثرات دیکھے۔بڑی بڑی فیشن ایبل بچیاں جب دینی مدارس میں آتی ہیں دینی ماحول میں آتی ہیں، ان

کی زندگی کی ترتیب بدل جاتی ہے۔ تہجد گزار بن کر واپس جاتی ہیں۔ الحمدللہ پاکستان میں اس عاجز کے ایک درجن کے قریب بچیوں کے مدارس ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایم۔اے پاس بچیاں آتی ہیں اور اللہ کی رحمت سے بالکل باقاعدہ دیندار بن کر جاتی ہیں۔ بلکہ ایک ڈبل ایم۔اے بچی پچھلے سال یا اس سے پچھلے سال داخل ہوئی وہ کہنے لگی جب اللہ نے مجھے اتنی سمجھ دی میں ڈبل ایم۔اے کر سکتی ہوں۔ میں اللہ کا قرآن کیوں نہیں پڑھ سکتی۔ اس نے پھر داخلہ لیا اور سات مہینے میں قرآن پاک سینے میں سجا کر چلی گئی۔ سبحان اللہ۔ ایسی ایسی مثالیں ہمارے سامنے موجود ہیں۔ ہم نے دار الحسان واشنگٹن کے اندر الحمدللہ عورتوں کی کلاس شروع کی۔ بڑی عمر کی عورتیں اور بچوں والی عورتیں ہیں۔ ان کے خاوند حیران ہوتے ہیں آ کر بتاتے ہیں کہ کل Test تھا میری بیوی ایک ہاتھ سے سالن پکا رہی تھی دوسرے ہاتھ میں کتاب لے کر صرف کی گردانیں یاد کر رہی تھی، تعلیلات پڑھ رہی تھی۔ حیران ہوتے ہیں بچوں والی عورتیں جن سے کوئی توقع بھی نہیں کر سکتا جب ان کو دین کی طرف رغبت دلائی جاتی ہے تو بچے بھی پالتی ہیں، کھانے بھی پکاتی ہیں، خاوندوں کے حقوق بھی پورے کرتی ہیں مگر اس کے ساتھ ساتھ دین کی تعلیم بھی پڑھتی ہیں اور ماشاء اللہ ساتھ ساتھ دیندار بھی بن جاتی ہیں۔ الحمدللہ ہم نے اس کے کئی جگہوں پر نمونے دیکھے تو اس لئے ضروری ہے کہ بچیوں کو دین کی تعلیم دیں۔

ایک فیشن ایبل لڑکی کا عبرت انگیز واقعہ

ایک آدمی نے اپنی بیٹی کی تعلیم کا کوئی خیال نہ کیا، حتیٰ کہ اس کو خوب مال پیسہ دیا، وہ فیشن ایبل خوبصورت لڑکی بن گئی۔ حتیٰ کہ جوانی میں اس کو موت آ گئی۔ اس آدمی کی بڑی تمنا تھی کہ بیٹی جوانی میں جدا ہو گئی میں کبھی اس کو خواب میں تو دیکھوں

میری بیٹی کس حال میں ہے۔ ایک دن اس نے خواب میں دیکھا اپنی بیٹی کی قبر پر کھڑا ہے اچانک اس کی بیٹی کی قبر کھل گئی، کیا دیکھتا ہے کہ بیٹی بے لباس پڑی ہے۔ اس نے اپنے ستر کو چھپایا مگر اس کی تو حالت عجیب تھی اس کا سر بالکل گنجا ہے اور اس کی شکل عجیب۔

اس نے پوچھا، بیٹی! تیرا کیا حال ہے؟ کہنے لگی ابو میں بے پردہ پھرتی تھی، جب یہاں قبر میں آئی میرے سر کو بہت بڑا بنا دیا گیا پہاڑوں کی طرح میرا ہر بال بڑے درخت کی طرح بنا دیا گیا جس کی شاخیں زمین میں دور تک پھیلی ہوتی ہیں پھر فرشتے آئے انہوں نے میرے ایک ایک بال کو نوچا اور جس طرح کسی درخت کو کھینچ لیں تو زمین نے گڑھے پڑ جاتے ہیں۔ ابو! ایک ایک بال کو نوچنے سے میرے سر کے اندر گڑھے پڑ گئے اس لئے میرے سر کی جلد بھی چلی گئی فقط ہڈی ہے جو آپ دیکھ رہے ہیں۔

اس نے کہا، بیٹی! تمہار چہرہ بھی نہیں۔ وہ کہنے لگی، ابو! آپ دیکھ رہے ہیں آپ کو میرے دانت نظر آ رہے ہیں ہونٹ نہیں ہیں اس کی وجہ یہ تھی کہ میرے ہونٹوں پہ سرخی لگی ہوئی تھی اور میں اسی طرح وضو کر کے نمازیں پڑھ لیتی تھی۔ فرشتے آئے انہوں نے کہا تو طہارت کا خیال نہیں کرتی تھی تیرا غسل بھی نہیں ہوتا تھا چنانچہ انہوں نے میری سرخی کو جو کھینچا، یہ سرخی میرے ہونٹوں سے چپک گئی تھی، سرخی کے ساتھ اوپر اور نیچے کے دونوں ہونٹ بھی کٹ گئے اس لئے آپ کو میرے بتیس دانت نظر آ رہے ہیں، ہونٹ اوپر نہیں ہیں۔

باپ نے کہا، بیٹی تیرے ہاتھوں کی انگلیاں زخمی نظر آتی ہیں، ابو میں ناخن پالش لگایا کرتی تھی فرشتے آئے کہنے لگے تیرے ناخنوں کو ہم کھینچیں گے انہوں نے میرے ایک ایک ناخن کو کھینچا۔

وہ کہنے لگی ابو! میرے ہاتھ پہ زخم ہیں ..... میرے چہرے پہ زخم ہیں..... میرے سر پہ زخم ہیں..... میں بتا نہیں سکتی۔ آپ نے مجھے اتنی محبت دی تھی..... میں نے جو خواہش کی ابو آپ نے پوری کر دی..... مجھے اتنی محبت دی میں تو غم پریشانی کو جانتی نہیں تھی..... آپ نے شہزادیوں کی طرح مجھے پالا..... کاش ابو آپ مجھ پر ایک احسان کرتے کہ مجھے دین کی سمجھ بھی دیتے تو میں آج اس عذاب میں گرفتار نہ ہوتی ..... نہ میں خاوند کو بلا سکتی ہوں نہ میں آپ کو پیغام بھیج سکتی ہوں..... اکیلی یہاں پڑی ہوں فرشتے آتے ہیں ہاتھوں میں گرز ہوتے ہیں میرے پٹائی کرتے ہیں..... ابو میرا دکھ بانٹنے والا کوئی نہیں۔

اس آدمی کی آنکھ کھل گئی تب اس کو احساس ہوا کہ کاش میں اپنی بیٹی کو دین سکھاتا میری بیٹی آگے جا کر جنت کی نعمتوں میں پل جاتی۔

سوچنے کی بات

تو جن بیٹیوں کو اتنے پیار محبت سے پالتے ہیں ان کو اگر ہم دیندار نہیں بنائیں گے یہ جہنمی فرشتوں کے ہاتھوں میں جائیں گی اور ان کی درگت بنے گی اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہم اپنی بیٹیوں کو دین پڑھائیں دیندار بنائیں، اپنی بیٹیوں اپنی بیویوں کو دیندار بنائیں۔ عورتوں کے دینی معاملات میں ان سے تعاون کریں، ان کو ترغیب دیں، ان کو دین کی بنیاد پر زندگی کا ساتھی بنائیں تا کہ ماحول کے اندر دین داری آئے۔

عورتوں کو بھی چاہیے کہ وہ خود بھی کوشش کریں جب وہ مردوں سے دنیا کی باتیں منوا سکتی ہیں تو دین کی باتیں کیوں نہیں منوا سکتیں۔ ''من حرامی تے حجتاں ڈھیر'' من حرامی ہوتا ہے بہانے بنالیتی ہیں۔ اس لئے مردوں کو چاہیے کہ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں اور عورتوں کو چاہیے کہ اپنی ذمہ داریاں پوری کریں تا کہ

نیک بن کر زندگی گزاریں اور اپنے رب کے فرمانبردار بندے بن جائیں۔

یہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ ہے، مغفرت کا عشرہ ہے۔ اب تنہائیوں میں رو رو کر منانے کی ضرورت ہے، اپنے رب کو سجدے میں جا کر منانا، اپنے رب سے ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگنا، دامن پھیلا کر دعائیں مانگنا، اے اللہ! تیرے در پر ایک فقیرنی حاضر ہے تیری رحمت کی طلبگار ہے۔ وہ پروردگار جو مردوں کو حکم دیتا ہے کہ عورتوں کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ، جب آپ دعائیں مانگیں گی وہ پروردگار آپ کے ساتھ نرمی کیوں نہیں فرمائیں گے۔ اس لئے رمضان کے اوقات کو غنیمت سمجھ لیجئے، اپنے گناہوں کو بخشوایئے اور آئندہ نیکوکاری کی زندگی کا دل میں ارادہ کر لیجئے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے آنے والے وقت کو گزرے وقت سے بہتر فرمادے۔

و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نیک اولاد

کا حصول کیسے؟

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

محبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

نیک اولاد کا حصول کیسے؟

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَ سَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ!
فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِیْٓ اَوْلَادِكُمْ
سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ○ وَ سَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ○
وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَ سَلِّمْ

فطری خواہش

ہر انسان کے اندر اللہ رب العزت نے ایک فطری خواہش رکھی ہے کہ جب وہ جوانی کی عمر کو پہنچے تو شادی کرے اور اس کے بعد صاحب اولاد ہو جائے۔ اولاد کا ہونا ایک خوشی ہوتی ہے اور اولاد کا نیک ہونا دوگنی خوشی ہوتی ہے۔ کیونکہ اولاد کی خوشی حقیقی، خوشی تب ہی بنتی ہے جب اولاد نیک بنے، فرمانبردار بنے۔ اگر اولاد نیک نہ بنے تو بسا اوقات یہی اولاد انسان کی ناک میں دم کر دیا کرتی ہے۔ اس لئے ہر آدمی کو چاہیے کہ وہ فقط اولاد کی تمنا نہ کرے بلکہ نیک اولاد کی تمنا دل میں رکھے۔

نیک اولاد کیلئے دعائیں مانگیں

اسی لئے جب بھی اللہ رب العزت سے اولاد کی دعائیں مانگیں تو ہمیشہ نیک اولاد کی دعائیں مانگیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی زندگیوں میں اپنی

اولادوں کے لئے دعائیں مانگیں لیکن اگر ان کی دعاؤں کے الفاظ دیکھے جائیں تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے فقط اولاد کی دعا نہیں مانگی بلکہ نیک اولاد کی دعا مانگی۔

انبیاء علیہم السلام کی اولاد کے لئے دعائیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام دعا کرتے ہیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑھاپے میں جا کر اولاد ملی۔ وہ دعا مانگتے تھے:

رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (سورۃ آل عمران)

اے اللہ! مجھے نیک بیٹا عطا فرما

حضرت زکریا علیہ السلام دعا کرتے ہیں

حضرت زکریا علیہ السلام بوڑھے ہو گئے لیکن اولاد کی نعمت نصیب نہ ہوئی۔ مایوس نہیں ہوئے۔ اگرچہ ظاہری بدن میں بڑھاپے کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ ہڈیاں گھلنے لگیں، سارے بال سفید ہو کر چمکنے لگے، اس عمر میں تو انسان کی ہمتیں ٹوٹ جاتی ہیں۔ ناامیدی دل میں آنے لگ جاتی ہے مگر وہ تو اللہ رب العزت کے پیغمبر تھے۔ انہیں پتہ تھا کہ سب کچھ اللہ رب العزت کے حکم سے ہوتا ہے۔ چنانچہ بڑھاپے میں بھی دعا مانگنے لگے۔ قرآن مجید نے پیارے انداز میں اس دعا کو نقل کیا۔

كٓهٰيٰعٓصٓ ○ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ○ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِيًّا○ (سورۃ مریم:۱،۲،۳)

[یہ تیرے رب کی رحمت کا ذکر ہے جو اس بندے زکریا پر ہوئی جب پکارا اس نے اپنے رب کو خفیہ آواز سے]

جب انہوں نے پکارا اپنے رب کو خفی انداز سے۔ اب سوچئے کہ جب دل

میں تمنا ہوتی ہے تو بے اختیار انسان کے دل سے دعائیں نکل رہی ہوتی ہیں۔ انسان کبھی تنہائیوں میں جا کر دعائیں مانگتا ہے، کبھی اونچی آواز سے مانگتا ہے، کبھی خفی انداز سے مانگتا ہے۔ مگر زکریا علیہ السلام نے دعا کیا مانگی قول یہ عرض کیا۔ ﴿رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ﴾ (سورۃ مریم:۴) اے اللہ میری ہڈیاں اب گھلنے کا وقت آیا۔ ﴿وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا﴾ میرے بال سفید ہو کر چمکنے لگ گئے۔ ﴿وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا﴾ لیکن اے اللہ! میں جو آپ سے دعائیں مانگتا ہوں، اس بارے میں ناامید نہیں ہوں۔ اب دعا مانگتے مانگتے جس پر بڑھاپا آجائے اور پھر بھی وہ اتنی لجاجت سے اور اس قدر عاجزی اور نیازمندی سے دعائیں مانگ رہا ہو تو پروردگار کی رحمت کو کیوں نہ جوش آئے، لہٰذا ان کی دعائیں قبول ہوئیں۔ ان کی دعا کیا تھی،

وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَكَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِیْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا (سورۃ مریم: ۵، ۶)

[اور بے شک میں اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے پس تو اپنے ہاں سے مجھے ایک وارث عطا کر جو میرا اور یعقوب علیہ السلام کے خاندان کا بھی وارث ہو اور میرے رب اسے پسندیدہ بنا]

کتنی پیاری دعا مانگی۔ بیٹا بھی مانگا تو ایسا جو کہ اپنے باپ دادا کے کمالات کا وارث بنے، اپنے باپ دادا کے علوم کا وارث بنے۔ تو یہی اصل مقصود ہوتا ہے کہ اولاد ہو اور نیک ہو جو انسان کے لئے صدقہ جاریہ بن جائے۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ بی بی مریم علیہا السلام محراب میں ہیں، مسجد میں ہیں۔ زکریا علیہ السلام ان کو چھوڑ کر کہیں دعوت کے کام پر چلے گئے۔ ذرا دیر سے واپس

آئے خیال تھا کہ بی بی مریم علیہا السلام کے پاس کھانا ختم ہو چکا ہوگا۔ لیکن جب وہاں آئے تو ان کو بے موسم کے پھل کھاتے ہوئے دیکھا۔ پوچھا

یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَکِ ھٰذَا "اے مریم! یہ کیا ہے؟"

قَالَتْ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ (ال عمران ۳۷)

مریم علیہا السلام نے جواب دیا کہ یہ اللہ رب العزت کی طرف سے ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰہَ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ جب مریم نے یہ بات کہی کہ بے موسم کے پھل مجھے پروردگار نے عطا کیے، اب دل میں بیٹے کی تمنا تو تھی ہی سہی دعائیں تو پہلے بھی مانگتے تھے، لیکن موقع کے مطابق پھر دل میں بات آگئی، قرآن نے بتلا دیا۔ ﴿ھُنَالِکَ دَعَا زَکَرِیَّا رَبَّہٗ﴾ زکریا علیہ السلام کو اپنی بات یاد آگئی اور اس موقع پر انہوں نے اپنے رب سے پکار کی دعا کی،

رَبِّ ھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً اِنَّکَ سَمِیْعُ الدُّعَآءِ

(ال عمران: ۳۸)

اے اللہ! مجھے بھی پاک نیک بیٹا عطا فرما دے۔ دیکھیں! دعا مانگی تو کس کی؟ ذُرِّیَّۃً طَیِّبَۃً نیک بیٹے کی دعا مانگی۔ اے اللہ! اگر آپ مریم علیہا السلام کو بے موسم کے پھل دے سکتے ہیں میں بھی بوڑھا ہو چکا ہوں میری بھی اولاد کا موسم تو نہیں، مگر مجھے بھی بے موسم کا پھل عطا کیجئے۔

اللہ رب العزت نے دعا کو اسی وقت قبول فرمایا۔ فَنَادَتْہُ الْمَلٰٓئِکَۃُ کیا فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یُبَشِّرُکَ بِیَحْیٰی مُصَدِّقًا بِکَلِمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ سَیِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ﴾ (آل عمران:۳۹)

بیٹا بھی دیا تو یحییٰ علیہ السلام۔ ایسا نام جو پہلے کبھی کسی نے رکھا نہیں اور پھر یہ بھی فرما دیا کہ یہ اتنا پاکباز ہوگا کہ یہ عورتوں سے ایک طرف رہنے والا ہوگا، اللہ کا نبی اتنا نیکوکار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اولاد بھی دیتے ہیں اور نیکوکار بھی دیتے ہیں یہی سب سے بڑی تمنا ہوتی ہے۔

چنانچہ باپ کی دعا قرآن مجید میں آپ نے سن لی کہ ابراہیم علیہ السلام نے بھی دعائیں مانگیں اور حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی دعائیں مانگیں۔ بالآخر اللہ رب العزت نے ان کو نیک بچے عطا فرما دیئے۔ چنانچہ کب سے یہ دعائیں شروع ہوتی ہیں قرآن مجید کی طرف رجوع کریں۔

حضرت عمران علیہ السلام کی بیوی کی نیک اولاد کی تمنا

عمران علیہ السلام کی بیوی تھیں، ان کو امید ہوگئی، حمل ہوگیا۔ اب جس وقت سے امید لگ گئی انہوں نے اپنے دل میں ایک نیت کی، قرآن مجید نے وہ خوبصورت نیت نقل کی۔ فرمانے لگیں۔

رَبِّ اِنِّی نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ

(آل عمران:۳۵)

سراپا عجز و نیاز بن گئیں، سراپا دعا بن گئیں، اپنے پروردگار کے حضور دامن پھیلا کر دعا مانگی۔ اے میرے مالک! جو کچھ میرے بطن میں ہے میں نے اس کو تیرے دین کے لئے وقف کر دیا۔ اے اللہ! اس کو مجھ سے قبول فرما لے۔ ابھی تو بچے کی پیدائش نہیں ہوئی ابھی تو فقط بنیاد پڑی ہے۔ امید لگی ہے مگر ماں کو اس وقت سے فکر ہوتی ہے کہ میری ہونے والی اولاد نیک بن جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس وقت سے دعا مانگی۔ تو سوچئے نیک اولاد کے لئے ماں باپ کب سے دعائیں مانگنی شروع کر دیتے ہیں۔

نیک اولاد کیلئے وظیفہ قرآنی

علماء نے لکھا ہے کہ قرآن مجید کے یہ آیت ہے اگر کوئی بھی عورت حمل کے بعد اس دعا کو کثرت کے ساتھ پڑھے گی تو اللہ رب العزت اس کو نیک، پاک اولاد عطا فرمائیں گے۔ اور یہ ہمارے مشائخ کا دستور رہا اور انہوں نے تصدیق بھی کی کہ جو حاملہ عورت بھی ایام حمل میں وقتاً فوقتاً ان آیات کو پڑھتی رہتی ہے

رَبِّ اِنِّی نَذَرْتُ لَکَ مَا فِیْ بَطْنِیْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّیْ

تو اس کی نیک نیتی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو نیک اولاد عطا فرما دیتے ہیں۔ یہاں سے ماں باپ کی دعائیں ہیں۔ ابھی بچے کی بنیاد پڑ رہی ہے اور کب تک ماں باپ کی تمنائیں رہتی ہیں کہ اولاد نیک بن جائے۔ جب تک اس دنیا سے رخصت نہیں ہو جاتے۔ چنانچہ قرآن پاک کی طرف رجوع کریں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے لئے نصیحت

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی موت کے وقت اپنے بیٹوں کو جمع کیا، فرمایا، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

اَمْ کُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ (بقرۃ:۱۳۳)

اب دیکھئے موت کا وقت آ گیا اس وقت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کو اکٹھا کر کے ان سے پوچھتے ہیں میرے۔ بیٹو! میرے بعد تم کس کی عبادت کرو گے؟ جب بچوں نے اچھا جواب دیا کہ ہم آپ کے الٰہی کی عبادت کریں گے تو خوش ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمادیا۔

وَ وَصّٰی بِهَا اِبْرَاهِیْمُ بَنِیْهِ وَ یَعْقُوْبُ یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰی لَکُمُ

الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ ۔ (بقرۃ:۱۳۲)

[اور اس بات کی ابراہیم اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو نصیحت کی کہ اے میرے بیٹو بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ دین پسند کیا پس تم ہرگز نہ مرنا مگر یہ کہ تم مسلمان ہو۔]

یعنی ہر حال میں ایمان پر موت آئے۔ تو دیکھئے کہ انہیں عین موت کے وقت بھی اولاد کے دین کی اور اولاد کی نیکی کی فکر تھی۔

اولاد کیلئے دعائیں......عمر بھر

اب دیکھئے قرآن کیا کہتا ہے؟ ماں کے پیٹ میں جب حمل ٹھہرتا ہے اس وقت سے ماں کی دعائیں، باپ کی دعائیں ہو رہی ہیں...... بلکہ اس سے بھی پہلے کی اور کب تک دعائیں رہتی ہیں، جب باپ دنیا سے جا رہا ہے۔ رخصت ہوتے وقت بھی اس کی آخری تمنا یہی ہوتی ہے کہ تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم اسلام پر رہو، ایمان پر موت ہو۔ معلوم ہوا کہ یہ تو ساری زندگی کا مسئلہ ہے۔ جو فکر مند والدین ہوتے ہیں وہ تو ساری زندگی دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ یہ تو ماں باپ سے جا کر کوئی پوچھے کہ ان کے دل کی دعائیں کہاں کہاں نکلتی ہیں۔ کوئی موقع نہیں ہوتا، کوئی دن نہیں ہوتا، نیک ماں باپ کی تو دعائیں ہوتی ہیں۔

بلکہ آپ حیران ہوں گی ہر چھوٹا بچہ جس نے پانچ چھ برس کی عمر میں نماز پڑھنی سیکھی وہ اس وقت سے دعائیں مانگتا ہے اور ہر بچہ دعا کیا مانگتا ہے......

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ (ابراہیم:۴۰)

اللہ مجھے بھی نماز کا پابند بنا دے، میری اولاد کو بھی نماز کا پابند بنا دے۔

اب جس بچے نے پانچ چھ سال کی عمر میں یہ دعائیں مانگنی شروع کر دیں حالانکہ اولاد وہ پچیس سال کی عمر میں جا کر ملی پھر اس کے بعد بھی وہ یہی دعائیں مانگتا

رہا حتیٰ کہ اس کی موت کا وقت قریب آ گیا۔ اب سوچئے کہ اگر اس وقت بھی اس کی اولاد نماز کی پابند نہیں ہوتی تو باپ کے دل پر کتنا صدمہ ہوتا ہے کوئی بندہ اس کو محسوس نہیں کر سکتا۔ سوائے اس کے کہ جو باپ ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے اندر فطری طور پر نیک اولاد کی تمنا رکھ دی ہوتی ہے۔ اسی لئے ساری زندگی ان کے لئے دعائیں کی جاتی ہیں۔ قرآن مجید نے بھی دعا سکھائی کہ یہ دعا مومنین مانگا کریں۔ وہ دعا یہ ہے۔

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا O (فرقان: ۷۴)

[اے اللہ ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے اور ہمارے بچوں کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا]

اے اللہ! ہماری بیویوں میں سے، ہماری اولادوں میں سے ایسا بنا دے کہ وہ ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنے۔ واجعلنا للمتقین اماما اور خود ہمیں بھی متقیوں کا امام بنا دے۔ اب سوچنے کی بات ہے کہ دعائیں مانگی جا رہی ہیں کہ اولاد آنکھوں کی ٹھنڈک بنے اور وہ تو تبھی اچھی بنے گی نا جب وہ نیک ہوگی فرمانبردار ہوگی۔ تو پتہ چلا کہ قرآن پاک سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ ماں باپ تو ساری زندگی اولاد کے لئے دعائیں مانگتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اپنی اولاد کے لئے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اپنی اولاد کے بارے میں بہت ہی عجیب و غریب ہے۔ انہوں نے جب اپنی اولاد کو بیت اللہ شریف کے پاس جا کر چھوڑا حضرت اسماعیل اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ کو، تو یہ دعا مانگی

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ (ابراہیم:۳۷)

فرمایا رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنتُ مِن ذُرِّيَّتِي اے میرے پروردگار! میں نے اپنی اولاد کو سکونت دی بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ ایک ایسی وادی میں کہ جس میں ذرات بھی نہیں ... نام ونشان بھی نہیں ذرات کا یا سبزے کا...... ایسی جگہ جہاں پتھر ہی پتھر ہیں۔ پانی ہی نہیں کہ جس کی وجہ سے نہ پھل ہے، نہ پھول، نہ درخت ہے نہ کچھ اور ہے۔ ایسی بے برگ وگیاہ جگہ پر میں نے اپنے بچوں کو چھوڑ دیا۔ عِندَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ تیرے حرمت والے گھر کے پاس جو کہ بیت اللہ شریف وہاں تھا اور میں نے اپنی اولاد کو وہاں اللہ کے گھر کے پاس بسایا تو یہ دعا کرتے ہیں۔ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصَّلَاةَ اے اللہ! نیت یہ ہے کہ وہ نماز پڑھنے والے بن جائیں یعنی عبادت گزار بن جائیں۔ اگرچہ لفظ صلوٰۃ استعمال کیا مگر صلوٰۃ عبادت کی طرف نشاندہی کر رہی ہے تو یہ بتایا گیا کہ اے اللہ! تیرے گھر کے پاس چھوڑا، نماز کا لفظ استعمال کیا تا کہ تیرے گھر میں جا کر عبادتیں کر سکیں۔

فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِي إِلَيْهِمْ اے اللہ! لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف مائل فرما دے تا کہ ان کو لوگوں کے اندر محبوبیت نصیب ہو، قبولیت نصیب ہو، عزت نصیب ہو...... اے اللہ! ان کو لوگوں کا مرجع بنا دیجئے۔ اے اللہ! ان کو کھانے کے لئے پھل عطا کر دیجئے۔ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ تا کہ یہ آپ کا شکر ادا کر سکیں۔ اتنی پیاری دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بچوں کیلئے مانگی۔

ہم بھی دعا مانگیں

آج بھی چاہیے کہ ہر ماں ہر باپ اپنے بچوں کے لئے یہی دعا مانگے۔ ہم یہ نیت کریں

رَبَّنَا اِنِّی اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِی اے اللہ ہمارے اولادیں ایک ایسی جگہ زندگی گزار رہی ہیں۔ بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ جو دینی اعتبار سے بے عملی کا ماحول ہے دینی اعتبار سے فسق و فجور کا ماحول ہے، نیکی کم برائی زیادہ ہے۔ اس لئے یہ بھی وادغیر ذی زرع کی مانند ہے۔ یہ نیت کریں کہ اے اللہ! یہ بھی دینی اعتبار سے وادی غیر ذی زرع ہے۔ عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ اس سے مسجد مراد لیجئے۔ لوگوں، مسلمانوں کے گھر عام طور پر مسجد کے قریب تو ہوتے ہی ہیں...... کبھی چند منٹ میں پہنچ گئے، کبھی دس منٹ میں پہنچ گئے...... تھوڑا سا فاصلہ ہوتا ہے۔ تو یہ نیت کریں کہ اے اللہ! تیرے گھر کے پاس ہم نے اپنی اولاد کو مکان بنا کر دیا اور ایسا کہ یہاں کا ماحول دینی نہیں اے اللہ! ہماری نیت یہ ہے۔ لِیُقِیْمُوْا الصَّلٰوۃَ یہ ہماری اولاد نمازیں پڑھنے والی بن جائے۔ اے اللہ! ان کا رابطہ مسجد کے ساتھ پکا ہو جائے، تیرے گھر سے ان کو محبت ہو جائے۔ چونکہ حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ جس کو مسجد میں کثرت سے آتے جاتے دیکھو اس کی ایمان گواہی دو، لہٰذا مسجد کے اندر ان کا دل لگ جائے۔ اور اے اللہ! ایسا نہ ہو کہ ان کے حاسد ہوں، ان کے مخالف ہوں، ان کو تکلیف پہنچانے والے لوگ ہوں۔ لہٰذا

فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْ اِلَیْھِمْ

اے اللہ! لوگوں کے دلوں میں ان کی محبت ڈال دیجئے۔ وہ عزت سے پیش آئیں۔ لوگ ان کا اکرام کریں، لوگ تعریفیں کریں، لوگ خوشی خوشی ان سے ملیں اور اچھے اخلاق کا برتاؤ کریں۔ اے اللہ! ہماری اولاد کو ایسی قبولیت دیجئے۔

وَارْزُقْھُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ (ابراھیم : ۳۷)

اے اللہ! ان کو کھانے کو پھل دیجئے۔

اگر پھل مل سکتے ہیں تو روٹی پانی تو پہلے کی بات ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ

تعالیٰ فقط روٹی پانی ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ ساتھ ان کو کھانے کے لئے پھل بھی عطا فرمائیں گے۔ پاکیزہ وافر رزق عطا فرمائیں گے اور مقصد کیا ہوگا

لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ تاکہ وہ آپ شکر ادا کر سکیں.

اب یہ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ایک نکتہ ہے، انہوں نے یہ اس لئے کہا کہ شکر کرنے والے بندے تھوڑے ہوتے ہیں،

وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ (سبا: آیت ۱۳)

میرے بندوں میں سے تھوڑے ہوتے ہیں جو شکر گزار ہوتے ہیں۔ تو دیکھئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کتنی پیاری اور خوبصورت ہے۔ ہر ماں اور باپ کو چاہیے کہ اپنی اولاد کی نیت کر کے ان کے مفہوم کو ذہن میں رکھ کر ابراہیم علیہ السلام کی طرح دعا مانگے۔ اللہ تعالیٰ نے جیسے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کو عزتیں بخشیں ان میں سے انبیاء کو پیدا کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کی اولادوں میں سے اولیاء پیدا فرمائے۔ جس طرح ابراہیم علیہ السلام کی اولادوں میں سے سید الانبیاء کو پیدا کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ آپ کی اولاد میں سے کسی بڑے ولی کو پیدا فرمائیں گے۔ جس طرح اللہ رب العزت نے ان کو وافر رزق عطا کیا۔ آج دیکھئے عرب ملکوں کے جتنے لوگ ہیں ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نیچے آ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے آج بھی ان کو کھانے کے لئے پھل عطا کئے۔ لہٰذا اس دعا سے فائدہ اٹھایئے۔ اللہ رب العزت ہماری اولادوں کو نیک بنا دے۔

نیک اولاد بہترین صدقہ جاریہ

نیک اولاد انسان کے لئے نعمت ہے اور بری اولاد انسان کے لئے وبال ہے اس لئے کہ نیک اولاد صدقہ جاریہ بنے گی۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَةٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهٗ

[جب انسان مرجاتا ہے اس کا دنیا کے تمام اعمال سے تعلق ختم ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کا تعلق رہتا ہے، ایک صدقہ جاریہ، دوسرا علم جس سے لوگوں کو نفع ہو تیسرا ایسی نیک اولاد جو اس کیلئے مغفرت کی دعا کرتی رہے۔]

اس حدیث میں جو تیسرا عمل فرمایا گیا وہ ولد صالح یعنی نیک اولاد ہے، اگر اس نے اپنے پیچھے نیک اولاد چھوڑی تو اولاد کا جتنا بھی عمل ہوگا ان کے اجر کے مطابق اولاد کو بھی ملے گا اور اللہ تعالیٰ ان کے والدین کے نامہ اعمال میں بھی لکھیں گے۔ بلکہ بعض روایات میں آتا ہے کہ بچہ جب دنیا میں پیدا ہوتا ہے اس وقت سے لے کر مرنے تک اگر وہ نیک بنا تو جتنی مرتبہ دنیا میں سانس لیتا ہے ہر ہر سانس کے بدلے اس کے والدین کو اجر دیا جاتا ہے۔

قرآن مجید نے بتا دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے والد کی نیک اولاد تھے، دعا مانگتے تھے

رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَ عَلٰى وَالِدَيَّ (سورۃ الاحقاف:۱۵)

دیکھئے وہ شکر ادا کر رہے ہیں جو نعمتیں اللہ نے ان پر کیں یا ان کے والد گرامی پر کیں۔ نیک اولاد تو والدین کے لئے بھی نیک دعائیں کرتی ہے۔

بری اولاد کا وبال

اور بری اولاد تو انسان کے لئے دنیا میں بھی تکلیف کا سبب بنتی ہے اور آخرت میں بھی شرمساری کا سبب بنے گی۔ بری اولاد کا کیا بتائیں انسان کے لئے وہ چھٹی

انگلی کی طرح ہوتی ہے کہ نہ اس کو انسان کاٹ سکتا ہے نہ برداشت کر سکتا ہے اولاد جو ہوتی ہے، اب ماں باپ کو ان کے پاس رہنا تو ہوتا ہی ہے مگر دل ہی دل میں گھٹ گھٹ کر جی رہے ہوتے ہیں۔

اس بری اولاد کا کیا کہنا۔ ایک آدمی کے ہاں اولاد نہیں تھی وہ مکہ مکرمہ میں رہتا تھا، بڑی دعائیں مانگتا تھا۔ کسی نے اسے کہا مقام ابراہیم پر جا کر دعائیں مانگو، اللہ تعالیٰ تمہیں اولاد عطا فرما دیں گے۔ لیکن اس بیچارے کو یہ سمجھ نہیں تھی کہ میں نے نیک اولاد مانگنی ہے۔ چنانچہ وہ مقام ابراہیم پر گیا اور وہاں جا کر اس نے دو رکعت نفل پڑھ کر کھڑے ہو کر دعا مانگی اے اللہ! مجھے بیٹا دے دے۔ اب چونکہ بیٹے کی دعا مانگی اللہ نے دعا تو قبول کر لی لیکن بیٹا نافرمان نکلا۔ جیسے ہی اس نے جوانی میں قدم رکھا اس نے عیاشی والے کام کرنے شروع کر دیئے، لوگوں کی عزتیں خراب کرنے لگا۔ ماحول کے اندر معاشرے کے اندر اس کی وجہ سے بہت پریشانی آ گئی۔ لوگ اس کو برا سمجھتے اور اس کی وجہ سے اس کے ماں باپ کو بھی برا کہتے۔ حتیٰ کہ اس نوجوان نے ایسے بدمعاشی کے کام کئے کہ ماں باپ کانوں کو ہاتھ لگاتے۔ باپ بڑا پریشان ہوا بچے کو سمجھاتا۔ اس کے کان پر جوں نہ رینگتی۔ اس کو جوانی کا نشہ چڑھا ہوا تھا۔ وہ بات کو ایک کان سے سنتا اور دوسرے کان سے نکال دیتا بری صحبت میں پڑ چکا تھا۔ برے کاموں کی لذت اس کو پڑ چکی تھی۔ اسلئے وہ اپنی مستیوں میں لگا رہتا۔ باپ جتنا بھی سمجھاتا بچہ بات ہی نہ سنتا۔ حتیٰ کہ ایک دن باپ نے اس کو بلا کر اچھی طرح ڈانٹا کہ اس کو کچھ تو سمجھ آئے۔ اب سوچئے کہ باپ نے ڈانٹ پلائی سمجھانے کی خاطر، اصلاح کی خاطر لیکن نوجوان آگے سے غصے میں آ گیا کہ تم نے مجھے ایسی ایسی باتیں کیوں کیں۔ وہ وہاں سے نکلا، نوجوان نے بھی سنا ہوا تھا کہ فلاں جگہ جا کر اگر دعائیں کریں تو وہ قبول ہوتی ہیں۔ غصے میں آ کر وہ

نوجوان بیت اللہ شریف کی طرف آیا اور مقام ابراہیم پر جہاں پہلے باپ نے بیٹے کے پیدا ہونے کی دعا کی تھی اسی جگہ پر کھڑے ہو کر نوجوان نے باپ کے مرنے کی دعائیں کرنے لگا۔ بری اولاد کا تو یہ حال ہوتا ہے۔ انسان ان کو پیار محبت سے پالتا ہے مگر وہ بڑے ہو کر انسان کے دشمن بن جاتے ہیں۔ دنیا میں بھی ان کا یہی معاملہ قیامت میں بھی یہی حال۔

قیامت کے دن نافرمان اولاد بدکار اولاد کو جب کھڑا کیا جائے گا اور پوچھا جائے گا کہ تم کیوں نافرمان بنے تو وہ اپنا سارا بوجھ اپنے ماں باپ کے کندھوں پر ڈال دیں گے کہیں گے

رَبَّنَا اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَآءَ نَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا (الاحزاب: ٦٧)

[اے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہا مانا پس انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا]

کہیں گے اے پروردگار! ہم نے اپنے بڑوں کی، ماں باپ کی، اپنے امراء کی تعمیل کی۔ انہوں نے کہا تھا کہ بیٹی تو نے گریجوایشن کرنی ہے میں نے کر کے دکھا دی، انہوں نے کہا تھا کہ تو نے بزنس مینجمنٹ کرنی ہے میں نے کر کے دکھا دی، انہوں نے کہا تھا کہ تو نے کمپیوٹر سائنس پڑھنی ہے میں نے پڑھ کر دکھا دی، جو دنیا کے ٹارگٹ انہوں نے دیئے تھے اللہ میں نے کر کے دکھا دیئے۔ کاش ماں باپ مجھے دین کے راستے پر بھی ڈالتے میں بھی دین دار بن جاتا۔ انہوں نے تو مجھے دنیا کی عزتوں کے پیچھے لگایا کہ دنیا میں نام ہو...... دنیا میں تعریفیں ہوں...... دنیا کا رزق اچھا ہو...... جو انہوں نے کہا اے اللہ! ہم نے کر کے دکھا دیا۔ یہ ہمارا قصور نہیں یہ ہمارے والدین کا قصور ہے۔

رَبَّنَآ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا (الاحزاب: ٦٨)

اے اللہ! ہمارے والدین کو دوگنا عذاب دیجئے۔ اور ان پر بڑی لعنت کیجئے
دیکھئے قرآن مجید کی آیات بتا رہی ہیں اگر ہم نے اس اولاد کو دین نہ سکھایا، نیک نہ بنایا، دعائیں نہ مانگیں تو یہ قیامت کے دن مقدمہ دائر کرے گی، کرتوت اپنے ہوں گے، بدمعاشیاں اپنی ہوں گی، گناہ اپنے ہوں گے مگر اپنے آپ کو بچانے کی خاطر ماں باپ کے سر پر ڈال دیں گے۔ کہیں گے اے اللہ! ان کو دوگنا عذاب دیجئے۔ اور صرف عذاب کی بات نہیں قرآن پاک کے الفاظ ہیں، یہ بھی ساتھ کہیں گے

وَ الْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا اے اللہ! ان پر لعنتوں کی بارش برسا دے۔ عجیب بات ہے اولاد یہ کہے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمائیں گے تم سب کے لئے دوگنا عذاب ہے بچوں کو بھی دوگنا اور ماں باپ کو بھی دوگنا، تو اولاد اگر بری ہوئی تو ماں باپ پکڑے جائیں گے۔ جیسے کہ حدیث مبارک میں آیا

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ. (حدیث)

تم میں سے ہر آدمی راعی ہے اور اس سے رعیت کے بارے میں قیامت کے دن پوچھا جائے گا لہٰذا اولاد جو مانگیں تو نیک مانگیں۔ اس لئے کہ وہ صدقہ جاریہ بنے گی اور اگر یہ بری ہوئی تو انسان کے لئے وبال بن جائے گی۔ اس لئے بچوں کی تربیت دین اسلام میں ایک بہت اہم کام ہے اس کے لئے باپ کو بھی فکرمند ہونا چاہیے، ماں کو بھی فکرمند ہونا چاہیے۔

والدین کی دعاؤں کے اثرات

عام طور پر لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ ماں کی گود بچے کی پہلی درسگاہ ہوتی ہے۔ بلکہ یہ بات شریعت نے نہیں بتائی بلکہ یہ بتایا کہ ماں کی گود میں آنے سے پہلے بچے پر اثرات آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ بچے کی پیدائش سے پہلے ہی ماں باپ کی

دعاؤں کا اثر ہوتا ہے، ماں باپ کی نیکیوں کا اثر ہوتا ہے، یہ اثر تو پہلے دن سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ سنئے اسلام نے پہلے سے ہی نشاندہی کر دی۔

حضرت نعمان رحمۃ اللہ علیہ ایک بزرگ گزرے ہیں۔ انہوں نے اپنے بیٹے ثابت کو ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر کر دیا اور کہا کہ اے امیر المؤمنین! میرے بیٹے کے اولاد نہیں آپ اس کے لئے دعا فرما دیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دعا فرما دی۔ ثابت کو بیٹا ملا اس نے اپنے والد کے نام پر اس کا نام نعمان رکھا۔ چنانچہ یہ بچہ نعمان بن ثابت بن نعمان جب بڑا ہوا تو یہ اپنے وقت کا امام اعظم ابوحنیفہؒ بنا۔ تو معلوم ہوا کہ ماں باپ نے دعائیں کروائیں، اللہ والے کے ہاتھ اٹھ گئے، اللہ تعالیٰ نے ان کو ہیرے موتی جیسا بیٹا عطا فرما دیا۔ تو یہ اس وقت سے اثرات شروع ہو جاتے ہیں۔

والدین کا اثر اولاد پر

آداب کے لئے ماں کی گود پہلا مدرسہ نہیں ہوتی بلکہ اس سے پہلے سے اثرات شروع ہو جاتے ہیں۔ یہ دین اسلام کا حسن ہے، اس نے ہمیں نشاندہی کر دی، پہلے سے بتا دیا کہ اس کو فلاں جگہ سے اور فلاں بطن سے اثرات آتے ہیں۔ بلکہ سمجھ لیجئے کہ اولاد کی امید لگنے سے پہلے ماں باپ کی زندگی نیکی پر ہوگی اور ماں باپ کے اندر اخلاص ہوگا اور ماں باپ کے اندر اللہ رب العزت کی خشیت ہوگی تو ان کی دعائیں ان کے لئے نیک اولاد کا سبب بنیں گی۔ چنانچہ اس عمر سے ان کے اوپر اثرات ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک درویش کہیں جا رہے تھے نہر کے کنارے، بھوک بھی لگی ہوئی تھی مگر کچھ کھانے کو نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ کی یاد میں جا رہے تھے۔ اس بھوک کے عالم میں انہوں نے جب نہر کے پانی کو دیکھا تو ایک سیب ان کو تیرتا ہوا نظر آیا۔ ان کو بھوک لگی ہوئی تھی۔ انہوں نے وہ سیب لے لیا اور کھا لیا۔ جب کچھ

پیٹ میں چلا گیا پھر خیال آیا یہ سیب میرا تو نہیں معلوم نہیں کہ کس خدا کے بندے کا
تھا۔ میں نے تو بلا اجازت سیب کھالیا۔ قیامت کے دن جواب دینا پڑے گا۔ اب
پریشانی ہوئی دیکھیں، اللہ والوں کو چھوٹی چھوٹی باتوں سے بھی پریشانی ہوتی
ہے کہ ہم سے اللہ تعالیٰ کی کوئی تھوڑی سی بھی نافرمانی نہ ہو۔ کسی بندے کا تھوڑا سا
حق بھی ہمارے اوپر نہ آئے۔ چنانچہ سوچنے لگے کہ میں کیا کروں۔ دل میں خیال
آیا کہ جدھر سے پانی آ رہا ہے ادھر ہی چلتا ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ جس بندے کا سیب
گرا ہو مجھے وہ بندہ مل جائے۔ اب دعائیں مانگتے ہوئے ادھر جا رہے ہیں۔ کچھ
اور آگے چلے ان کو سیبوں کا ایک باغ نظر آیا جس کے درختوں کی شاخیں نہر کے
پانی کے اوپر تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ سمجھ گئے کہ کسی پرندے نے یہ سیب گرایا ہوگا اور
وہ پانی میں بہتا ہوا مجھے ملا اور میں نے کھالیا۔ چلو اس باغ کے مالک سے میں
معافی مانگ لیتا ہوں میرے پاس پیسے تو ہیں نہیں۔ چنانچہ یہ باغ کے مالک کو ملے
اور اس کو جا کر بتایا میں بھوکا تھا ایک سیب نظر آیا وہ میں نے کھالیا ہے۔ کھانے کے
بعد خیال آیا کہ یہ کسی کا حق میرے اوپر آگیا ہے اب یا تو آپ مجھ سے مزدوری
لے لیں میرے پاس پیسے تو نہیں ہیں جو میں دے سکوں اور یا پھر مجھے معاف
کر دیجئے۔ اس باغ کے مالک کو پتہ نہیں کیا سوجھی، کہا کہ میں آپ کو معاف نہیں
کروں گا۔ میں آپ سے قیامت کے دن اپنا حق مانگوں گا۔ وہ درویش اس سے
منت سماجت کرنے لگے کہ بھائی مجھ سے غلطی ہوگئی اللہ کے لئے مجھے معاف کردو۔
اگر معاف نہیں کرتے تو مجھ سے کوئی مشقت یا مزدوری لے لو۔ باغ کا مالک کہنے
لگا اچھا میں معاف تو نہیں کرتا مگر میں مشقت اور مزدوری لوں گا۔ درویش کہنے لگے
کہ کون سا کام کرواؤ گے؟ میں کرنے کے لئے تیار ہوں دنیا کی تکلیفیں اٹھانا
آسان ہے آخرت کی تکلیفیں اٹھانا بڑا مشکل ہے۔ تو باغ کے مالک نے کہا، میری

ایک بیٹی ہے جوان ہے لیکن اندھی ہے، بہری ہے، گونگی ہے، لولی لنگڑی ہے، ایک گوشت کا لوتھڑا سمجھ لیں۔ اگر تم اس سے نکاح کرو اور ساری زندگی اس کی خدمت کرو تو پھر میں تمہیں اپنا حق معاف کروں گا ورنہ میں معاف نہیں کرسکتا۔ اب یہ بیچارے سوچنے لگے پھر دل میں خیال آیا کہ اس طرح کی زندہ لاش سے نکاح کر لینا اور ساری زندگی اس کی خدمت کرنا آسان ہے لیکن قیامت کے دن کسی بندے کے حق کا جواب دینا بڑا مشکل کام ہے چنانچہ آمادہ ہو گئے۔

وقت طے ہو گیا نکاح ہو گیا۔ نکاح کے بعد رخصتی ہوئی جب یہ پہلی رات اپنی بیوی کو ملنے کے لئے تشریف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ انتہائی خوبصورت تھی کہ جیسے حور پری ہوتی ہے۔ اس کی آنکھیں اچھی، زبان اچھی، کان اچھے، ہاتھ پاؤں اچھے، وہ دلہن بن کر بیٹھی ہوئی تھی۔ انہوں نے سلام کیا پوچھا کہ آپ اس باغبان کی بیٹی ہیں؟ کہنے لگی کہ جی۔ پوچھا کہ آپ کی کوئی اور بہن بھی ہے اس نے کہا کہ نہیں میں اپنے باپ کی ایک ہی بیٹی ہوں۔ بڑے حیران ہوئے اور دل میں سوچتے رہے کہ اس کے والد نے مجھے Specification (خصوصیات) تو کچھ اور بتائی تھیں اور یہ تو اتنی پیاری خوبصورت بیوی کہ انسان تصور بھی نہیں کرسکتا۔ میاں بیوی کی رات اچھی گزر گئی۔ اگلے دن ان کے سسر سے ملاقات ہوئی تو سسر صاحب نے سلام کے بعد فوراً پوچھا سنائیں کہ آپ نے اپنے مہمان کو کیسا پایا؟ یہ کہنے لگے کہ جی آپ نے تو بتایا تھا کہ وہ اندھی ہے، بہری ہے، گونگی ہے، لولی ہے، لنگڑی ہے اور میرے ذہن میں تو یہی دھیان تھا۔ لیکن میری بیوی تو بالکل صحیح سلامت، تندرست ہی نہیں بلکہ اتنی خوبصورت کہ لاکھوں میں ایک ہے، یہ کیا معاملہ ہے؟ تو اس وقت اس کے باپ نے کہا کہ وجہ یہ ہے کہ یہ میری بیٹی قرآن کی حافظہ ہے، حدیث کی حافظہ ہے، اس نے ساری زندگی تقویٰ و طہارت کے ساتھ گزاری، کبھی اس نے

غیر محرم پر نگاہ نہیں اٹھائی، میں نے اس لئے کہا کہ یہ اندھی ہے۔ کبھی غیر محرم سے کلام نہیں کیا میں نے کہا یہ گونگی ہے۔ کبھی اس نے بغیر اجازت گھر سے باہر قدم نہیں رکھا میں نے کہا کہ یہ لنگڑی ہے۔ اس طرح پاک زندگی گزارنے والی میری بیٹی اتنی خوبصورت تھی کہ میرا دل چاہتا تھا کہ اس کا خاوند ایسا ہو جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہو۔ اس نے لئے بیوی کے حقوق وہی اچھے طریقے سے پورے کر سکتا ہے جس کے دل میں اللہ کا ڈر ہوگا۔

اسی لئے سورۃ النساء کو پڑھ کر دیکھئے ہر چند آیتوں کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں واتقوا اللہ..... واتقوا اللہ..... واتقوا اللہ یہ جو تقویٰ کو اختیار کرنے کا حکم دیا، اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ تقویٰ کے بغیر میاں بیوی کے تعلقات میں توازن نہیں ہو سکتا۔ یہ پرہیز گار انسان ہی ہو سکتا ہے جو بیوی کے حقوق ٹھیک ٹھیک ادا کرے اور کمی نہ آنے دے۔ لہٰذا وہ کہنے لگے کہ میرے دل میں یہ تھا کہ جس کے دل میں تقویٰ ہو، خوفِ خدا ہو اس کو میں اپنی بیٹی کے لئے خاوند کے طور پر چن لوں۔ جب آپ میرے پاس ایک سیب کی معافی مانگنے کے لئے آئے تو میں پہچان گیا کہ آپ کے دل میں خوفِ خدا ہے۔ اس لئے میں نے آپ کا نکاح اپنی بیٹی سے کر دیا۔ یہ اتنا نیک باپ تھا اور اتنی نیک ماں تھی کہ اللہ نے ان کو ایک بیٹا عطا فرمایا انہوں نے اس کا نام عبدالقادر رکھا اور یہ عبدالقادر وہ بچہ تھا جو بڑا ہو کر عبدالقادر جیلانی بنا۔ تو جب ماں ایسی ہوتی ہے باپ ایسا ہوتا ہے تو پھر بیٹا بھی اولیاء کا بادشاہ بنا کرتا ہے۔ تو ماں باپ کے اثرات سے پہلے ہی ان کی دعاؤں کے اثرات بچوں کے اوپر منتقل ہوتے ہیں۔

اس لئے جب سے انسان اولاد کی نیت کرے اس وقت سے دعائیں مانگے اور اس وقت سے ہر چیز کا خیال رکھے۔

آداب مباشرت

جب میاں بیوی دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ملنے کا ارادہ کریں تو ان کی نیت نیک اولاد کی ہونی چاہیے۔ نیک اولاد کی نیت ہوگی انما الاعمال بالنیات (حدیث) اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے۔ تو جب بھی میاں بیوی ملیں ان کی نیت یہی ہو کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نیک اولاد عطا فرمادیں۔

جب وہ ایک دوسرے کے ساتھ اکٹھے ہونے کا ارادہ کریں۔ علماء نے لکھا ہے کہ جب انسان جسم سے اپنے لباس کو ہٹائے، اگر وہ بسم اللہ پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے گرد حفاظت کا ایک پردہ ڈال دیتے ہیں۔ شیطان اس کو نہیں دیکھ سکتا، جنات اس کو نہیں دیکھ سکتے اس لئے سنت ہے کہ انسان کپڑے بدلنا چاہے یا نہانے کے لئے کپڑے اتارنا چاہے اس کو چاہئے کہ بسم اللہ پڑھ لے تاکہ اس کے گرد ایک حفاظت کی چادر آ جائے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے شیطان اور جن اسے دیکھ نہ سکیں۔ آج لوگ سنت کا خیال نہیں رکھتے اور جسم سے لباس ہٹا دیتے ہیں، شیطان اور جن دیکھتے ہیں پھر کہتے ہیں کہ جی لڑکی پر جن کا اثر ہوگیا، فلاں پر جن کا اثر ہوگیا، شیطانی اثرات ہوگئے۔ ہم نے نبی ﷺ کی سنت کو چھوڑ کر خود اپنے لئے مصیبتیں خرید لیتے ہیں۔ اس لئے میاں بیوی کو چاہئے کہ جب اکٹھا ہونے کا ارادہ کریں تو اپنے جسم سے کپڑے علیحدہ کرنے سے پہلے بسم اللہ پڑھ لیں تاکہ ان کو آپس میں ملتے ہوئے کوئی شیطان نہ دیکھ سکے، کوئی جن نہ دیکھ سکے۔

بلکہ شریعت نے یہ بات کہی کہ اگر جسم سے اپنا لباس ہٹائیں تو ایک بڑی چادر ہو جس کے اندر وہ دونوں ایک دوسرے سے ملیں۔ اس بڑی چادر کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کی ہونے والی اولاد میں حیا پیدا فرمائیں گے۔ لہٰذا علماء نے اس بات کی کتابوں میں تحقیق کی کہ جن میاں بیوی نے اپنے اوپر بڑی چادر لینے کا اہتمام کیا

تو اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر ان کی اولاد کو شرمیلا بنایا، حیا والا بنایا۔ تو یہ اللہ رب العزت کی طرف سے معاملات ہوتے ہیں۔ دیکھیں شریعت نے ہمیں کیسی کیسی باریک باتوں کے بارے میں بتادیا۔

شریعت میں یہ بات بھی فرمائی گئی کہ دونوں کو قبلہ رو نہیں ہونا چاہیے۔

بخاری شریف میں ہمبستری کے وقت کی یہ دعا ہے مرد کو چاہیے کہ وہ پڑھ لے

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا

[میں اللہ کا نام لے کر یہ عمل کرتا ہوں۔ اے اللہ تو ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد تو ہمیں دے اس کو بھی شیطان سے بچا]

اور جب مرد کو انزال ہو تو حصن حصین کے اندر یہ دعا ہے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِلشَّيْطَانِ فِيْمَا رَزَقْتَنِيْ نَصِيْبًا

[اے اللہ جو اولاد تو مجھے دے اس میں شیطان کا حصہ نہ ہو]

ان دعاؤں کو یاد کر لینا چاہیے۔

چنانچہ جب میاں بیوی دونوں ملاپ کر چکیں تو اس کے بعد ان کو چاہیے کہ طہارت کے اندر جلدی کریں جلدی کی آخری حد یہ ہے کہ ان کی نماز قضا نہ ہو۔ علماء نے کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر میاں بیوی کے ملاپ سے اولاد کا نطفہ ٹھہر گیا مگر میاں یا بیوی کی اگلی نماز قضا ہو گئی تو ان کی اولاد فاسق بنے گی۔ لہٰذا یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں مردوں اور عورتوں دونوں کی طرف سے کوتاہی ہوتی ہے۔ ملتے ہیں پھر اگلی نماز اگر فجر کی ہے تو قضا ہو گئی یا کوئی اور نماز ہے تو قضا ہو گئی۔ عورتیں غسل کرنے میں ذرا سستی کرتی ہیں اور اسی میں نماز قضا کر بیٹھتی ہیں۔

نافرمان اولاد کیوں جنم لیتی ہے؟

ایک بات تلخ ہے یاد رکھنا کہ جب میاں بیوی کے ملاپ کی وجہ سے ان کی

اگلی نماز قضا ہوئی اور اس ملاپ کی وجہ سے ان کو اولاد ہو گئی تو اس اولاد کے اندر فسق وفجور آ جائے گا۔ جب ماں نے ہی اس عمل کی وجہ سے اللہ کی حکم کو توڑ دیا تو پھر پھل بھی تو ایسا ہی ملنا ہے اس لئے اس بات کا بڑا خیال رکھیں۔ کراچی میں ہمارے ایک دوست ہیں ان کی والدہ جب فوت ہونے لگی اس کی عمر اسی سال کے قریب تھی اس نے اپنے سب بچے بچیوں کو بلایا اور بتایا کہ میں تھوڑے ہی دنوں میں چلی جاؤں گی تمہیں میں ایک بات نصیحت کے طور پر بتانا چاہتی ہوں کہ جب میری شادی ہوئی تو میری عمر بیس سال تھی اور آج میں بستر مرگ پر پڑی ہوئی ہوں میری عمر اسی سال ہے اور اس ساٹھ سالہ ازدواجی زندگی میں کبھی بھی میری کوئی نماز قضا نہیں ہوئی۔ سبحان اللہ۔ آج کے دور میں بھی ایسی نیک بیبیاں ہیں ساٹھ سالہ شادی شدہ زندگی میں اس کی کبھی بھی کوئی نماز قضا نہیں ہوئی تو معلوم ہوا کہ سردیوں، گرمیوں میں اٹھنے کے لئے انہوں نے ایسا وقت چنا ہوگا کہ اس کی کوئی بھی نماز قضا نہ ہوئی۔ ایسے وقت میں پھر اللہ تعالیٰ نیک اولادیں عطا کرتے ہیں۔

لہٰذا جب بھی ایک دوسرے کے ساتھ ملاپ ہو تو شریعت کے احکام کے مطابق ہو۔ ان کی وجہ سے نمازیں قضا نہ ہوں، بے شرمی اور بے حیائی کا معاملہ نہ ہو بلکہ اللہ سے نیک اولاد کی تمنا ہو۔ جانوروں والا مسئلہ نہ ہو کہ آج کل یورپ کی وجہ سے ایسی بے حیائی آ گئی، فلموں میں، ویڈیو میں مسلمان جوان بچے اور بچیاں ایسی بری حرکتیں دیکھتے ہیں...... جانوروں سے بھی بڑھ کر، یورپ نے بے حیائی کا ایسا سبق دیا کہ ہمارے نوجوان بھی اسی کو اپنا رہے ہیں۔ پھر اپنی اولادوں کے بارے میں روتے پھرتے ہیں...... ایسی اولاد پھر ماں باپ کو جوتے مارتی ہے۔ پہلے زمانے میں تو یہ تصور نہیں کیا جاتا تھا۔ نئے دور کی باتیں ہیں، ہمیں آ کر باپ بتاتا ہے کہ میرے بیٹے نے مجھے جوتے سے مارا، ماں کہتی ہے کہ دعا کیجئے بیٹے کی

ہدایت کے لئے، بیٹی کی ہدایت کے لئے۔ ایک ماں نے امریکہ میں دعا کروائی کہ میں اپنا غم کس کو بتاؤں، میں نے بیٹی کو کہا بوائے فرینڈ نہ بناؤ۔ بیٹی نے غصے میں آکر مجھے جوتے سے مارا۔ جب ماں باپ ملتے وقت اس قسم کی جانوروں والی حرکتوں میں ملوث ہوں گے پھر اولاد تو ایسی ہوئی کہ جو ماں باپ کو اپنے جوتوں سے مارے گی۔ ایسی ہی کم بخت اولاد سے اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ فرمادیں۔

تعلیماتِ نبوی ﷺ کامیابی کی شاہراہ

اس لئے یورپ کی تعلیمات پر عمل کی بجائے اسلام کی تعلیمات کو اپنائیں۔ شریعت نے میل ملاپ کا جو دستور بنایا اس میں برکت ہے، اس میں رحمت ہے، اللہ کی مدد ہے اور نیکی ہے۔ ان کے مطابق اگر آپ چلیں گی اور زندگی گزاریں گی آپ کی اپنی زندگی بھی اچھی گزرے گی اور اولاد بھی ایسی ملے گی جو آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی اور قیامت کے دن بھی اللہ کے حضور آپ کی سرخروئی کا سبب بنے گی۔ رب کریم ہمیں اپنی اولاد کی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ لہٰذا آج کے بیان میں ہم نے یہ ٹاپک رکھا کہ ماں کی گود تو مدرسہ ہوتی ہی ہے اس کی باتیں تو کل سے شروع ہوں گی۔ ماں کی گود سے پہلے ہی ماں کی کوکھ میں ہی بچے پر اثرات شروع ہو جاتے ہیں۔ ہم نے آج کے عنوان میں اس بات کو کھولا کہ ماں باپ پہلے سے ہی دعائیں کریں اور شریعت کی ان باتوں کا خیال رکھیں تاکہ بچے کی بنیاد پڑنے سے پہلے ہی اللہ کی طرف سے خیر کے فیصلے ہوں۔ رب کریم ہماری اولادوں کو نیکوکار بنادے اور ہماری غلطیوں اور کوتاہیوں سے درگزر فرمادے اور جو غلطیاں ہم ماضی میں کر چکے اب ندامت کے سوا ہمارے ہاتھ میں کیا ہے، اللہ کریم رمضان المبارک کی ان بابرکت گھڑیوں میں ہمارے گناہوں کو معاف فرما دے اور ہمیں اولاد کی طرف سے خوشیاں عطا فرمادے۔ اولاد کے غموں سے محفوظ فرما

دے۔ اولاد کے دکھوں سے محفوظ فرمادے۔ اولاد کی پریشانیوں سے محفوظ فر
دے۔ جب باپ کو بیٹے کی طرف سے پریشانی ہو، ماں کو بیٹے کی طرف سے
پریشانی ہو، کوئی بندہ ان کے دکھ کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ دوسروں کو کیا پتہ بیچارے
چھپ چھپ کر رو رہے ہوتے ہیں۔ تنہائیوں میں رو رہے ہوتے ہیں۔ روتے بھی
ہیں لوگوں کو آنسو بھی نہیں دیکھنے دیتے۔ یہ تو دل کا غم ہوتا ہے جو ایک وقت کا نہیں
چوبیس گھنٹے کا ہے۔ سوتے ہیں تو دل مغموم ہوتا ہے، جاگتے ہیں تو دل پریشان ہوتا
ہے، اللہ تعالیٰ ایسے غموں سے دور فرمادے۔ ہمارے اولادوں کو نیکوکار بنادے
قیامت کے دن ہم سب کو اپنے سامنے کی سرخروئی عطا فرمادے۔ آمین

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین

مناجات

میرا دل مچل رہا ہے تیری یاد میں الٰہی
تیرے نام نے تو دل میں اک آگ ہے لگائی

تیرا در تو تیرا در ہے تیرے در کے اک گدا نے
دنیائے دوں کی عظمت میرے دل سے ہے مٹائی

تیرے حسن پر میں قرباں تیری نیم سی نگاہ نے
میرے اجڑے دل کی بستی اک پل میں ہے بسائی

میں تیری نوازشوں پر حیران ہو رہا ہوں
قاری نے مجھ کو سورۃ رحمٰن ہے سنائی

میری زندگی کا حاصل تیری یاد بن گئی ہے
تیرے وصل کی تمنا میرے دل میں ہے سمائی

تیرے عاشقوں میں جینا تیرے سنگ در پہ مرنا
میں یہی سمجھ رہا ہوں تیرے در کی ہے رسائی

مجھے درد دل ملا ہے سن لو اے دنیا والو
میں فقیر بے نوا ہوں مجھے مل گئی ہے شاہی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نوخیز بچے اور
والدین کی ذمہ داریاں

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

محبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

نوخیز بچے اور والدین کی ذمہ داریاں

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَکَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

یُوْصِیْکُمُ اللّٰهُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ

قال رسول الله ﷺ

کُلُّکُمْ رَاعٍ وَ کُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِهٖ. (حدیث)

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ○ وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ○

وَ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

اولاد اللہ کے خزانوں کی نعمت

اولاد کی تربیت سے متعلق مضمون چل رہا ہے، علماء نے لکھا ہے کہ جب کوئی بھی عورت اپنے خاوند سے حاملہ ہو اس کو چاہیے کہ اللہ رب العزت کا شکر ادا کرے کہ اللہ رب العزت نے اس کو ماں بننے کی سعادت عطا فرمائی۔ یہ اولاد کی نعمت اللہ رب العزت کی طرف سے ہوتی ہے۔ کتنے لوگ ہیں کہ جن کے پاس مال بھی ہے، حسن و جمال بھی ہے، دنیا کی سب نعمتیں ہیں مگر اولاد جیسی نعمت سے محروم ہوتے ہیں۔ مختلف ممالک میں جا کر علاج معالجہ کرواتے ہیں۔ حکیم، ڈاکٹر کی ہر دوائی استعمال کرتے ہیں لیکن اولاد نہیں ہوتی۔ یہ بازار سے خریدنے والی چیز تو نہیں یہ تو اللہ کے خزانوں کی نعمت ہے جسے چاہے عطا فرما دے۔

حاملہ عورت کیلئے اجر وثواب

تو جب کوئی عورت حاملہ ہو تو حدیث پاک میں آتا ہے جس لمحہ حمل ٹھہرے اللہ رب العزت اس کے پچھلے سب گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ اب یہ بوجھ اٹھا رہی ہے اور جب کسی پر بوجھ ڈالا جائے تو اس کی رعایت بھی کی جاتی ہے چنانچہ اللہ رب العزت کی طرف سے بچے کی بنیاد پڑتے ہی ماں کے پچھلے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

اس لئے حدیث پاک میں آیا ہے کہ جو عورت اپنے خاوند سے حاملہ ہوتی ہے اللہ رب العزت اس کو دن میں روزہ دار آدمی کا ثواب دیتا ہے اور رات کو سوتی ہے تو شب بیدار بندے کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھا جاتا ہے۔ اب یہ عورت فقط حاملہ ہے۔ یہ کوئی دن میں روزہ نہیں رکھ رہی۔ رات کے اندر یہ عبادتیں نہیں کرتی۔ دن میں بھی آرام کرتی ہے۔ رات کو بھی سوتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ اس کے نامۂ اعمال میں لکھواتے ہیں کہ اس کا ہر دن روزہ دار کی مانند لکھا جائے اور ہر رات شب بیدار کی مانند لکھی جائے۔ اب عورتیں اندازہ لگائیں کہ اس سے وہ کتنے بڑے بڑے اعمال کا اجر پا لیتی ہیں۔

اور ایک روایت میں آیا ہے کہ جب عورت کے بچہ ہونے لگتا ہے اور اس کو دردِ زہ ہوتی ہے تو اس وقت فرشتہ اعلان کرتا ہے کہ اے عورت! خوش ہو جا اللہ تعالیٰ نے اس درد کی وجہ سے تیرے پچھلی زندگی کے سب گناہوں کو معاف فرما دیا ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ جس عورت کا بچہ ہوا اور وہ اس کی چھاتی سے دودھ پیئے تو ہر گھونٹ چوسنے کے بدلے اس ماں کے نامۂ اعمال میں نیکی لکھی جاتی ہے۔

ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ جو عورت بچے کی خاطر رات کو جاگے تو اللہ رب العزت اللہ کی راہ میں ستر غلام آزاد کرنے کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں

لکھ دیتے ہیں۔

ایک حدیث پاک میں یہ بھی ہے کہ حاملہ عورت ایسی ہے جیسے اسلام کی راہ میں سرحد کی حفاظت کرنے والا مجاہد یعنی جو اجر سرحد کی حفاظت کرنے والے مجاہد کو ملتا ہے وہ اجر گھر کی چار دیواری میں، گھر کی سہولتوں میں رہ کر اس عورت کو ملتا ہے جو اپنے خاوند کی وجہ سے حاملہ ہوتی ہے۔

اور ایک حدیث پاک میں ہے کہ جو عورت حاملہ ہو اور اس حالت میں اس کا انتقال ہو، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو شہدا کی قطار میں کھڑا فرمائیں گے۔

تو دیکھیں کہ اسلام میں حاملہ عورت کو کتنا اعزاز واکرام بخشا گیا۔ زیادہ بچے پیدا کرنا جنتی عورت کی نشانی ہے۔

حاملہ عورت کے لئے مفید مشورے

حاملہ کو اکثر یہ الفاظ پڑھنے چاہئیں اَللّٰھُمَّ لکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ.
اے اللہ! سب تعریفیں آپ کے لئے ہیں اور آپ کا ہی میں شکر ادا کرتی ہوں۔ بلکہ اگر دو رکعت نفل شکرانے کے پڑھ لے تو اور بہتر ہے۔ پھر اس کے بعد اپنی صحت کا ہر وقت خیال رکھے۔ کھانے میں تازہ سبزیاں استعمال کرے۔

علماء نے کتابوں میں لکھا ہے کہ جو عورت حمل کے دوران دودھ کا کثرت سے استعمال کرے تو اس کا ہونے والا بچہ خوبصورت ہوتا ہے اور عقل مند بھی ہوتا ہے اور سو سال کے حکماء نے تجربے کی بعد تصدیق سے ثابت کر دیا۔ کئی عورتیں تو دودھ استعمال کر لیتی ہیں عادت ہوتی ہے اور کچھ عورتوں سے دودھ پیا ہی نہیں جاتا۔ ان کو چاہیے کہ وہ دودھ کے پراڈکٹ استعمال کریں۔ کسٹرڈ بنا کر استعمال کر سکتی ہیں، آئس کریم استعمال کر سکتی ہیں، کھیر استعمال کر سکتی ہیں، دودھ کسی نہ کسی شکل میں اگر ان کے پیٹ میں جائے گا تو یہ (Balanced diet) متوازن غذا ہے۔ ہر

وٹامن اور ہر پروٹین اس کے اندر موجود ہے تو بچے کے لئے جو(Required food) ضروری غذا ہوگی وہ ماں کی طرف سے اس بچے کو ملتی چلی جائے گی۔ یہ تجربہ شدہ بات ہے کہ دودھ کے زیادہ استعمال کرنے سے بچہ خوبصورت بھی ہوتا ہے اور عقل مند بھی ہوتا ہے۔ دودھ پینے کی دعا نبی ﷺ نے یہ بتائی۔ اللھم بارک لنا فیہ و زدنا منہ.

دوران حمل چند احتیاطیں

ابتدا کے تین مہینے اور آخر کے تین مہینے ایسے ہوتے ہیں کہ شوہر کے ساتھ مخصوص تعلقات سے پرہیز کرنا چاہیے۔ یہ ماں اور بچے دونوں کی صحت کیلئے بہتر ہے۔

حمل کے دوران جتنا بھی عرصہ ہو عورت کو چاہیے کہ وہ نیک لوگوں کے واقعات پڑھے۔ اللہ رب العزت کی قدرت کی نشانیوں میں غور کرے۔ نبی ﷺ کی سیرت کی کتابیں پڑھے۔ جنت کے باغات اور جنت کے معاملات کے بارے میں زیادہ سوچے۔ اس لیے کہ ماں کی سوچ کے بچے پر Biological حیاتیاتی اثرات ہوتے ہیں۔ جتنا یہ اچھی اچھی چیزوں کے بارے میں سوچے گی اتنا ہی بچے کی نشوونما اس کے بطن میں اچھی ہوگی۔ بلکہ اگر کوئی نیک ماڈل انسان کے ذہن میں ہوتا ہے کہ میرا بیٹا ہو تو ایسا ہو اور بیٹی ہو تو ایسی ہو تو ایسے نیک لوگوں کے خیالات اگر ذہن میں ہوں گے تو اس کے Genetically (ذہانت) بچے کے اوپر اثرات ہوں گے۔ اس لئے ہمیشہ اچھی سوچ رکھنی چاہیے اور اچھی چیزوں کے بارے میں سوچتے رہنا چاہیے۔

شوہر پر یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو حمل کے بعد زیادہ آرام پہنچائے، خاص طور پر اس کو ذہنی پریشانی سے بچائے۔ اگر شوہر کی وجہ سے، ساس یا

ندکی وجہ سے حاملہ عورت کو ذہنی دباؤ کا شکار ہونا پڑے تو یہ سب شرعاً گناہگار ہوں
ے۔ اس کا بہت زیادہ لحاظ اور خیال رکھنا چاہیے۔ خود عورت کو چاہیے کہ وہ جھوٹ،
بہت سے بچے، گناہ والے کاموں سے بچے اس لئے کہ اس کی نیکی کے اثرات بھی
س کی بچے پر ہوں گے اور اس کے گناہ کے اثرات بھی اس کے بچے پر ہوں گے۔
خاص طور پر حلال کھانے میں بہت زیادہ کوشش کرے اور مشتبہ لقمہ سے پرہیز کرے
حرام کھانے سے پرہیز کرے۔

بچے پر نیکی کے اثرات کیسے ہوں؟

ایک میاں بیوی نے دل میں یہ سوچا کہ ہماری ہونے والی اولاد نیک ہو لہٰذا
اس کے لئے ہم حلال کھائیں گے، ہر نیک کام کریں گے تاکہ بچے پر نیکی کے ا
ثرات ہوں۔ جب سے حمل ٹھہرا تو میاں بیوی دونوں نے نیک اعمال کرنے شروع
کر دیئے، باقاعدگی کے ساتھ نیکی کرتے رہے لیکن بچے کی جب ولادت ہوئی تو
انہوں نے بچے کے اندر نافرمانی کے اثرات دیکھے۔ وہ ضدی نکلا، ہٹ دھرم نکلا،
ت نہیں مانتا تھا۔ تو ایک مرتبہ دونوں میاں بیوی سوچ رہے تھے کہ ہم نے اتنی
محنت کی نتیجہ بر آمد نہ ہوا، آخر کیا بات ہے سوچتے سوچتے بیوی کے دل میں خیال آیا،
اس نے کہا واقعی ہم سے غلطی ہوئی۔ خاوند نے پوچھا کہ کیا غلطی ہوئی؟ بیوی کہنے لگی
کہ پڑوسی کا ایک بیری کا درخت ہے جس کی شاخیں ہمارے صحن میں بھی آتی ہیں تو
کئی مرتبہ ایسا ہوتا تھا کہ دوران حمل بیر گرتے تھے، مجھے اچھے لگتے تھے میں کھا لیتی
تھی، میں نے تو پڑوسی سے اجازت ہی نہیں لی ہوئی تھی، میں نے بغیر اجازت کے
بیر جو کھائی تو اس کے اثرات میرے بچے پر آ پڑے۔ اس قسم کے بہت سارے
واقعات ہیں۔

مشتبہ کھانے کا اولاد پر اثر

ایک بزرگ تھے، ان کی ساری اولاد بڑی نیکوکار تھی لیکن ان میں سے ایک بچہ بہت ہی نافرمان اور بے ادب قسم کا تھا۔ اللہ والے ان کے ہاں مہمان آئے، انہوں نے یہ فرق دیکھا تو اس بزرگ سے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے یہ بچہ کیوں ایسا نافرمان نکلا۔ تو وہ بزرگ بڑے آزردہ ہوئے۔ آنکھوں سے آنسو آگئے فرمانے لگے کہ یہ اس کا قصور نہیں، یہ میرا قصور ہے۔ ایک مرتبہ گھر میں فاقہ تھا اور ہمارے گھر میں شاہی دعوت کا بچا ہوا کھانا آگیا کسی نے ہدیہ تحفہ کے طور پر بھیجا تھا۔ عام طور پر تو میں ایسے کھانے سے پرہیز کرتا ہوں لیکن بھوک کی وجہ سے اس دن میں نے وہی کھانا کھا لیا پھر وہی رات تھی کہ ہم میاں بیوی نے ملاقات کی اور اللہ نے اسی رات بچے کی بنیاد رکھی، یہ اس مشتبہ کھانے کا اثر ہے کہ ہمارا یہ بچہ نافرمان نکلا۔ تو اس لئے اس حالت میں عورت کو چاہیے کہ وہ حلال لقمے کا بہت زیادہ خیال کرے۔ یہ باہر کی بازاروں کی بنی ہوئی چیزیں جن کی پاکی ناپاکی کا کوئی پتہ نہیں ہوتا اس سے بھی پرہیز کرے۔

خوش رہنا صحت کا بہترین راز

تاہم عورت اپنے ذہن کے اندر ہمیشہ مثبت سوچ رکھے۔ ہر وقت حاملہ عورت کو خوش رہنا چاہیے۔ عرب کے لوگوں کے اندر یہ بات بہت معروف تھی کہ جو حاملہ عورت خوش رہے گی تو اگر اس کا بیٹا ہوا تو وہ بڑا بہادر بنے گا اور بیٹا کم رونے والا ہوگا۔ تو اس لئے ماں کو چاہیے کہ ہونے والے بچے کی خاطر اپنے آپ کو خوش رکھے۔ زندگی میں خوشیاں بھی ہوتی ہیں غم بھی ہوتے ہیں۔ بعض اوقات لوگ تکلیف پہنچاتے ہیں، دل دکھاتے ہیں، صدمے پہنچاتے ہیں مگر یہ تو انسان کے بس

میں ہے کہ صدموں کے باوجود مسکراتا پھرے۔

پرسکون زندگی کے راز

لوگوں کے Miss behave کے باوجود مسکراتا رہے۔ مسکراہٹ تو انسان کی اپنی ہوتی ہے۔ اگر اپنے ذہن کے اندر ان چیزوں کو محسوس ہی نہ کرے تو پھر اس کے اوپر کوئی ڈپریشن نہیں ہوتا یا کوئی ایسی بات نہیں آتی۔ مثال کے طور پر اگر آپ ایئر پورٹ پر ہیں یا ریلوے اسٹیشن پر ہیں تھوڑی دیر کے لئے آپ کا جی چاہتا ہے کہ اچھی چائے پئیں اور وہاں آپ کو اچھی چائے نہیں ملتی تو آپ کبھی غم زدہ نہیں ہوں گی، آپ سمجھتی ہیں کہ یہ تھوڑی دیر کی بات ہے میں اپنے گھر جاؤں گی تو اچھی چائے بنا کر پی لوں گی بالکل اسی طرح اللہ والے بھی سوچتے ہیں کہ یہ دنیا مسافر کی مانند ہے اگر یہاں انسان کو خوشیاں نہ ملیں تو کون سی بات ہے انشاء اللہ جنت میں جا کر خوشیوں بھری زندگی گزاریں گے۔ اس لئے اگر آپ کو کوئی صدمہ پہنچ بھی جائے تو اس کو اپنے ذہن سے ہٹا دیں۔ ایسے سمجھیں کہ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں بلکہ اگر آپ کوئی دکھ دے یا کسی نعمت سے محروم کر دیا جائے تو آپ اللہ کی نعمتوں کا خیال رکھیں جو اللہ نے بن مانگے آپ کو عطا کی ہیں۔ آپ سوچیں کہ اللہ نے مجھے عقل عطا فرمائی شکل عطا فرمائی مجھے اللہ نے صحت عطا فرمائی صحیح سالم ہاتھ اور پاؤں عطا فرمائے، گویائی عطا فرمائی، بینائی عطا فرمائی، یہ سب دولتیں اللہ نے بن مانگے عطا کیں۔ مجھ پر تو اللہ رب العزت کی بڑی نعمتیں ہیں۔ میں تو ان کا شکریہ بھی ادا نہیں کر سکتی۔ تو جب انسان ایسی چیزوں کو دیکھتا ہے تو بے اختیار دل سے الحمد للہ کے الفاظ نکلتے ہیں۔

مثبت سوچ کے ذریعے پریشانیوں کا حل

ایک عورت غربت کی حالت میں تھی چنانچہ اس کی جوتی پھٹی ہوئی تھی۔ اور وہ

ایک گھر سے دوسرے گھر جا رہی تھی اور یہی سوچ رہی تھی کہ میرا مقدر بھی اللہ نے کیسا لکھا کہ میرے پاؤں میں جوتی بھی ہے تو وہ بھی ٹوٹی ہوئی۔ تھوڑی دور آگے بڑھی اس نے دیکھا کہ ایک عورت پاؤں سے معذور ہے اور یہ بیساکھیوں کے بل چلتی ہوئی آ رہی ہے۔ اب اس کے دل پر چوٹ پڑی...... یا اللہ! میں تو جوتی کے ٹوٹنے کا شکوہ کر رہی تھی یہ بھی تو خدا کی بندی ہے۔ جس کی ٹانگیں بھی صحیح نہیں اور وہ بچاری معذور ہے اور وہ چل رہی ہے تو جب انسان نیچے کے لوگوں کو دیکھتا ہے تو پھر اسے اللہ کی نعمتوں کی قدر دانی کا احساس ہوتا ہے۔ اس لئے چاہیے کہ آپ کو کوئی ایسی ناپسندیدہ بات بھی پیش آئے تو اللہ رب العزت کی نعمتوں پر غور کریں اور شکر ادا کریں۔ انسان کی اپنی سوچ ہوتی ہے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کہیں جا رہے تھے، نئے کپڑے پہنے، نہائے دھوئے مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں ایک عورت کو پتہ نہیں تھا کہ کوئی نیچے سے گزر رہا ہے...... اس نے اپنے گھر کی چھ ، سے کچھ گندگی، کچھ راکھ نیچے گلی میں پھینکی۔ اس کو پتہ نہیں تھا، آپ بالکل نیچے تھے، وہ ساری راکھ آپ کے سر کے اوپر آ پڑی۔ چنانچہ سر میں بھی راکھ پڑ گئی، کپڑوں پر بھی راکھ پڑ گئی۔ لوگ حیران تھے کہ آپ کی طبیعت میں غصہ آئے گا لیکن آپ الحمد للہ، الحمد للہ کہنے لگے۔ لوگوں نے پوچھا کہ حضرت! یہ الحمد للہ کہنے کا کونسا موقع ہے۔ آپ نے فرمایا' میں دل میں یہ سوچ رہا تھا کہ اے اللہ! میں تو اس قابل تھا کہ میرے سر پر آگ کے انگارے برسائے جاتے تو نے تو فقط میرے سر پر راکھ کو ڈال کر معاملہ جھکا دیا۔ تو سوچئے ان کے سر پر راکھ پڑی اور ابھی بھی سوچتے ہیں کہ میرا سر انگارے برسائے جانے کے قابل تھا، یہ تو مولا نے ترس فرما دیا کہ راکھ کے ساتھ معاملہ نمٹ گیا۔

تو اسی طرح جب کوئی مصیبت پہنچے تو بڑی مصیبت کے بارے میں سوچیں کہ مجھے اللہ نے اس سے بچالیا۔ سوچیں کہ لوگ اگر میرے ساتھ صحیح برتاؤ نہیں کر رہے تو اللہ نے میرے ساتھ کتنی رحمت فرمائی کہ مجھے اللہ نے ماں بننے کی سعادت عطا فرمائی جب اس قسم کی باتیں سوچیں گی تو آپ کے ذہن سے غم غلط ہو جائیں گے۔ نبی ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ نماز کے بعد پریشانیوں کے دور ہونے کے لئے ایک دعا پڑھا کرتے تھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمِ اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنِّیَ الْهَمَّ وَالْحُزْنَ تو اس سے اللہ رب العزت کی رحمت سے انسان کی ہر پریشانی دور ہو جاتی ہے۔ آپ بھی اس دعا کو یاد کریں اور نماز کے بعد اس کو پڑھنے کی عادت ڈالیں، دل میں یہ نیت رکھیں کہ میری ہونے والی اولاد جو بھی ہوگی اسے میں نیک بناؤں گی۔ تاکہ نبی ﷺ کی امت میں ایک نیک بندے کا اضافہ ہو جائے۔

نیک اولاد کی تمنا

حدیث پاک میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا تم ایسی عورتوں سے شادی کرو کہ جو زیادہ بچے جننے والی ہوں، قیامت کے دن میں اپنی امت کے زیادہ ہونے پر فخر کروں گا۔ دل میں یہ نیت کرنا کہ یہ میری اولاد جو بھی ہوگی بیٹا ہو یا بیٹی ہو میں اسے نیک بناؤں گی تاکہ نبی ﷺ کی امت میں سے ایک نیک جان بڑھ جائے۔ اسی لئے جو عورت اس طرح اپنے بچوں کی پرورش کرتی ہے حدیث پاک میں آتا ہے اس کے بچے اپنی زندگی میں جتنے بھی سانس لیتے ہیں اللہ رب العزت ہر ہر سانس کے لینے پر اس کی ماں کو اجر اور ثواب عطا فرماتے ہیں۔ تو یہ بہت بڑی سعادت ہے کہ اللہ رب العزت ہر کسی کی اولاد کو نیک بنائے۔

بیٹی یا بیٹا

بعض جگہوں پر دیکھا کہ لڑکی کی پیدائش کو بار سمجھتے ہیں اور لڑکے کی پیدائش کو اچھا سمجھتے ہیں، یہ زمانہ جاہلیت کی ناپسندیدہ عادت ہے بیٹا ہو یا بیٹی ہو، یہ اللہ رب العزت کے اختیار میں ہوتا ہے

يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ اِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُوْرَ (شوریٰ:۴۹)

[وہ جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے]

یہ تقسیم اللہ کی ہے اور جو انسان اللہ کی اس تقسیم پر راضی ہو جائے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے اس بندے پر راضی ہو جائیں گے۔ اس لئے بیٹا نعمت ہے اور بیٹی اللہ رب العزت کی رحمت ہوتی ہے دونوں میں سے جو بھی اللہ رب العزت عطا فرمادے۔ انسان اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہو۔ لیکن ایک بات ذہن میں رکھنا کہ بیٹیاں زیادہ وفادار ہوتی ہیں۔ لیکن ماں باپ کو Moral support (مثالی معاونت) بیٹیوں کی طرف سے زیادہ ملتی ہے۔ وہ دکھ سکھ کی ساتھی ہوتی ہیں۔ خوشی اور غم میں شریک ہوتی ہیں، عموماً دیکھا کہ بیٹے لاپرواہ ہوتے ہیں ٹھیک ہے دنیا کے چند ٹکے کما کر لاتے ہیں لیکن جتنی محبت بیٹیاں دیتی ہیں ماں باپ کو اتنی محبت بیٹے نہیں دیتے۔ تو بیٹیوں کا اپنا مرتبہ ہوتا ہے اور یہ بھی ذہن میں رکھنا کہ اکثر انبیاء کرام تو بیٹیوں کے باپ بنے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیوں کا تذکرہ قرآن مجید میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ دونوں آئیں وتمشی علی استحیاء بڑے باحیا طریقے سے چلتی ہوئی۔ تو اللہ نے ان کے حیا کی تعریفیں قرآن میں کی۔ اب ایسی بیٹی تو اللہ کرے ہر کسی کو نصیب ہو جس کے حیا کی تعریفیں اللہ تعالیٰ قرآن میں کرے۔ بیٹی مریم علیہا السلام کی پاکدامنی کی تعریفیں قرآن نے کیں چنانچہ ایسی

بیٹی اللہ ہر کسی کو دے جو کہ ایسی پاکدامن ہو۔ سبحان اللہ، تو اس لئے بیٹی کی پیدائش پر آزردہ نہیں ہونا چاہیے خود نبی ﷺ کو بیٹا تو عطا کیا گیا لیکن وہ بچپن میں جدا ہو گیا، اللہ کو پیارا ہو گیا اور بیٹیاں سلامت رہیں اور نبی ﷺ نے بیٹیوں کے ساتھ زندگی گزاری۔ تو جس کی دو بیٹیاں ہوں وہ دل میں یہی سوچے کہ مجھے محبوب ﷺ کی زندگی سے گویا مشابہت مل گئی تو اس خوشی پر اس کو چاہیے کہ اللہ کا شکر ادا کرے۔

بیٹی کے بارے میں نبی ﷺ کی بشارت

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا، جس کی دو بیٹیاں ہوں اور وہ ان کی اچھی تربیت کرے، اچھی طرح تعلیم دلوائے حتیٰ کہ ان بیٹیوں کی رخصتی کر دے، نکاح کر دے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ جنت میں میرے ساتھ ایسا ہو گا جیسے کہ ہاتھ کی دو انگلیاں ایک دوسرے کے ساتھ ہوتی ہیں۔ تو بیٹیوں کی پیدائش پر دل تنگ ہونا یہ جاہلیت کی رسم ہے۔ پڑھے لکھے لوگ، سمجھدار لوگ بیٹی کو بھی اللہ کی رحمت سمجھتے ہیں اس پر بھی اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں۔

عورت کا عورت پر ظلم

یہ ایک بات ذہن میں رکھ لینا کہ کئی جگہوں پر اگر کسی لڑکی کے ہاں بیٹی کی ولادت ہوئی تو عام طور پر دیکھا گیا کہ مرد اس پر اتنے ظلم نہیں کرتے جتنا عورتیں ظلم کرتی ہیں۔ ایک عورت دوسری عورت کے لئے ظالمہ بن جاتی ہے خاوند کو تو پروا نہیں ہوتی مگر ساس کہہ رہی ہوتی ہے، نند کہہ رہی ہوتی ہے کہ بیٹا ہوتا، اپنی بھابھی کا جینا تنگ کر دیتی ہیں۔ تو عام طور پر آپ دیکھیں گے کہ مرد عورت پر اس بارے میں اتنا ظلم نہیں کرتے جتنا عورتیں دوسری عورتوں پر ظلم کرتی ہیں اگر کوئی ساس اپنی بہو کو اس لئے تکلیف دیتی ہے کہ اس کے ہاں بیٹیاں ہیں اس لئے ناپسند کرتی ہے تو

سوچنا چاہیے کہ کل اس کی اپنی بیٹی پر یہ معاملہ پیش آیا تو اس کی بیٹی کی ساس نے اس کے ساتھ اسی طرح Miss behave کیا تو پھر اس کے دل پر کیا گزرے گی، یہ بھی تو آخر کسی کی بیٹی ہے۔ اب اس کا کیا قصور کہ اللہ نے اس کو بیٹی عطا کی۔ لہٰذا عام طور پر اس میں عورتیں ہی عورتوں پر ظلم کرتی ہیں، اللہ رب العزت سمجھ عطا فرمادے۔

بیٹی اور بیٹے کی سائنسی تحقیق

ایک چیز جو سائنسی طریقے سے ثابت ہو چکی ہے، آج کل کی ماڈرن سائنس کی روشنی میں کھل کر سامنے آچکی ہے، وہ بات یہ ہے کہ بیٹی یا بیٹا ہونا اس کا معاملہ مرد کے ساتھ ہے، عورت کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں۔ میڈیکل سائنس نے یہ بتا دیا کہ عورت کے جسم میں جو کروموسوم ہوتا ہے اس کو xx کہتے ہیں اور مرد کا جو کروموسوم ہوتا ہے اس کو xy کہتے ہیں، اگر xy ملے تو بیٹا ہوتا ہے اور اگر xx ملے تو بیٹی ہوتی ہے۔ جب دونوں کروموسومز اکٹھے ہو جاتے ہیں تو مرد کا xy بھی آپس میں Split ہو جاتا ہے اور عورت کا xx بھی Split ہو جاتا ہے۔ اب اگر مرد کے y-post نے x کے ساتھ جا کر ملاپ کیا تو بیٹا ہوگا اور اگر اس کے x-post نے عورت کے x-post کے ساتھ ملاپ کیا تو بیٹی ہوگی۔ عورت کے پاس تو ہے ہی xx کروموسوم۔ تو عورت بیچاری کا کیا قصور، وہ تو نہ بیٹی کے اندر دخل دے پائی اور نہ بیٹے کے اندر دخل دے پائی۔ یہ تو مرد کا کروموسوم تھا y کروموسوم اگر Effective ہو گیا تو بیٹا ہوا اور اگر x کروموسوم Effective ہو گیا تو بیٹی ہوئی۔ قصور تو مرد کا بنتا ہے مگر عورتیں قصور بہو کا بنا دیتی ہیں۔ تو میڈیکل سائنس نے اس بات کو ثابت کر دیا کہ بیٹی ہونا یا بیٹا ہونا، اس بات کا تعلق بیوی سے نہیں خاوند کے ساتھ ہوتا ہے۔ مگر عام طور پر بیچاری ماں کے اوپر مصیبتیں بن جاتی ہیں۔ یہ تو بیٹیوں والی ماں ہے حالانکہ ماں کا اس میں کوئی قصور نہیں ہوتا۔

اس لئے خاوندوں کو بھی چاہیے کہ وہ اس بارے میں بیوی کو مت پریشان کریں۔ اگر کسی کی بیٹیاں ہو رہی ہیں تو یہ تو اللہ کی طرف سے ہے اور معاملہ تو مرد کا ہے قصور تو مرد کو اپنے ذمے لینا چاہیے مگر بیچاری عورت کو پریشان کر دیا جاتا ہے۔ تو سائنس نے آج اس چیز کو سو فیصد ثابت کر دیا کہ اس میں عورت کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ لہٰذا بیٹی ہونے پر عورت کے ساتھ نفرت کرنا، اس کو برا کہنا اور یہ کہنا کہ میں تو بیٹے کی دوسری شادی کروں گی اس کی تو بیٹیاں ہی ہوتی ہیں، یہ جاہلوں والی باتیں ہیں۔ اللہ رب العزت ان باتوں سے محفوظ فرمادے۔

نومولود بچے کو ماں کا پہلا تحفہ

جب اللہ تعالیٰ بچے کی ولادت فرمادے تو ماں کے لئے یہ خوشی کا موقع ہوتا ہے اور بچے کے لئے پہلا تحفہ جو ماں اسے پیش کر سکتی ہے وہ ماں کا اپنا دودھ ہوتا ہے۔ ماں کو چاہیے کہ بچے کو اپنا دودھ ضرور پلائے ہاں اگر دودھ کم ہے یا میڈیکلی ٹھیک نہیں، بچے کے لئے نقصان دہ ہے تو یہ اور بات ہے۔ لیکن اگر ماں کا دودھ بچے کے لئے ٹھیک ہے تو اس سے بہتر غذا بچے کو اور کوئی نہیں مل سکتی۔ ہر ماں کو چاہیے کہ ضرور دودھ پلائے تاکہ بچے کے اندر ماں کی محبت آجائے۔

اگر ماں دودھ ہی نہیں پلائے گی تو ماں کی محبت بچے کے اندر کیسے آئے گی۔ عام طور پر کئی بچیاں اپنی Smartness کو سامنے رکھتے ہوئے دودھ پلانے سے گھبراتی ہیں اور شروع سے ہی بچے کو ڈبوں کے دودھ پر لگا دیتی ہیں۔ پھر جب ڈبے کا دودھ پی کر بچے بڑے ہوتے ہیں تو ماں کو ماں نہیں سمجھتے۔ اس لئے کسی شاعر نے کہا

طفل سے بو آئے کیا ماں باپ کے اعتبار کی
دودھ ڈبے کا پیا تعلیم ہے سرکار کی

جب نہ دین کی تعلیم پائی ہے نہ ماں کا دودھ پیا ہے تو پھر اس میں اچھے اخلاق کہاں سے آئیں گے۔

بچے پر ماں کے دودھ کے اثرات

ایک ماں اپنے بیٹے سے ناراض ہوئی، کہنے لگی بیٹے تم نے میری بات نہ مانی تو میں کبھی بھی تمہیں اپنا دودھ معاف نہیں کروں گی۔ اس نے مسکرا کر کہا، امی! میں تو نیڈو کے ڈبے کا دودھ پی کر بڑا ہوا ہوں آپ نے تو مجھے اپنا دودھ پلایا ہی نہیں، مجھے معاف کیا کریں گی۔ تو واقعی ایسا دیکھا گیا کہ ڈبوں کے دودھ کے اثرات اور ہوتے ہیں اور ماں کے دودھ کے اثرات اور ہوتے ہیں۔

بچے کو دودھ پلانے کے آداب

ماں کو چاہیے کہ بچے کو خود دودھ پلائے، خود بسم اللہ پڑھ لے اور جتنی دیر بچہ دودھ پیتا رہے ماں اللہ کے ذکر میں مشغول رہے۔ ماں اللہ رب العزت کی یاد میں مشغول رہے۔ ماں دعائیں کرتی رہے اللہ! میرے دودھ کے ایک ایک قطرے میں میرے بیٹے کو علم کا سمندر عطا فرما۔ تو ماں کی اس وقت کی دعائیں اللہ کے ہاں قبول ہوتی ہیں۔

ہمارے مشائخ جو پہلے گزرے ان کی ماؤں نے تو ایسی تربیت کی کہ باوضو اپنے بچوں کو دودھ پلاتی تھیں۔ اگر آج کوئی باوضو دودھ پلائے تو وہ بڑی خوش نصیب ہے اور اگر نہیں پلا سکتی تو کم از کم دودھ پلانے وقت دل میں اللہ کا ذکر تو کر سکتی ہے۔ یہ نہ کرے کہ ادھر دودھ پلا رہی ہے ادھر بیٹھی ڈرامہ دیکھ رہی ہے، ادھر فلم کا منظر دیکھ رہی ہے۔ ادھر طبلے کی تھاپ پر تھرکتے ہوئے جسم دیکھ رہی ہے۔ اگر گناہ کی حالت میں دودھ پلائے گی تو یہ بچہ نافرمان بنے گا۔ اللہ رب العزت کا بھی

اور ماں باپ کا بھی۔ بعد میں رونے کا کیا فائدہ اس لئے بچپن سے ہی بچے کی تربیت ٹھیک رکھی جائے۔

اگر ماں کا دودھ کم ہو تو اس کو چاہیے کہ ڈاکٹر سے مشورہ کر کے اپنا علاج کروائے۔ فوراً ڈبے کے دودھ پر ڈالنے کی کیا ضرورت، مائیں عام طور پر یہ غلطی کر لیتی ہیں۔ سمجھتی ہیں کہ ہمارا دودھ پورا نہیں اور تھوڑا تھوڑا ڈبے کا دینا شروع کر دیتی ہیں۔ اب ڈبے کے دودھ کا ذائقہ کچھ اور، اور ماں کے دودھ کا ذائقہ کچھ اور۔ عام طور پر بچے ماں کا دودھ چھوڑ کر ڈبے کا دودھ لینا شروع کر دیتے ہیں تو ایسا ہرگز نہ کریں۔ جب تک کوئی بہت بڑی مجبوری نہ ہو بچے کو اپنا ہی دودھ پلائیں۔ پھر دیکھیں کہ آپ کی محبت بچے کے دل میں کیسے سرائیت کر جاتی ہے۔ یہ ماں اپنا دودھ پلائے گی تو بچے کے اندر ماں کے اخلاق بھی آئیں گے، ماں کی ایمانی کیفیت کی برکات بھی بچے کے اندر آئیں گی۔

فیڈر، چوسنیاں بیماری کا مرکز

یہ بات ذہن میں رکھنا کہ اکثر عورتیں جو ڈبوں کے دودھ پلاتی ہیں تو ان کے بچے بیمار رہتے ہیں، اس بیماری کا سبب ان کے فیڈر اور چوسنیاں ہیں۔ یہ فیڈر اور چوسنیاں تو بیماری کا سنٹر ہوتے ہیں جہاں پر جراثیم پرورش پاتے ہیں۔ لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں آپ جتنا مرضی ان کو دھوتی رہیں، جتنا مرضی گرم پانی میں ڈالتی رہیں، چونکہ وہ ربڑ کے بنے ہوتے ہیں اس لئے اس کے اندر بیکٹیریا کا چھپنا آسان ہوتا ہے۔ یا تو یہ کریں کہ اگر ڈبے کا دودھ ہی مجبوراً پلانا ہے تو ہر دوسرے دن اس کا فیڈر اور چوسنی کا نپل بدلتے رہیں۔ تاکہ بیکٹیریا ان میں پیدا ہی نہ ہو سکیں۔ اور اگر اتنا Efford (برداشت) نہیں کر سکتیں تو پھر دوسرا طریقہ یہ ہے کہ بچے کو سٹیل کے برتن اور چمچ کے ساتھ دودھ پلائیں جو ماں بچے کو سٹیل کے صاف

برتنوں میں دودھ پلاتی ہے اس بچے کے پیٹ میں کوئی خرابی نہیں ہوتی۔ یا تو اپنا دودھ پلائیں یا سٹیل کے برتنوں میں چمچ کے ساتھ دودھ پلائیں۔ اگر یہ بھی نہیں کر پاتیں اور فیڈر چوسنی دینی پڑتی ہے تو پھر ہر دوسرے تیسرے دن اس کو بدلتی رہیں۔ ایک فیڈر مہینہ چلانا تو گویا بچے کے منہ میں بیکٹیریا کی ایک بریگیڈ فوج داخل کرنے کی مانند ہے۔ اب یہ بچہ بیمار ہوگا تو قصور ماں باپ کا ہوگا۔ بچے معصوم ہوتے ہیں، ماں باپ کی لاعلمی اور لاپرواہیوں کی وجہ سے بیچارے صحت کی بجائے بچپن سے ہی بیمار ہوتے ہیں۔ ساری عمر اس کمزوری کے اثرات رہتے ہیں۔ اس لئے سب سے اچھا تو یہی ہے کہ اپنا دودھ ہو جس کی برکتیں بھی ساتھ جاری ہوں۔

پیدائش کے بعد تحنیک دینا

جب بچے کی پیدائش ہو تو بچے کی تحنیک کروانا سنت ہے۔ تحنیک یہ ہے کہ کسی نیک بندے کے منہ میں دی ہوئی کوئی کھجور ہو، چبائی ہوئی کھجور ہو یا کوئی شہد ہو تو ایسی کوئی چیز بچے کے منہ میں ڈالنا۔ یہ اللہ کے نیک بندوں کا 'سلا' جب بچے کے منہ میں جاتا ہے تو اس کی اپنی برکات ہوتی ہیں۔ چنانچہ یہ تحنیک کسی نیک بندے سے کروانی چاہیے۔ وہ مرد بھی ہوسکتا ہے اور عورت بھی ہوسکتی ہے۔ اس کی ہم نے بڑی برکات دیکھی ہیں۔ اسی لئے جو سمجھدار حاملہ عورتیں ہوتی ہیں وہ پہلے سے ہی تحنیک کے لئے کچھ نہ کچھ تیار کروا کر رکھ لیتی ہیں موقع پر تو کہیں نہیں بھاگا جاتا تو اس لئے اس کا بھی خاص خیال رکھنا چاہیے۔

تحنیک کے بعد اذان اور اقامت کا عمل

تحنیک کروانے کے بعد بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان کے اندر اقامت کہی جاتی ہے۔ یہ اللہ رب العزت کا نام ہے جو بچے کے دونوں کانوں

میں لیا جاتا ہے۔ سبحان اللہ، چھوٹی عمر میں بچہ ابھی سوجھ بوجھ نہیں رکھتا مگر اس کے کانوں میں اللہ نے اپنی بلندی اور عظمتوں کے تذکرے کروادیئے۔ ایک کان میں بھی اللہ اکبر کہتے ہیں اور دوسرے کان میں بھی اللہ اکبر کہتے ہیں گویا اللہ کی عظمت اس کو سکھا دی گئی اور یہ ایک Message (پیغام) بھی پہنچا دیا گیا کہ جس طرح دنیا کے اندر اذان ہوتی ہے پھر اس کے بعد اقامت ہوتی ہے اور اقامت کے بعد نماز پڑھنے میں تھوڑی دیر ہوتی ہے بالکل اسی طرح اے بندے! تیری زندگی کی اذان بھی کہی جا چکی، تیری زندگی کی اقامت بھی کہی جا چکی۔ تیری زندگی نماز کی مانند ہے اور نماز تو ہمیشہ امام کے پیچھے پڑھی جاتی ہے۔ ایک شرعی طریقے سے پڑھی جاتی ہے تو یہ پیغام ہے۔ تو اپنی زندگی کو بھی صحیح گزارنا چاہتا ہے تو شریعت کے طریقے کو اپنا لینا اور نبی علیہ السلام کو زندگی کی نماز کا امام بنا لینا۔ پھر تیری نماز قبول ہو جائے گی اور بالآخر تجھے قبر میں جانا ہی ہے تو یہ ابتداء میں اللہ رب العزت کا پیغام اس بچے کے ذہن میں پہنچا دیا جاتا ہے۔

بچے کا نام ہمیشہ اچھا رکھیں

بچے کا نام ہمیشہ اچھا رکھیں۔ اللہ رب العزت کو عبداللہ نام سب سے زیادہ پسند ہے، عبدالرحمن نام پسند ہے، عبدالرحیم نام پسند ہے۔ ایسے نام رکھیں کہ قیامت کے دن جب پکارے جائیں تو اللہ رب العزت کا اس بندے کو جہنم میں ڈالتے ہوئے حیا محسوس ہو۔ اللہ تعالیٰ محسوس فرمائیں کہ میرا بندہ میرے رحمت والے نام کے ساتھ ساری زندگی پکارا جاتا رہا، اب اس کو جہنم میں کیسے ڈالوں۔ ایسا نام ہونا چاہیے۔ آج کل کی بچیاں نئے ناموں کی خوشی میں بے معانی قسم کے نام رکھ لیتی ہیں۔ الٹے سیدھے نام، جن کا معانی نہ اس کی ماں کو پتہ اور نہ کسی اور کو پتہ، مہمل قسم کے نام رکھ دیتی ہیں۔ یہ بچے کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے۔ بچے کے

حقوق میں سے ہے کہ ماں باپ ایسا نام رکھیں کہ جب بچہ بڑا ہو اور اس نام سے اس کو پکارا جائے تو بچے کو خوشی ہو۔ یہ بچے کا حق ہے جو ماں باپ کے اوپر ہوتا ہے۔ اس لئے بچے کو ہمیشہ اچھا نام دیں۔ انبیاء کے ناموں میں سے نام دیں، صحابہ کرامؓ کے ناموں میں سے نام دیں، اولیاء کرام کے ناموں میں سے نام دیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جس کے گھر کے اندر کوئی بچہ محمد نام کا ہوتا ہے اللہ رب العزت اس نام کی برکت سے سب اہل خانہ کو جہنم کی آگ سے بری فرما دیتے ہیں تو محمد کا نام احمد کا نام بہت پیارا ہے۔ ہمارے مشائخ تو دس دس نسلوں تک باپ کا نام محمد پھر بیٹے کا نام محمد پھر اس کے بیٹے کا نام محمد پھر اس کے بیٹے کا نام محمد رکھتے تھے۔ یہ نام اتنا پیارا تھا کہ دس دس نسلوں تک یہی نام چلتا چلا جاتا تھا۔ آج کل اس نام کو رکھ تو دیتے ہیں لیکن ساتھ کوئی دوسرا لفظ لگا دیتے ہیں اور وہ نام زیادہ مشہور ہوتا ہے مثلاً محمد اویس نام رکھا اب اویس زیادہ مشہور کر دیا، محمد کا نام کوئی جانتا بھی نہیں۔ اس لئے محمد کا نام اللہ رب العزت کو پیارا ہے، احمد نام قرآن میں ہے اللہ رب العزت کو پیارا ہے، چاہیں تو محمد احمد نام بھی رکھ سکتی ہیں، بہت پیارا نام ہے۔ عبداللہ رکھ سکتی ہیں، عبداللہ ابراہیم رکھ سکتی ہیں۔ انبیاء، اولیاء کے ناموں پر بچوں کے نام رکھیں تاکہ قیامت کے دن ان ہی کے ساتھ ان کا حشر ہو جائے۔ اور اللہ رب العزت کی رحمت ہو۔ بچیوں کے نام بھی اسی طرح صحابیاتؓ کے ناموں پر رکھیں۔ ام المؤمنین کے ناموں پر رکھیں۔ نبی علیہ السلام کی بیٹیوں کے ناموں پر رکھیں۔ بچیوں کے نام بھی اچھے رکھیں۔ ایسے نام نہ رکھیں کہ جن کا کوئی مطلب ہی نہ ہو۔ بہر حال اس بات کا بھی خاص خیال رکھیں۔

ساتویں دن عقیقہ سنت ہے

جب بچے کی ولادت ہو تو ساتویں دن عقیقہ کرنا سنت ہے۔ بیٹے کے لئے دو

بکرے اور بیٹی کے لئے ایک بکرا۔ یہ خوشی کا اظہار ہے۔ خود بھی اس کو کھائیں رشتے داروں کو بھی کھلائیں، غرباء کو بھی دیں۔ اس کے لئے ہر طرح کی اجازت ہوتی ہے۔

بچوں کے سامنے بے شرمی والی حرکات سے اجتناب کیجئے

بچے کا دماغ کیمرے کی طرح ہوتا ہے ہر چیز کا عکس محفوظ کر لیتا ہے۔ حکماء نے لکھا ہے کہ چھوٹے بچے کے سامنے بھی کوئی بے شرمی والی حرکت نہ کریں۔ میاں بیوی کوئی ایسا معاملہ نہ کریں کہ یہ بچہ چھوٹا ہے اس کو کیا پتہ۔ اگرچہ وہ چھوٹا ہوتا ہے لیکن اس کے ذہن کے بیک گراؤنڈ کے اندر یہ سب مناظر نقش ہو رہے ہوتے ہیں۔ اس لئے اس کا بڑا خیال رکھیں۔

بچے کو گود میں لے کر ذکر اذکار کا معمول بنائیں

جب بچے کی پیدائش ہو جائے تو ماں باپ نے گھر کے کام کاج بھی کرنے ہوتے ہیں، عبادت بھی کرنی ہوتی ہے تو جب بھی ماں عبادت، تلاوت کے لئے بیٹھے تو اپنے بچے کو اپنی گود میں لے کر بیٹھے اور پھر اللہ رب العزت کا قرآن پڑھے آپ کے قرآن پڑھنے کی برکتیں آپ کے بچے کے اندر اس وقت اتر جائیں گی۔

اس لئے جب بھی دعا مانگنے بیٹھیں، قرآن پاک پڑھنے بیٹھیں یا عبادت کرنے بیٹھیں تو بچے کو اپنی گود میں لے کر بیٹھنے کی کوشش کریں۔ جب بچے کو کھلانا ہو یا سلانا ہو تو بچے کو لوری بھی اچھی دیں اور اللہ اللہ کا نام اس کے سامنے کہنے کی کوشش کریں۔

بچے کو سکون کی نیند دلانے کی دعا

جب بچے رات کو سونے لگیں کئی مرتبہ بچے رات کو جلدی نہیں سوتے روتے

ہیں۔ نیند نہیں آتی وجہ یہ ہے وہ بیچارے بول بھی نہیں سکتے جسم کی تکلیف بتا بھی نہیں سکتے، ماں خود اندازہ لگائے تب اسے یہ پتہ چلے گا کہ فلاں وجہ سے رو رہا ہے ورنہ نہیں۔ اب ماں خود بخود اس پر غصے ہوتی ہے...... روتا ہے...... سو نہیں رہا، ایسے وقت میں تحمل سے کام لیجئے ایک دعا بزرگوں نے بتائی ہے۔

اَللّٰھُمَّ غَارِتِ النُّجُوْمُ وَ ھَدَاتِ الْعُیُوْنُ اَنْتَ حَیٌّ قَیُّوْمٌ لاَ تَاْخُذُکَ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ اھْدِ لَیْلِیْ وَاَنِمْ عَیْنِیْ

جب یہ دعا پڑھ کر آپ بچے پر دم کر دیں گی اللہ رب العزت بچے کو سکون کی نیند عطا فرمائیں گے اگر بچی ہے تو لَیْلَھَا وَاَنِمْ عَیْنَھَا کا صیغہ استعمال کر لیں یعنی جو مونث تانیث کیلئے ہوتا ہے تو اس طرح اس دعا کو پڑھ لینے سے اور دم کر دینے سے بچوں کو نیند جلدی آ جاتی ہے۔

بچوں کی حفاظت کے لئے انمول وظیفہ

جب بچے سو رہے ہوں تو ان پر حفاظت کا حصار ضرور بنا لیا کریں۔ ہمارے مشائخ نے ایک حفاظت کا حصار بتایا اور اس کی اتنی برکتیں ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ موت کے سوا کوئی مصیبت نہیں آ سکتی۔ میرے پیر و مرشد نے جب اس عاجز کو اس حصار کی اجازت دی تو فرمانے لگے کہ ہم نے اس حصار کی کئی مرتبہ مرنے والوں کو جو قبر میں پہنچ چکے تھے اس کے گرد بھی باندھا۔ تو دیکھا کشف کی نظر سے اللہ نے ان کے اس رات کے قبر کے عذاب کو معاف فرما دیا۔ تو یہ بہت ہی مشائخ کی طرف سے ایک قیمتی عمل ہے اور اس عاجز کو اس کی اجازت ہے اور آج یہ عاجز سب سامعین اور سامعات کو مردوں اور عورتوں کو اجازت دے رہا ہے تاکہ یہ اللہ رب العزت کی حفاظت میں آ جائیں۔ وہ حصار کیا ہے کہ پہلے درود شریف پڑھ لیا کریں پھر الحمد اللہ شریف پوری سورۃ پڑھ لیا کریں پھر آیت الکرسی پڑھیں اور

چاروں قل پڑھیں آخر میں درود شریف پڑھ لیں یعنی اوّل و آخر درود شریف پڑھنا درمیان میں سورۃ آیۃ الکرسی اور چاروں قل پڑھنا اور یہ سب کچھ پڑھ کر اپنے بچوں کے گرد جہاں بزنس دکان دفتر وغیرہ ہو ان سب کا تصور کر کے ان کے گرد اپنے تصور کا ایک دائرہ بنا دیں۔ جس جس چیز کے گرد آپ دائرہ بنا دیں گی وہ سب چیزیں اللہ رب العزت کی حفاظت میں آجائے گی۔ یہ حصار جس دن میں اور جس رات میں آپ بچوں کے گرد بنائیں گی آپ کے بچے فتنوں سے آفتوں سے مصیبتوں سے محفوظ رہیں گے اور جس دن کوئی مصیبت آنی ہوگی آپ دیکھنا کہ آپ اس عمل کو بھول بیٹھیں گی۔ تب کوئی مصیبت آئے گی ورنہ تو اللہ رب العزت کی حفاظت میں رہیں گے۔

بچوں کو سب سے پہلے ''اللہ'' کا لفظ سکھائیں

حدیث پاک میں آیا ہے کہ جس ماں نے یا باپ نے بچے کی تربیت ایسی کی کہ اس نے بولنا شروع کیا اور اس نے سب سے پہلے اللہ کا نام زبان سے نکالا تو اللہ تعالیٰ اس کے ماں باپ کے سب پچھلے گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں۔ اب یہ کتنا آسان کام ہے لیکن آج کل کی مائیں اس طرف توجہ نہیں دیتیں کئی عورتوں کو تو پتہ ہی نہیں ہوتا۔

بچوں سے امی اور ابو کا لفظ پہلے نہ کہلوائیں، ان کے سامنے پہلے اللہ کا لفظ کہیں، بار بار اللہ کا لفظ کہیں۔ اور جو بھی اٹھائے تو اس کو بھی تلقین کریں کہ وہ بچے کے سامنے فقط اللہ کا نام لے۔ جب بار بار اللہ اللہ اللہ کا لفظ بولیں گی تو بچہ بھی اللہ ہی لفظ بولے گا۔ علماء نے لکھا ہے کہ حرکات تین قسم کی ہوتی ہیں ایک فتحہ، ایک کسرہ اور ایک ضمہ۔ اس میں سب سے آسان حرکت جو بولی جاتی ہے اس کو فتحہ کہتے ہیں، یہ سب سے زیادہ افضل حرکت ہے۔ اس لئے پیش اور زیر کا لفظ بولنا، وہ بچے کے

لیے مشکل ہوتا ہے۔ زبر کا لفظ بولنا آسان ہوتا ہے تو اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر اللہ کا لفظ بولا جائے گا تو یہ بچے کے لیے سب سے آسان لفظ ہے جو بچہ سیکھ سکتا ہے اور اس پر انسان کو اللہ کی طرف سے انعام بھی ملے گا کہ بچے نے اللہ کا نام پکارا ماں باپ کے پچھلے گناہوں کی مغفرت ہوگئی۔ تو بچے کے سامنے کثرت کے ساتھ اللہ کا نام لیتی رہیں اور اگر اس کو سلانا پڑے تو اس وقت لوری بھی اس کو ایسی دیں کہ جو پیار والی ہو، نیکی والی ہو۔

پہلے وقت کی مائیں اپنے بچوں کو لوری دیتی تھیں حسبی ربی جل الله ، ما فی قلبی غیر الله ، نور محمد صلی الله ، لا اله الا الله ، یہ لا الہ الا اللہ کی ضربیں لگتی تھیں تو بچے کے دل پر اس کے اثرات ہوتے تھے۔ مائیں خود بھی نیک ہوتی تھیں۔ اس کے دو فائدے ایک تو ماں کا اپنا وقت ذکر میں گزرا اور دوسرا بچے کو اللہ کا نام سننے کا موقع ملا۔ لا الہ الا اللہ کی ضربوں کے اس کے دل پر اثرات ہوں گے اور اگر اس کے علاوہ بھی اور کوئی لوری کہے تو وہ بھی نیکی کے پیغام والی ہو، نیکی کی باتوں والی ہو۔ ہماری عمر اس وقت پچاس سال ہوگئی لیکن بچپن کے اندر جب ماں لوری دیتی تھی تو جو الفاظ وہ کہا کرتی تھی، بہن وہ الفاظ سناتی تھی کہ ان الفاظ سے لوری دیتے تھے۔ اب عجیب بات ہے کہ ایسے الفاظ نقش ہو گئے پچاس سال کی عمر میں بھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ لوری کے الفاظ کانوں میں گونج رہے ہیں، ماں کہتی تھیں "اللہ اللہ لوری، دودھ بھری کٹوری، ذلفی دودھ پئے گا نیک بن کر جئے گا" شاید یہ ماں کی وہ دعائیں ہیں کہ اللہ نے نیکوں کے قدموں میں بیٹھنے کی جگہ عطا فرما دی۔ آج پچاس سال نصف صدی گزر گئی مگر وہ نیک بن کر جئے گا کے الفاظ آج بھی ذہن کے اندر اپنے اثرات رکھتے ہیں۔ تو اس لئے ماں کو چاہیے کہ اگر لوری بھی دے تو ایسی ہو کہ جس میں نیکی کا پیغام بچے کو پہنچ رہا ہو۔

بچے کو خالق حقیقی کا تعارف

کو چاہیے کہ وہ کوشش کرتی رہے۔ بچہ
بچے کا ایمان مضبوط کرنے کے لیے ماں
آئی تو کبھی بھی کتے بلی سے نہ ڈرائیں۔ کسی
بڑا ہو گیا اور اس کو کوئی ڈرانے کی بات
جن بھوت سے مت ڈرائیں۔ جب بھی کوئی بات ہو تو بچے کے ذہن میں اللہ کا
تصور ڈالیں کہ بیٹا! اگر تم ایسے کرو گے تو اللہ میاں ناراض ہو جائیں گے۔ اب جب
آپ پیار سے سمجھائیں گی کہ اللہ میاں ناراض ہو جائیں گے تو بچہ پوچھے گا کہ اللہ
میاں کون ہے۔ اب آپ کو اللہ رب العزت کا تعارف کروانے کا موقع مل جائے
گا۔ آپ تعارف کروائیں اللہ میاں وہ ہے جس نے آپ کو دودھ عطا کیا۔ اللہ
میاں وہ ہے جس نے آپ کو سماعت دی، بصارت دی، جس نے آپ کو عقل عطا
کی۔ جس نے مجھے بھی پیدا کیا اور آپ کو بھی پیدا کیا۔ ہم سب اللہ کے بندے
ہیں۔ جب آپ اللہ تعالیٰ کی ایسی تعریفیں کریں گی اور اس کی انعامات کا تذکرہ
کریں گی تو بچپن سے ہی بچے کے اندر اللہ تعالیٰ کی محبت اور جنت میں جانے کا
شوق پیدا ہو جائے گا کہ ہم جنت میں کب جائیں گے۔ ابھی سے اس کو انتظار اور
شوق نصیب ہو گا۔ ماں کو بھی چاہیے کہ اسی طرح بچے کے اندر نیکی کے اثرات
ڈالے اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ایمان مضبوط کرے۔ صبر سے کام لے۔

بچپن سے ہی تربیت کریں

اچھی ماؤں کی تو یہی بات ہوتی ہے کہ ہر ہر بات میں سے نکتے نکال کر بچوں کا
دھیان اللہ کی طرف لے جاتی ہیں، نیکی کی طرف لے جاتی ہیں، دین کی طرف لے
جاتی ہیں۔ اسی کا نام اچھی تربیت ہے۔ جب بچے آپ کے سامنے آئیں تو بچوں کو
چھوٹی چھوٹی قرآنی آیات یاد کروائیں۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں یاد کروائیں۔

چھوٹے بچے یاد بھی جلدی کر لیتے ہیں۔ انسان حیران ہوتا ہے کہ کتنی چھوٹی عمر میں بچے ایسی چیزوں کو یاد کرنا اور Pick up کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

مجھے یاد ہے کہ ہماری ایک شاگردہ تھی، مریدہ تھی، قرآن پاک کی حافظہ، عالمہ اور قاریہ تھی۔ اس کی شادی ہوئی۔ اللہ نے اس کو بیٹا عطا کیا اس نے اپنے بیٹے کی اچھی تربیت کی پھر ایک مرتبہ اس نے اپنے میاں کو بھیجا بیٹا ساتھ تھا کہا کہ جائیں اور اس بچے کو کہا کہ تم نے حضرت صاحب کو سبق سنانا ہے اور شرط لگائی کہ حضرت صاحب کے سامنے تم نے کھڑے ہو کر سبق سنانا ہے۔ اس کا خاوند بیٹے کو لے کر آیا۔ بچہ اتنا چھوٹا تھا کہ ابھی پوری طرح کھڑا بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ ہم نے اس کو کھڑا کرنے کی کوشش کی مگر وہ تو بیچارا توازن بھی برقرار نہیں رکھ سکتا تھا، گرنے لگتا تھا۔ چنانچہ میں نے کہا کہ یہ بیٹھ کر سنا دے۔ اس نے کہا کہ نہیں اس کی امی نے کہا تھا کہ حضرت صاحب کے سامنے کھڑے ہو کر سنانا ہے۔ عجیب بات تھی کہ یہ کیسے کھڑا ہو۔ چنانچہ ہم نے اس کی ترکیب یہ نکالی کہ اس بچے کو دیوار کے ساتھ لگا کر کھڑا کیا اور دونوں طرف دو تکیے رکھ دیے۔ بچے نے دونوں ہاتھ تکیے پر رکھے، سہارے کے ساتھ کھڑا ہوا۔ میرا خیال تھا کہ بچہ بسم اللہ پڑھے گا یا کوئی اور ایسی چیز پڑھے گا جو اس کی ماں نے اسے یاد کروائی ہو گی۔ اتنا چھوٹا بچہ توتلی زبان سے تھوڑے تھوڑے الفاظ بولنا گویا ابھی سیکھا تھا۔ جب اس نے پڑھنا شروع کیا تو ہم حیران رہ گئے۔ اس نے تبارک الذی سے سبق شروع کیا اور اس نے پوری سورۃ ملک کو سنا دیا۔ آج تک ہم اس پر حیران ہیں۔ اتنا چھوٹا بچہ سورۃ ملک کا حافظ کیسے بن گیا۔ جب پوچھا گیا تو ماں نے بتایا کہ میرے دل کی تمنا تھی یہ چھوٹا سا تھا، بولنا بھی نہیں آتا تھا، میں اس کے سامنے سورۃ ملک پڑھتی تھی، روزانہ رات کو سوتے وقت سورۃ ملک پڑھنا میرا معمول بن گیا۔ میں اس بچے کو ایسے سناتی تھی جیسے کسی استاد کو

Pick up کرنے الفاظ نے اس کیا شروع بولنا نے بچے تھوڑا تھوڑا ہیں۔ سناتے
شروع کردیئے۔ اتنی چھوٹی عمر میں اللہ نے اس کو سورۃ ملک کا حافظ بنا دیا۔ تو یہ
ماؤں پر منحصر ہے کہ چھوٹی عمر میں ہی بچے کے سامنے دین کی باتیں کرنے لگ
جائیں۔ ماں بننا آسان ہے مگر ماں بن کر تربیت کرنا یہ مشکل کام ہے۔ آج کل کی
سب سے بڑی خرابی ہماری یہی ہے کہ بچیاں جوان ہوجاتی ہیں اپنی شادی کے بعد
مائیں بن جاتی ہیں مگر دین کا علم نہیں ہوتا اس لئے ان کو سمجھ نہیں ہوتی کہ ہم نے
بچوں کی تربیت کیسے کرنی ہے۔ اس لئے ایسی محفلوں میں آنا انتہائی ضروری ہوتا
ہے تاکہ بچیوں کو پتہ چل سکے کہ دینی نقطہ نظر سے ہم نے اپنی اولادوں کی تربیت
کیسے کرنی ہے۔ بلکہ ایسی تقاریر ہوں، کتابیں ہوں، ان کو تحفے کے طور پر دوسروں کو
ہدیہ پیش کرنا چاہیے۔ تاکہ وہ بھی ان باتوں کو سن کر اپنی زندگی میں لاگو کرسکیں۔
چنانچہ جب بچہ سات سال کا ہو، شریعت کا حکم ہے کہ اس کو نماز پڑھانا شروع کر
دیں اور جب دس برس کا ہو تو نماز پڑھنے کے اندر سختی کرنے لگ جائیں۔ یہ ماں
باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچے کو دین سکھائیں، دین کی تعلیم دیں۔

والدین کی اولین ذمہ داری

ماں باپ کو چاہیے کہ وہ اولاد کو دین سکھائیں تاکہ بچے بڑے ہو کر ماں باپ
کے بھی فرمانبردار بنیں اور اللہ تعالیٰ کے بھی فرمانبردار بنیں۔ شروع سے بچے کو نیکی
سکھانا، یہ ماں باپ کی ذمہ داری ہوتی ہے ان میں ایک نقطہ یہ بھی ذہن میں رکھ لیں
کہ ماں کو چاہیے کہ جب دینی شخصیات کا نام آئے۔ علماء کا نام، اولیاء کرام کا نام،
مشائخ کا نام، انبیاء کا نام، صحابہؓ کا نام، جب ایسی شخصیتوں کے نام آئیں تو ماں کو
چاہیے کہ بڑے ادب کے ساتھ بچے کے سامنے نام لے۔ جب ماں دینی شخصیتوں
کا نام بڑے ادب کے ساتھ بچے کے سامنے لے گی تو بچے کو Message ملے گا

کہ بیٹا تم بھی ایسا بننا۔ تمہیں بھی عزت ملے گی۔ چنانچہ جب آپ اس طرح سے ان کے سامنے اچھا نام لیں گی تو بچہ عالم، حافظ، قاری بننے کی کوشش کرے گا۔ نیک بننے کی کوشش کرے گا۔ اس کو نیک بندوں کے احوال اور واقعات سنائیں اور بچے کو ان کا تعارف کروائیں۔ جب آپ تعارف کروائیں گی تو بچے کے پاس علم کا ذخیرہ آ جائے گا کہ میں نے بھی ایسا بننا ہے۔ عام طور پر مائیں اپنے بچوں کو اس قسم کے واقعات نہیں سناتیں بلکہ کبھی سنانا بھی ہے تو کسی نے مرغے کی کہانی سنائی، کسی نے بلی کی کہانی سنائی اور کسی نے چڑیا کی کہانی سنائی۔ بڑی خوش ہوتی ہیں کہ میرا بچہ مرغے کی کہانی سن کر سو جاتا ہے۔ ان کو جنت کی باتیں سنائیں تو اس سے بچے کے اندر نیکی کا شوق آتا ہے۔

اولاد کا حق ماں باپ پر

حدیث پاک میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک باپ اپنے بیٹے کو لے کر آیا۔ بیٹا جوانی کی عمر میں تھا مگر وہ ماں باپ کا نافرمان بیٹا تھا اس نے آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کیا کہ یہ میرا بیٹا ہے مگر میری کوئی بات نہیں مانتا، نافرمان بن گیا ہے۔ آپ اسے سزا دیں یا سمجھائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب باپ کی بات سنی تو بیٹے کو بلا کر پوچھا کہ بیٹے بتاؤ تم اپنے باپ کی نافرمانی کیوں کرتے ہو؟ اس بیٹے نے آگے سے پوچھا کہ امیر المومنین رضی اللہ عنہ! کیا والدین کے ہی اولاد پر حق ہوتے ہیں یا کوئی اولاد کا بھی ماں باپ پر حق ہوتا ہے۔ اولاد کے حق بھی ماں باپ پر ہوتے ہیں۔ اس نے کہا کہ میرے باپ نے میرا کوئی حق ادا نہیں کیا۔ سب سے پہلے اس نے جو ماں چنی وہ ایک باندی تھی جس کے پاس کوئی علم نہیں تھا۔ نہ اس کے اخلاق ایسے نہ علم ایسا۔ اس نے اس کو اپنایا اور اس کے ذریعے سے میری ولادت ہوگئی تو میرے باپ نے میرا نام جعل رکھا۔ جعل کا

غلطی مطالبہ گونگی کا بہرا ہوتا ہے۔ یہ بھی کوئی۔ کھنے والا نام تھا جو میرے ماں باپ نے رکھا۔ پھر ماں کے پاس چونکہ دین کا علم نہیں تھا اس نے مجھے کوئی دین کی بات نہیں سکھائی اور میں بڑا ہو کر جوان ہو گیا۔ اب میں نافرمانی نہیں کروں گا تو اور کیا کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو فرمایا کہ بیٹے سے زیادہ تو ماں باپ نے اس کے حقوق کو پامال کیا۔ اس لئے اب یہ بیٹے سے کوئی مطالبہ نہیں کر سکتے۔ آپ نے مقدمے کو خارج کر دیا۔

عظیم ماں! بچے کو کبھی بددعا نہ دینا

بچہ غلطی کرے آپ کو تکلیف پہنچائے۔ جتنا مرضی ستائے کسی حال میں بھی بچے کو بددعا نہ دیں شیطان دھوکہ دیتا ہے ماں کے دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ میں دل سے بددعا نہیں کر رہی بس اوپر اوپر سے کہہ رہی ہوں اور اس دھوکے میں کئی مرتبہ گھڑیاں آ جاتیں ہیں اور زبان سے برے الفاظ کہہ جاتی ہیں۔ یاد رکھنا یہ اولاد اللہ کی نعمت ہے اس کو بددعائیں دینا نعمت کی ناقدری ہے اللہ کتنا کریم ہے ہم جیسے ناقدری کریں تو بدلے میں آپ دعائیں دیں تو یہ نبی کی صفت ہے۔

جو عاصی کو کملی میں اپنی چھپا لے
جو دشمن کو زخم کھا کر بھی دعا دے
اسے اور کیا نام دے گا زمانہ
وہ رحمت نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے

تو رحمت کا تقاضہ یہی ہے کہ بچے جتنا بھی ایذاء پہنچائیں تو ماں بالآخر ماں ہوتی ہے کسی حال میں بھی اپنی زبان سے بددعا نہ دے بلکہ بچوں کے لئے خوب دعائیں کیا کریں رات کو تنہائیوں میں بھی اللہ سے لو لگا کر بیٹھا کریں۔

آج بچیوں کو تربیت کا پتہ نہیں ہوتا۔ کئی تو بیچاری ایسی ہوتی ہیں کہ چھوٹے

سے بچے سے اگر غلطی ہوئی یا بچے نے رونا شروع کر دیا تو غصے میں آ کر اب اس کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ کیا کہہ رہی ہیں، کبھی اپنے آپ کو کوسنا شروع کر دیتی ہیں کہ میں مر جاتی تو اچھا تھا، کبھی بچے کو بد دعائیں دینا شروع کر دیتی ہیں۔ یاد رکھنا کہ بچے کو کبھی بد دعائیں نہ دینا۔ زندگی میں کوئی ایسا وقت نہ آئے کہ غصے میں آ کر بد دعائیں دینے لگ جانا، ایسا کبھی نہ کرنا۔ اللہ کے ہاں ماں کا جو مقام ہوتا ہے، ماں کے دل اور زبان سے جو دعا نکلتی ہے وہ سیدھی اوپر جاتی ہے، عرش کے دروازے کھل جاتے ہیں تو دعا اللہ کے ہاں پیش کر دی جاتی ہے اور قبول کر دی جاتی ہے۔ مگر شیطان بڑا مردود ہے وہ ماں کے ذہن میں یہ ڈالتا ہے کہ میں گالی تو دیتی ہوں مگر میرے دل میں نہیں ہوتی۔ یہ شیطان کا بڑا پھندا ہے۔ حقیقت میں تو بد دعا کے الفاظ کہلواتا ہے اور ماں کو تسلی دیتا ہے کہ تو نے کہا تو تھا کہ تم مر جاؤ مگر تمہارے دل میں نہیں تھا۔ کبھی بھی شیطان کے دھوکے میں نہ آنا، بچے کو بد دعا نہ دینا۔ کئی مائیں بچوں کو بد دعائیں دے کر ان کی عاقبت خراب کر دیتی ہیں اور اپنی زندگی برباد کر دیتی ہیں۔

ماں کی بد دعا کا اثر

ایک عورت کو اللہ نے بیٹا دیا مگر وہ غصے میں خود پر قابو نہیں پا سکتی تھی، چھوٹی چھوٹی باتوں پر خود کو کوسنے لگ جاتی۔ ایک دفعہ بچے نے کوئی بات ایسی کر دی کہ ماں کو غصہ آیا اور کہنے لگی کہ تو مر جاتا تو اچھا تھا۔ اب ماں نے جو الفاظ کہہ دیے اللہ نے اس کی دعا کو قبول کر لیا مگر بچے کو اس وقت موت نہیں دی بلکہ اس بچے اللہ تعالیٰ نے نیک بنایا، اچھا بنایا، لائق بنایا۔ وہ بچہ بڑا ہوا عین بھرپور جوانی کا وقت تھا، نیک بن گیا، لوگوں میں عزت ہوئی، لوگ نام لیتے کہ بیٹا ہو تو فلاں جیسا ہو۔ پھر اللہ نے اس کو بخت دیئے، کاروبار بھی اچھا ہو گیا، لوگوں میں اس کی عزت تھی۔ خوب

تذکرے اور چرچے تھے۔ اب ماں نے اس کی شادی کا پروگرام بنایا، خوبصورت لڑکی کو ڈھونڈا، شادی کی تیاریاں کیں۔ جب شادی میں صرف چند دن باقی تھے اس وقت اللہ نے اس بیٹے کو موت عطا کر دی۔ اب ماں رونے بیٹھ گئی کہ میرا تو جوان بیٹا رخصت ہو گیا، رو رو کر حال خراب ہو گئے۔ کسی اللہ والے کو اللہ نے خواب میں بتایا کہ ہم نے اس کی دعا کو ہی قبول کیا تھا جب اس نے بچپن میں کہا تھا کہ تو مر جاتا تو اچھا تھا۔ ہم نے نعمت اس وقت واپس نہیں لی ہم نے اس نعمت کو بھر پور بننے دیا، جب عین شباب کے عالم میں جوانی کے عالم میں پہنچا، یہ نعمت پک کر تیار ہو گئی تو ہم نے اس وقت پھل کو توڑا تا کہ ماں کو سمجھ لگ جائے کہ اس نے کس نعمت کی ناقدری کی۔ اب سوچئے اپنی بددعائیں اپنے سامنے آتی ہیں۔ یہ قصور کس کا ہوا، اولاد کا ہوا یا ماں باپ کا ہوا؟

اس لئے یہ بہت ضروری ہے کہ بچے کو کبھی بددعا نہ دیں، ہر حال میں دعا ہی دیں۔ اللہ تعالیٰ سے کیا بعید ہے کہ آپ کی دعاؤں کے صدقے بچے کو قبولیت عطا فرمادے اور بچے کی زندگی آپ کیلئے صدقہ جاریہ بن جائے۔

حضرت مریمؑ کی والدہ کی دعا

بی بی مریم علیہا السلام کے لئے اس کی ماں نے کتنی دعائیں کیں۔ اور پھر یہ دعائیں کرتی رہیں یہی نہیں کہ بچے کی پیدائش ہو گئی تو دعائیں بند کر دیں

قرآن مجید میں ہے کہ یہ اس کے بعد بھی دو دعائیں کرتی رہیں۔

اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَ ذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (ال عمران)

اے اللہ میں نے اپنی بیٹی کو اور اس کی آنے والی ذریت کو شیطان رجیم کے خلاف آپ کی پناہ میں دیا۔ تو گویا بچی چھوٹی ہے مگر ماں کی محبت دیکھئے۔ فقط اس بچے کے لئے ہی دعائیں نہیں مانگ رہی اس کی آنے والی نسلوں کے لئے بھی دعا

مانگ رہی ہے۔ اللہ رب العزت کو ماں کی یہ بات اتنی پسند آئی۔ فرمایا

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا (آل عمران)

اللہ رب العزت نے پھر اس بچی کو قبول فرمالیا اور پھر اس کی تربیت فرمائی تو یہ ماں کی دعا تھی اور مربی تو حقیقت میں اللہ رب العزت ہے۔ تو ماں کی دعاؤں کو قبولیت حاصل ہے اس لئے دعا کیجئے تاکہ بچے اللہ رب العزت کی خاص نظر ہو جائے۔ بچوں کی جسمانی نشو ونما اور اخلاقی اور روحانی تربیت یہ والدین کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ جو والدین اس ذمہ داری کو احسن انداز میں پورا کرتے ہیں ان کی اولاد دنیا میں ان کیلئے راحت وآرام سبب بنتی ہے اور آخرت میں ترقی درجات کا سبب بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اولاد کی ذمہ داریاں پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

واخر دعونا ان الحمد لله رب العلمين.

﴿مناجات﴾

دل مغموم کو مسرور کر دے
دل بے نور کو پرنور کر دے
فروزاں دل میں شمع طور کر دے
یہ گوشہ نور سے معمور کر دے
مرا ظاہر سنور جائے الٰہی
مرے باطن کی ظلمت دور کر دے
مئے وحدت پلا مخمور کر دے
محبت کے نشے میں چور کر دے
نہ دل مائل ہو میرا ان کی جانب
جنہیں تیری ادا مغرور کر دے
ہے میری گھات میں خود نفس میرا
خدایا اس کو بے مقدور کر دے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بچوں پر والدین اور ماحول کے اثرات

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

محبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

بچوں پر والدین اور ماحول کے اثرات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَ سَلَّمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِo بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمْ نَارًا

و قال اللہ تعالیٰ فی مقام آخر

یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ

و قالَ رسولُ اللہ ﷺ

عَلِّمُوْا اَوْلَادَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمُ الْخَیْرَ وَ اَدِّبُوْھُمْ

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَo وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ o

وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ o

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

انسان کی تین بنیادی چیزیں

انسان کے اندر تین چیزیں بنیادی ہیں۔ ایک دل دوسرا عقل اور تیسرا نفس۔

دل جذبات کا مقام ہے

انسان کا دل جذبات کا مقام ہے۔ جذبات کئی قسم کے ہو سکتے ہیں..... محبت کے جذبات، نفرت کے جذبات بہادری کے جذبات، بزدلی والا جذبہ، سخاوت کا جذبہ بخل کا جذبہ، یہ جذبات سارے کے سارے انسان کے دل میں ہوتے ہیں۔

عقل خیالات کا مرکز ہے

انسان کی عقل، یہ خیالات کا مرکز ہے۔ ہر طرح کے خیالات عقل میں آتے ہیں، اچھے خیالات بھی ہوتے ہیں اور برے خیالات بھی۔ ذہن کے اندر اچھی یادیں بھی ہوں گی اور بری باتیں بھی ہوں گی۔ نیک خیالات بھی آئیں گے اور شیطانی وساوس بھی ذہن میں آئیں گے۔ جس طرح ایک سڑک کے اوپر ٹریفک چل رہی ہوتی ہے کبھی بس گزرتی ہے، کبھی کار گزرتی ہے، کبھی گدھا گاڑی گزرتی ہے۔ اسی طرح انسان کا ذہن چوراہے کی مانند ہے، جس سے خیالات کی ٹریفک ہر وقت گزر رہی ہوتی ہے۔ چوراہے پر جو پولیس والا کھڑا ہوتا ہے اس کا فرض منصبی ہوتا ہے کہ وہ ٹریفک کو چلتا رکھے اور کسی کو رکنے نہ دے۔ اس لئے کہ اگر ٹریفک رک گئی جام ہوگئی تو نظام میں خلل واقع ہوگا۔ اسی طرح اللہ رب العزت یہ چاہتے ہیں کہ بندے کے دماغ کے چوراہے پر خیالات کی ٹریفک چلتی رہے..... رکے نہیں۔ اگر کوئی برا خیال آیا اور گزر گیا، تو یہ پکڑ کا باعث نہیں ہے۔ خیال کا آنا برا نہیں، بلکہ خیال کا لانا اور دل میں جمانا یہ برا ہے۔ تو جب انسان خود بری سوچ سوچتا ہے تخیل باندھتا ہے، تصور باندھ کر بیٹھتا ہے تو وہ برا ہوتا ہے، پھر اس پر بندے کی پکڑ ہوگی۔ اگر ذہن میں کوئی خیال لاتا ہے اور جماتا ہے تو وہ نیک ہونا چاہئے۔ پھر اس پر اجر ملے گا۔

خیال کا آنا یہ انسان کی فطرت ہے۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ خود بخود کچھ وقفے کے بعد خیالات انسان کے ذہن میں آتے رہتے ہیں۔ اگر یہ خیال کے آنے جانے کا سلسلہ نہ ہوتا تو ہماری زندگی دشوار ہوتی۔ ایک آدمی اپنے گھر سے نکلا کہ میں بازار سے کوئی چیز اپنے گھر کے لئے لاتا ہوں۔ راستے میں اسے اپنا دوست مل گیا جو سکول میں کلاس فیلو تھا۔ اب یہ اس سے مل کر بڑا خوش ہوا کہ بیس سال کے

بعد ملاقات ہوئی۔ آپس میں باتیں کر رہے ہیں گپیں لگا رہے ہیں، مگر اس کے ذہن میں بار بار خیال آ رہا ہے کہ بھئی میں نے گھر کچن کے لئے فلاں چیز پہنچانی ہے۔ اب یہ جو خیال بار بار آ رہا ہے یہ اللہ کی رحمت ہے۔ ورنہ اگر یہ بھول جاتا اور شام تک اپنے دوست کے ساتھ وقت گزارتا، اور شام کو گھر جاتا تو کتنی مشکل پیش آتی۔ تو انسان ظاہر میں کہیں کھڑا ہو بات کر رہا ہو۔ مگر اس کے ذہن میں خیالات آ رہے ہوتے ہیں۔ وہ تھوڑی دیر بعد گھڑی دیکھ رہا ہوتا ہے، وہ وقت کا اندازہ لگا رہا ہوتا ہے۔ تو یہ خیالات کا بار بار آنا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے بندے کی زندگی کے لئے ضرورت ہے۔

خیالات آتے رہتے ہیں۔ اگر اچھے ہوں تو اس پر اجر ملتا ہے اور اگر برے ہوں تو ان کو ذہن سے نکال دینا چاہیے، آئیں اور جائیں۔ برے خیالات کی ٹریفک آئے اور جائے، خود خیال ذہن میں برا نہ لائیں۔ اگر خود آ جاتا ہے، اس کو ذہن سے نکال دیں۔ آتا رہے آپ نکالتے رہیں نیک باتوں کی طرف ذہن کو مرکوز کرتے رہیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو یہ آپ کے لئے درجات کی بلندی کا سبب بنے گا۔

ایک مرتبہ صحابہ علیہم السلام نے عرض کیا، اے اللہ کے نبی ﷺ ہمیں تو ڈر ہے کہ ہمارے ذہن میں کبھی کبھی بڑے بڑے وسوسے آ جاتے ہیں...... ہم تو بڑا پریشان ہیں کہ ذہن میں ایسے وسوسے آتے ہیں کہ ہم ان کو اپنی زبان سے بتانا پسند نہیں کرتے...... مر جانا پسند کرتے ہیں۔ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بتاؤ کہ جب ایسے وسوسے آتے ہیں تو اس پر تمہیں کوفت ہوتی ہے یا خوشی؟ انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی ﷺ بڑی کوفت ہوتی ہے ایسے خیالات پر۔ تو فرمایا کہ یہی تو ایمان کی علامت ہے۔ تو برا خیال آئے ذہن میں مت جمائیں اور اس پہ خوش بھی

نہ ہوں۔ اس کو نکالیں۔ اچھا خیال آئے، تو اچھے خیال کو ذہن نشین کر لیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجر ملے گا۔

دل اور دماغ کا تعلق

لیکن اصول یہ ہے کہ جیسے دل میں جذبات ہوتے ہیں، ویسے ہی دماغ میں خیالات ہوتے ہیں۔ اگر دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہے تو نیک خیالات آئیں گے۔ اور اگر دل میں کسی مخلوق کی محبت بھری ہے تو ذہن میں اس کے خیالات چھائے ہوئے ہوں گے۔ بنیاد دل بنا، جیسے جذبات دل میں، ایسے ہی خیالات دماغوں میں۔ ایک آدمی بہادر ہے اس کے ذہن کے خیالات بھی ویسے ہوں گے..... ایک بزدل ہے اس کے ذہن کے خیالات بھی ویسے ہوں گے..... ایک سخی ہے تو ذہن کے خیالات بھی ویسے ہوں گے...... ایک کنجوس مکھی چوس ہے تو اس کے ذہن کے خیالات بھی ویسے ہوں گے ...... تو جیسے جذبات دل میں ویسے ہی خیالات دماغ میں۔

گویا دل اور دماغ کا آپس میں بہت قریب کا تعلق ہے۔ دل اجمالی علم کا مقام ہے اور دماغ تفصیلی علم کا مقام ہے۔ جیسے کمپیوٹر کے اندر میتھ پروسیسر ہوتا ہے۔ آپ یوں سمجھ لیجئے کہ ہمارا دماغ خیالات کا پروسیسر ہے۔ Thought Processor۔ آپ اس میں جو خیالات بھیج دیں یہ اسی کو پروسیس کرنا شروع کر دے گا۔ اب کون سا خیال آرہا ہے اس کا تعلق آپ کے دل سے ہے۔ دل دماغ کو بھی کنٹرول کرتا ہے اور دماغ پھر آگے پورے جسم پر اثر ڈال رہا ہوتا ہے۔ دیکھیں ایک آدمی کہتا ہے کہ جی آپ میری طرف دیکھتے کیوں نہیں۔ وہ کہے گا میرا دل نہیں کرتا۔ حالانکہ دیکھنا تو کام تھا آنکھوں کا، تو اس کو یوں کہنا چاہئے تھا کہ میری آنکھیں نہیں چاہتیں لیکن اس نے کیا کہا کہ میرا دل نہیں چاہتا۔ تو معلوم ہوا کہ دل

نہیں چاہتا آنکھ نہیں دیکھتی۔ ابھی آپ ہماری بات نہیں سنتے، میرا دل نہیں کرتا۔ تو سننا تو کام ہے کانوں کا مگر دل نہیں کرتا۔ تو معلوم ہوا کہ آنکھ اور کان اور یہ اعضا دل کے ماتحت ہوا کرتے ہیں۔ جو جذبات دل میں ہوں گے وہ دوسرے اعضاء کے اوپر اثر کریں گے۔

نفس خواہشات کا مقام ہے

انسان کا نفس خواہشات کا مقام ہے۔ اچھی بھی ہوتی ہیں خواہشیں اور بری بھی ہوتی ہیں۔ اچھی خواہش تو یہ کہ میں حافظ بن جاؤں...... عالم بن جاؤں...... متقی بن جاؤں...... اللہ تعالیٰ کا ولی بن جاؤں...... نیک بن جاؤں۔ اور بری خواہشیں یہ ہیں کہ مجھے یہ بھی مل جائے، وہ بھی مل جائے، جو از قسم دنیا کی چیزیں ہے۔ شہرت ملے مجھے...... لوگ پہچانیں مجھے...... دھوم مچے میری...... نام بلند ہو میرا...... یہ سب بری خواہشیں ہیں۔ تو اچھی خواہشیں بھی اور بری خواہشیں بھی۔ جب انسان کے دل کے جذبات اچھے ہو جاتے ہیں تو انسان کے نفس کی خواہشات بھی اچھی ہو جاتی ہیں۔ اور جب دل کے جذبات برے ہوتے ہیں تو نفس کی خواہشات بھی بری ہو جاتی ہیں۔

انبیائے کرام کی محنت

اس لئے حضرات انبیائے کرام نے تشریف لا کر انسان کے دل کو محنت کا میدان بنایا۔ انبیائے کرام نے کس پر محنت کی؟...... انسان کے دل پر محنت کی۔ دلوں کو بدلہ اور جب دل بدلے تو نفس کی چاہتیں بھی بدل گئیں اور دماغ کے خیالات بھی بدل گئے۔ صحابہ کرامؓ کے ساتھ یہی ہوا کہ دل بدل گئے تھے پھر ان کی چاہتیں بھی بدل گئیں ان کی سوچیں ہی کچھ اور ہوتی تھیں۔ مشائخ صوفیا بھی انسان

کے دل کو محنت کا مرکز اور محنت کا میدان بناتے ہیں اسی پر محنت کرتے ہیں کہ انسان کا دل بدلے۔ دل کے بدلنے سے انسان بدلتا ہے اور دل کا بدلنا یہ کوئی آسان کام نہیں اس پر محنت لگتی ہے۔ دل کا بگڑنا آسان کام ہے اور دل کا سنورنا مشکل کام ہے۔

بچے کے دل کو بنانے کی ضرورت

اگر اللہ تعالیٰ انسان کو اولاد والی نعمت دے تو اس کی تربیت والدین کی ذمہ داری ہے۔ والدین جہاں اس کی جسمانی نگہداشت کی کوشش کرتے ہیں وہاں اس روحانی نگہداشت کی بھی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر آپ ایک بچے کی تربیت کرنا چاہتے ہیں تو یہ دیکھنا ہوگا کہ کس طرح اس کے دل کو برائی کے اثرات سے محفوظ کیا جاسکتا ہے اور کس طرح اس میں خیر کا جذبہ ڈالا جاسکتا ہے۔ بچے کے دل کو بنانے کی ضرورت ہے اور یہ مستقل ایک کام ہے۔ اس کیلئے پہلے دن سے کوشش شروع کر دینی چاہیے۔

ماؤں کی غلط فہمی

آج عورتوں کا کیا حال ہے۔ اگر بچے کو کچھ سمجھایا جائے تو کہتی ہیں کہ بڑا ہو کر خود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔ ان بیچاریوں کو تربیت کا پتہ ہی نہیں۔ سمجھ ہی نہیں کہ مائیں تو بن گئیں لیکن تربیت خود بھی نہ پائی اور آگے تربیت دینے کی سمجھ ہی نہ آئی کہ بچے کو جب سمجھایا جائے بتایا جائے تو آگے سے جواب ملتا ہے کہ بڑا ہو کر ٹھیک ہو جائے گا۔ یعنی دیوار ٹیڑھی ہو کر اٹھ رہی ہے اٹھنے دو اونچی ہو کر ٹھیک ہو جائی گی۔ کتنی بیوقوفی ہے۔ جو دیوار شروع سے ہی ٹیڑھی ہے جتنا اونچی جائے گی ٹیڑھ پن بڑھتا جائے گا۔

بچہ پگھلی ہوئی دھات کی مانند ہے

یاد رکھیں کہ بچے کی مثال Molten Metal (پگھلی ہوئی دھات) کی طرح ہے۔ سیال فولاد کی طرح ہوتی ہے۔ اب اس مولٹن میٹل کو جس سانچے میں آپ ڈھالیں گے یہ اسی سانچے میں ڈھل جائے گا۔ سانچہ آپ نے ڈھونڈنا ہے ...نیکی کا یا برائی کا...... ڈھلنا بچے نے ہے۔ لیکن جب ایک دفعہ ڈھال لیتے ہیں، اب بیٹھ کر روتے پھریں گے کہ میں نے غلط سانچے میں ڈھال دیا..... بچے کو کیوں کوستے ہیں؟ اپنے آپ کو سیں کہ میں نے دھیان نہ دیا۔

بچوں پر ماحول کے لاشعوری اثرات

بچے کی شخصیت کا پہلے دن ہی پتہ چل جاتا ہے۔ پہلے دن اگر بچے کی حرکات و سکنات کو دیکھیں تو پہلے دن ہی پتہ چل جاتا ہے بچے کا حدود اربعہ کیا ہے۔ بچے کا لاشعور پہلے دن سے کام کر رہا ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ علماء نے لکھا ہے کہ اگر بچے چھوٹا ہو تو ماں اس کے سامنے بھی اپنا لباس تبدیل نہ کرے ..... اگرچہ بہت چھوٹا ہے پھر بھی اس کی نگاہ پڑ رہی ہے لاشعوری طور پر اس پر اثرات پڑ رہے ہیں۔ اگرچہ وہ ابھی بول بھی نہیں سکتا۔ اور آج کل تو ایسی بے حیائی آ گئی کہ بچے اچھے بھلے بڑے ہوتے ہیں اور ماں باپ اس کے سامنے ایک دوسرے کے ساتھ حرکات و سکنات عجیب کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ بچہ چھوٹا ہے...... جی یہ چھوٹے نہیں ہیں ان کا دل اثرات قبول کرتا ہے۔

چھوٹے بچوں کی سیکھنے کی فطرت

پہلے دن سے بچے کی شخصیت کی تعمیر شروع ہو جاتی ہے۔ وہ علم حاصل کر رہا ہوتا ہے لیکن ہمیں پتہ نہیں چلتا کہ بچہ کیسے علم حاصل کر رہا ہے۔ وہ دیکھنے سے علم

حاصل کرتا ہے...... سننے سے بھی علم حاصل کرتا ہے......زبان میں اور منہ میں کوئی چیز ڈال کر بھی علم حاصل کرتا ہے...... یہ بچہ علم حاصل کر رہا ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ بچہ سب سے پہلے کسی چیز کو ہاتھ لگائے گا، ہاتھ لگا کر دیکھے گا کہ وہ نرم ہے یا سخت۔ پھر اسکے بعد وہ اس کو منہ میں ڈالنے کی کوشش کرے گا کہ چبا کر دیکھے ذائقہ کیا ہے؟ میٹھا ہے یا نمکین ہے۔ اسکے بعد وہ اس کی ساخت کو سمجھنے کیلئے منہ میں ڈالے گا۔ اب جب منہ میں ڈال کر بھی اس کی تسلی نہ ہوئی کہ کیا چیز ہے تو پھر اس کو پھینکے گا کہ پھینک کر اس کو دیکھے گا کہ آواز کیسے آتی ہے۔ اب ہم لڑتے ہیں اس کو کہ تو نے چیز توڑ دی۔ اسے کیا پتہ تھا کہ چیز ٹوٹ جاتی ہے وہ تو ہر چیز کو زمین پر پھینکتا ہے کہ اس کی آواز سنے کہ آواز کیسی آتی ہے۔ یہ لرننگ کا طریقہ ہے بچے کا ہر بچے کی فطرت؟

بچوں کا حیوانی جذبہ

اور بچے کے اندر اس عمر میں حیوانیت اپنے عروج پر ہوتی ہے۔ عام لوگ سمجھتے ہیں معصوم سا بچہ ہے۔ چھوٹا بچہ معصوم سا بچہ۔ ہاں اس لحاظ سے تو معصوم ہوتا ہے کہ اس نے گناہ نہیں کیے۔ مگر بحیثیت شخصیت اور حیوان دیکھیں تو اس کی حیوانیت اپنے عروج پر ہوتی ہے۔ چنانچہ کوئی چھوٹا دودھ پیتا بچہ ہو، اس کا فیڈر کوئی دوسرا لے لے، چاہے اس کا اپنا پیٹ بھرا ہوا ہے، اس نے دوسرے کے منہ سے اسے چھین لینا ہے چاہے جو مرضی ہو جائے۔ اس کے اندر حیوانیت ہوتی ہے...... اس وقت وہ انسان نہیں بنا ہوتا، انسان تو بڑے ہو کر بنتا ہے۔ ہم جو کہہ دیتے ہیں کہ بچہ معصوم ہے وہ اس لئے کہ اس نے گناہ نہیں کیے۔ شعور ابھی بیدار نہیں ہوا ورنہ اس کے اندر اپنی خواہش پوری کرنے کیلئے شدید جذبہ موجود ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کو پتہ ہوتا ہے کہ میں نے ماں باپ سے اپنی بات منانی کیسے ہے۔ شریلیوں کی

طرح مانتے ہیں تو بہت اچھی بات، نہیں مانتے تو رو کے منائے گا۔ رو کے بھی نہیں مانتے تو پھر ضد کر کے منائے گا، اودھم مچائے گا اور جب اس کو پتہ ہے کہ ضد کرنے سے بھی نہیں مانتے تو لوگوں کے سامنے ذلیل کر کے منائے گا۔ یہ نہیں ہے کہ بچے ایسے ہی رونا شروع کر دیتے ہیں، اسے پتہ نہیں ہوتا۔ اسے بڑا پتہ ہوتا ہے کہ میں نے یہ بات منوانی ہے اور اس وقت لوگ آئے ہوئے ہیں اب اگر کوئی بات کر دو تو امی بہت جلدی مانیں گی...... ابو بڑی جلدی مانیں گے۔ اس بچے کو اپنی خواہش پوری کرنے کا بڑا پتہ ہوتا ہے۔ اس وقت اس پہ پکی حیوانیت چھائی ہوتی ہے۔ ہاں یہ جب بڑا ہوگا تو اب اس کی حیوانیت انسانیت میں بدلتی چلی جائے گی...... اب اس کے اندر ایثار آجائے گا...... اب یہ اپنی خواہش کو دبا کر دوسروں کی ضرورت کو پورا کرے گا۔ لیکن بچپن میں تو ایسے نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر اس کی ماں کسی دوسرے بچے کو گود میں لے تو بچہ کیا کرتا ہے؟ برداشت کرتا ہے؟...... ذرا برداشت نہیں کرتا...... کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ بچے کی خالہ گھر میں آئی ہوئی ہے اور ماں نے اس کے بیٹے کو شوق سے پیار سے گود میں لے لیا کہ یہ میری بہن کا بیٹا ہے۔ جہاں بچے نے دیکھا میری امی نے دوسرے کو اٹھا لیا ہے، بھاگ کے آئے گا جب تک اس کی گود سے پہلے بچے کو نہیں نکالے گا اس کو اطمینان نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ ابھی بچے کی شخصیت کی تعمیر ہو رہی ہے۔

بچے کے دل پر اثر انداز ہونے والے دو عوامل

تعمیر شخصیت کے حوالے سے ایک بچے کی زندگی پر غور کریں تو دو چیزیں ہیں جو بچے کے دل پر اثر انداز ہوتی ہیں اور بچے کی شخصیت کے بننے اور بگڑنے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

پہلے نمبر پر اس کے والدین ہیں۔ بچے پر اپنے ماں باپ کی شخصیت کے اور

ماں باپ کی تربیت کے اثرات ہوتے ہیں۔

دوسرے نمبر پر ماحول ہے۔ بچوں کو جیسا ماحول دیں گے، جس ماحول میں رکھیں گے اسی کے اثرات اس پر نقش ہوتے جائیں گے۔

بچے پر والدین کے اثرات

ماں باپ اگر نیک ہوں گے تو اولاد کے اندر ضرور بالضرور نیکی کا جذبہ ہوگا یقیناً اثرات ہوں گے ماں باپ کے اس کے جین میں وہ اثرات ہوتے ہیں۔ ماں باپ متقی ہوں گے تو اس کی اولاد کے دلوں کے اندر یقیناً خیر ہوگی۔ اس لئے کہتے ہیں کہ الولد سر لابیہ کہ بیٹا اپنے باپ کا راز ہوتا ہے۔

بچے کی شخصیت کی تعمیر اس دن سے شروع ہو جاتی ہے جس دن بچے کا بیج پڑ جاتا ہے...... بچے پر ماں باپ والے اثرات اس دن سے شروع ہو جاتے ہیں جس دن بچے کی امید ہو جاتی ہے۔ اگر تو ماں باپ فسق و فجور کا وقت گزارنے والے ہیں تو بچے کے اندر اس کے اثرات آ جاتے ہیں۔ اور اگر ماں باپ نیک ہوتے ہیں بچے کے اندر نیکی کے اثرات آ جاتے ہیں۔ سائنس کی دنیا نے تو آج مان لیا۔ (Genetic) میں بچے کی ماں کے اثرات نظر آتے ہیں۔ اس کو بی ہیویرل اسپیکٹ آف ڈی۔ این۔ اے کہتے ہیں کہ بچے کے DNA کے اندر ماں باپ کی طرف سے حیا، بہادری، شرم اور اچھے اخلاق منتقل ہوتے ہیں۔ اس کو سائنس کی دنیا میں کہتے ہیں Behavioural Espect of DNA تو ماں باپ کے اندر اگر نیکی ہوگی اور ماں باپ نیکی کا خیال کریں گے اور اللہ سے ڈرنے والے، مانگنے والے ہوں گے تو پھر بچے کے DNA میں بھی یہی اثرات آئیں گے۔

یہ بات یاد رکھنا کہ جب باپ علی المرتضیٰؓ ہوتا ہے اور ماں فاطمۃ الزہراؓ ہوتی ہے اور پھر بیٹے حسنؓ اور حسینؓ جنت کے سردار بنا کرتے ہیں۔ جب باپ ابراہیم

علیہ السلام ہو اور بیوی ہاجرہؓ ہو تو پھر بیٹا اسماعیل علیہ السلام بنا کرتا ہے۔ اس لئے میاں بیوی کو چاہیے کہ اپنی زندگی کا رخ ٹھیک کریں۔

بچے پر ماں کا اثر

لہٰذا جو عورتیں ایام حمل میں نماز پڑھتی ہیں، نیکی کرتی ہیں، سچ بولتی ہیں، کسی کا دل نہیں دکھاتی، اللہ تعالیٰ کو راضی کرتی ہیں، نیک کام کرتی ہیں ان تمام چیزوں کے اثرات ان کے بچوں پر پڑتے ہیں۔

اور جب بچے کی ولادت ہوئی تو ماں اب بچے کو جو دودھ پلا رہی ہے تو اس کے بھی اثرات ہوتے ہیں۔ پہلے ماں کے جسم سے خوراک لے رہا تھا اس کے اثرات تھے، اب دودھ لے رہا ہے اس کے اثرات ہیں۔ آج کل تو ویسے ہی ڈبوں کا دودھ آ گیا ..... کیا پتہ کس کا دودھ ہے۔ تو جانوروں کا دودھ پی کر جانوروں والی عادتیں آ جاتی ہیں۔ عورت کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ بچے کو اپنا دودھ پلائے اگرچہ تھوڑا ہو۔ ہاں دودھ کی کمی پوری کرنے کیلئے اور پلانا پڑے تو اور بات ہے۔ مگر کچھ عورتیں اس سے بھاگتی ہیں۔ اب بتائیں کہ ماں کے دودھ کی برکتیں اس بچے کے اندر کیسے آئیں گی۔ ہمارے اسلاف میں جب بچوں کی پرورش کا وقت ہوتا تھا تو مائیں اپنے بچوں کو باوضو دودھ پلایا کرتی تھیں۔ بچہ دودھ پیتا تھا، مائیں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی تھیں۔ تو بچے کے جسم میں دودھ جاتا تھا اور بچے کے دل میں نور جایا کرتا تھا۔

باوضو دودھ پلانے کی برکت

چنانچہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ ..... سات لاکھ ہندوؤں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ جب گھر گئے، بڑے خوش، ماں نے پوچھا بیٹا بڑے

خوش نظر آتے ہو۔ امی! اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سعادت دی کہ اتنے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ ماں نے کہا کہ بیٹا یہ تیرا کمال نہیں ہے یہ میرا کمال ہے۔ امی! آپ نے صحیح کہا، لیکن کیسے؟ کہنے لگی کہ بیٹا جب تو چھوٹا تھا تو میں نے کبھی تجھے بے وضو دودھ نہیں پلایا۔ یہ وضو کی برکت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ہاتھ پر سات لاکھ انسانوں کو کلمہ پڑھنے کی توفیق عطا فرمادی۔

اور آج کیا حال ہے کہ بچے کو سینے سے لگا کر فیڈ دے رہی ہوتی ہیں اور بیٹھی ڈرامہ دیکھ رہی ہوتی ہیں۔ گانے چل رہے ہیں، سن رہی ہیں اور بچے کو دودھ پلا رہی ہیں اور پھر کہتی ہیں کہ میری مانتا نہیں، حضرت! کوئی تعویذ دے دیں۔ اب تعویذوں سے کیا کام بنے گا جب آپ کی باری تھی، آپ نے تو بگاڑنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ اب سنوارنے کے لئے پیر صاحب تعویذ دے دیں۔ تو بچوں کی تربیت مستقل ایک کام ہے تو ماں باپ کو ابتدا سے ہی بچوں کو نیکی کی طرف اٹھانا چاہیے۔

ننھے بچے پر تلاوت قرآن کے اثرات

ایک صاحب نے اپنے بچے کو قرآن پاک حفظ کرنے کے لئے داخل کیا۔ کچھ عرصے کے بعد قاری صاحب کے پاس گئے بچے کا حال معلوم کرنے، پوچھا کہ کیسا چل رہا ہے۔ قاری نے کہا کہ جی عجیب بات ہے کہ تین پارے تو اس نے بہت جلدی یاد کر لئے، اتنا جلدی کبھی کسی نے یاد نہیں کئے۔ لیکن تین پارے کے بعد تک اس کی رفتار وہی ہے جیسے دوسرے بچوں کی۔ وہ خوش بھی ہوئے اور حیران بھی۔ گھر آکر بیوی کو بتایا کہ بچہ پڑھ تو اچھا رہا ہے تین پاروں میں تو بہت تیز چلا ہے اتنا کہ قاری صاحب بھی حیران ہیں کہ کبھی کوئی بچہ اتنا تیز نہیں چلا۔ لیکن تین پاروں کے بعد یہ نارمل چل رہا ہے۔ تو وہ مسکرائی اور کہنے لگی کہ ہاں مجھے وہ راز سمجھ میں آگیا۔

اس نے پوچھا وہ کیا؟ کہنے لگی کہ مجھے تین پارے یاد ہیں، جب یہ چھوٹا تھا تو میں روزانہ اسے گود میں لے کر ان تین پاروں کی تلاوت کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کا نور اس بچے کے سینے میں ڈال دیا۔ ماں بچے کو گود میں لے کر قرآن پڑھتی تھی اللہ تعالیٰ نے بچے کے لئے ان تین پاروں کا یاد کرنا آسان بنا دیا۔

اب کہاں ہیں وہ مائیں جو بچے کو فجر کے بعد گود میں لے کر بیٹھیں اور قرآن پاک کی تلاوت کریں۔ حسرت ہی نہیں ...... تمنا ہی نہیں آج کی لڑکیوں میں ... چاہت ہی ختم ہوگئی تو پھر بچوں پر کیا اثرات ہوں گے؟ جب بچپن سے ہی اس بات کا خیال رکھا جائے کہ بچے کے جسم میں جو خوراک جا رہی ہے وہ حلال کی ہو اور اگر دودھ جا رہا ہے ماں کا تو وہ غفلت کے ساتھ نہ دیا جائے وہ اللہ کی یاد کے ساتھ دیا جائے۔ تو پھر بچے میں سعادت مندی کے آثار پیدا ہوتے ہیں۔ ہمارے اسلاف میں جو عورتیں تھیں وہ تو بچے کو سلاتے ہوئے بھی اللہ اللہ کی لوری دیتی تھیں۔ تو ہم ابتدا ہی سے بچے کی تربیت غلط کر رہے ہوتے ہیں اور بچے پر اس کے اثرات پڑ رہے ہوتے ہیں۔

بچے پر نیک باپ کا اثر

اسی طرح باپ اگر نیک ہوگا تو اس کا بھی بچے پر اثر پڑتا ہے۔ یہ اثر موروثی طور پر بھی ہوتا ہے اور بعد ازاں صحبت اور تربیت کا بھی ہوتا ہے۔ تو نیک باپ کی اولاد میں شروع ہی سے سعادت مندی کے آثار رکھ دیئے جاتے ہیں۔

چنانچہ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے ہیں انہوں نے اپنے والد سے نو سال کی عمر میں نقشبندیہ سلسلہ کی خلافت حاصل کر لی تھی۔ نو سال کی عمر کیا عمر ہوتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ چھوٹے دودھ پیتے بچے تھے اور اس وقت میں ان کے

ہاں ایک بزرگ آئے تو انہوں نے دعاؤں کے لئے اس بچے کو ان بزرگ کی گود میں دیا، ان بزرگوں نے فرطِ محبت میں اپنی زبان ان کے منہ میں ڈالی انہوں نے چوسنا شروع کردی اور اس عمر میں انہوں نے چشتی نسبت کا نور حاصل کرلیا۔ حتیٰ کہ وہ بزرگ کہنے لگے کہ بھئی اب کچھ تو ہماری اولاد کے لئے بھی رہنے دو۔ تو اس عمر سے اثرات منتقل ہوتے ہیں چھوٹے بچے میں۔

چنانچہ جب خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ہونی تھی امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے الہام فرمایا، کہ ہم آپ کو ایک ایسا بیٹا دیں گے جو ساری زندگی کبیرہ گناہوں کا مرتکب نہیں ہوگا۔ انبیائے کرام معصوم ہوتے ہیں، اولیائے کرام محفوظ ہوتے ہیں۔ تو الہام ہوا کہ وہ کبیرہ گناہوں کا مرتکب نہیں ہوگا، اس نسبت سے حضرت مجدد نے ان کا نام محمد معصوم رکھا۔ اور یہ محمد معصوم نو سال کی عمر میں نسبت حاصل کر گئے۔ اور اللہ رب العزت نے ان کو علم اور کشف ایسا دیا تھا کہ حیران ہوتے تھے۔ ابھی دودھ پیتے تھے کہ ایک مرتبہ عید کا چاند دیکھنے میں کچھ اختلاف ہو گیا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے عید کی نماز پڑھی، گھر آئے ایک مرید نے پوچھ لیا کہ حضرت ہم نے جو آج عید کی نماز پڑھی تو کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نہیں ہوئی تو کیا یہ فیصلہ ٹھیک ہے۔ انہوں نے ایک بچے کو بھیجا کہ جاؤ اور گھر سے پوچھو کہ کیا محمد معصوم نے دن میں دودھ پیا ہے کہ نہیں پیا۔ گھر والوں نے بتایا کہ جی دودھ پی لیا ہے تو فرمایا الحمد للہ پورا رمضان گزرا میرے اس بچے نے رمضان میں دن کے روزے کے وقت میں اپنی ماں کا دودھ نہیں پیا۔

ایک شبہ کا ازالہ

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا کہ جی بعض نیک لوگوں کے گھرانوں میں بھی

برے بچے پیدا ہوتے ہیں۔ تو یہ تو کوئی اصول نہیں ہے کہ والدین نیک ہوں گے اولاد ضرور نیک ہوگی۔ بات یہ ہے کہ للاکثر حکم الکل، حکم لگایا جاتا ہے اکثر کے اوپر تو اکثر عمل تو یہی ہے کہ نیک ماں باپ کی اولاد پر بھی نیکی کے اثرات ہوتے ہیں، ہاں کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت بھی دکھا دیتے ہیں۔ کہ کبھی نیکوں کے ہاں بھی ناخلف اولاد ہو جاتی ہے اور کبھی بروں سے بھی اللہ تعالیٰ اولیاء اللہ کو جنم دے دیتے ہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی حکمت وقدرت ہے۔

بچے کی زندگی کے تین حصے

ایک بچے کی زندگی کے تین حصے ہوتے ہیں۔

نو سال تک کا بچہ باپ کا غلام ہوتا ہے جو باپ نے کہا وہ اس نے ماننا ہوتا ہے۔ جو باپ نے کھلایا وہ اس نے کھانا ہوتا ہے، جو پہنایا وہ پہننا ہوتا ہے اور جس کام پہ باپ لگائے وہ اس نے کرنا ہوتا ہے۔

نو سے لے کر چودہ سال تک کا بچہ باپ کا مشیر ہوتا ہے۔ یعنی ان کی بات مان بھی لیتا ہے، کبھی کبھی اپنے مشورے بھی دے دیتا ہے۔ ابو ایسے کرلیں تو اچھا ہے...... ابو یوں کرلیا جائے تو کیا ہے۔ تو نو سے چودہ تک کا بچہ باپ کا مشیر ہوتا ہے۔

اور چودہ سے اوپر یا باپ کا دوست ہوتا ہے یا باپ کا دشمن ہوتا ہے۔ اگر تو نیکی پر لگ گیا تو باپ کا دوست اور اگر اس کے اندر کا انسان نہیں بنا تو باپ کا دشمن ہوگا۔ باپ سے یوں نفرت کرے گا جیسے کوئی باپ سے نفرت کی جاتی ہے۔ اسی گھر میں رہے گا مگر اپنے باپ کو سب سے بڑا دشمن سمجھے گا۔ یہ کیوں مجھے روک ٹوک کرتا ہے...... میں نہیں نمازیں پڑھتا کیوں مجھے مجبور کیا جاتا ہے...... کیوں مجھے مدرسے ڈالتے ہیں...... کیوں مجھے مولوی بناتے ہیں...... اب وہ اندر سے باپ کا دشمن ہے۔ ہاں کبھی اظہار کردے گا اگر ہمت ہوئی اور اگر ہمت نہیں تو چھپا رہے گا اور ذرا

باپ سے جدا ہوا اس کے اندر کا فسق کھل کر سامنے آجائے گا۔ تو زندگی کی ترتیب یہی نو سال کا بچہ باپ کا غلام، نو سے چودہ سال کا بچہ باپ کا مشیر اور اور چودہ کے بعد یا باپ کا دوست یا باپ کا دشمن۔

اس لئے یہ بچے تھوڑے عرصے کے لئے آپ کے پاس غلام کی مانند ہیں۔ ان کو جو کہیں گے وہ مانیں گے لیکن اور بڑے ہو گئے تو اپنے مشورے بھی دینے شروع کر دیں گے اور جب ٹین ایجر بن گئے Thirteen سے اوپر آ گئے تو اب ان سے زیادہ توقع مت رکھئے۔ پہلے آپ نے اچھی تربیت کر دی تو یہ آپ کے غلام بے دام ہیں، آپ کے خدمت گار ہیں۔ آپ کی خوشی ان کی خوشی اور آپ کی ناراضگی میں ان کی ناراضگی ہے لیکن اگر آپ نے اچھی تربیت نہیں کی تو پھر ۱۴ سال کے بعد بچے کی تربیت کرنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہ تو اسی طرح ہے کہ Hard steel (سخت لوہا) کسی کے سامنے رکھ دو اور اس کو کہو کہ اسے کسی خاص شکل میں ڈھال دیجئے۔ یہ لوہے کو ڈھالنا پھر بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس لئے بچپن سے تربیت اچھی کیجئے، وقت کے ساتھ ساتھ عادات پختہ ہوتی جاتی ہیں۔

بچوں کو Model (نمونہ) بن کر دکھائیں

بچے کی تربیت کے معاملے میں شروع سے ہی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ دعاؤں کی ضرورت ہوتی ہے، نیکی کی ضرورت ہوتی ہے۔ بچے جو ماں باپ کو دیکھتے ہیں وہی کرتے ہیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ باپ تو نمازیں پڑھے نہیں اور بچے کو بھیج کر نمازیں پڑھائے۔ ماں خود خاوند کے سامنے جھوٹ بول رہی ہے اور بچوں کو بھی پتہ ہے کہ امی جھوٹ بول رہی ہے اور وہی ماں بچے کو بعد میں کہتی ہے کہ تم نے سچ کیوں بولا۔ تو بچے کیا اس کی بات کو مانیں گے۔ بچوں کو نقادوں کی، یعنی تنقید کرنے والوں کی ضرورت نہیں ہوتی کہ بیٹھ کر Criticise کرتے رہیں کہ تم

نے یہ ٹھیک نہیں کیا، وہ ٹھیک نہیں کیا، بچوں کو نمونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ ان کو آپ نمونہ بن کر دکھائیے اور پھر دیکھئے کہ بچے آپ کی بات کیوں تسلیم نہیں کرتے۔ یہ چھوٹے چھوٹے بچے ایسے آپ کی بات مانیں گے اور پیچھے چلیں گے جیسے سدھائے ہوئے جانور ہوتے ہیں۔ تو تربیت کے بارے میں یہی چیز سمجھنے والی ہے کہ جو ماں باپ کریں گے وہی کچھ اولاد کرے گی۔ ماں باپ اپنے اندر نیکی پیدا کریں تاکہ اولاد کے اندر ویسے ہی اثرات ہوں۔ یہ تربیت ماں باپ کے ذمے ہوتی ہے۔ ماں باپ جیسے بچے کو رکھیں گے اسی طرح بچے رہیں گے۔ آج کیا ہوتا ہے کہ ماں کہتی ہے کہ میں تو جھوٹ بول لوں لیکن میرا بچہ سچ بولے، باپ کہتا ہے میں نماز پڑھوں نہ پڑھوں بچہ ضرور پڑھے۔

بچے فطرتاً نقال ہوتے ہیں

بچوں نے تو جو والدین کو کرتے دیکھا ہے وہی انہوں نے کرنا ہے۔ کیونکہ Children always copy their parents بچے ہمیشہ اپنے ماں باپ کی نقل کیا کرتے ہیں۔

ہمارے ایک دوست کی بیٹی تھی۔ پانی پی رہی تھی تو اس نے ایک ذرا بڑا گھونٹ پی لیا اور اس کو Choking (چوکنگ) ہونے لگ گئی جیسے ہوتی ہے۔ تو جب اس کو Choking (چوکنگ) سی ہوئی تو سانس بند ہونے لگا، لہٰذا اس کی ماں نے اس کی کمر پر ہلکے سے ایک دو ہاتھ لگائے اور کہا بیٹی آہستہ آہستہ...... دھیرے دھیرے۔ اس کی چوکنگ ٹھیک ہوگئی۔ مدتوں کے بعد ایک مرتبہ ماں پانی پی رہی تھی اور قدرتاً پانی پیتے ہوئے اس کو بھی چوکنگ سی ہونے لگ گئی اور وہی بچی پاس کھڑی تھی بچی نے کمر پر ہاتھ رکھا اور کہا دھیرے دھیرے...... آہستہ آہستہ...... بچی نے جو ماں سے سنا وہی اس نے یاد رکھا اور جب موقع آیا تو وہی عمل کیا۔

ہمارے ایک دوست ایک بڑے پاور پراجیکٹ پر چیف انجینئر تھے۔ ان کی یہ عادت تھی ان کو جب بھی باہر سے کوئی فون آتا وہ فون اٹھا کر تعارفی جملہ بولتے کہ Chief enginier Mangla speaking۔ (منگلا کا چیف انجینئر بول رہا ہوں) وہ خود یہ واقعہ سنانے لگے کہ ایک مرتبہ میں نہا کر غسل خانہ سے باہر نکلا میں نے دیکھا کہ فون کی گھنٹی بجی میرا چھوٹا تین چار سال کا بچہ بھاگتا ہوا ٹیلی فون کے پاس گیا اور کریڈل اٹھا کر کہنے لگا چیف انجینئر منگلا سپیکنگ۔ اب چھوٹے بچے کو ان الفاظ کے مطلب کا کچھ پتہ نہیں لیکن اس نے چونکہ والد کے الفاظ سنے ہوئے تھے کہ وہ ٹیلی فون اٹھا کر یہ کہتے ہیں اس لئے اس نے وہی الفاظ بول دیئے۔

مقصد یہ ہے کہ بچوں نے وہی کچھ کرنا ہے جو انہوں نے آپ کو کرتے ہوئے دیکھنا ہے اور جو عادات آپ نے انہیں ڈالنی وہی انہوں نے اختیار کر لینی ہیں۔

اسلاف کا انداز تربیت

اس لئے ہمارے اسلاف بچے کو بچپن سے نیکی کی تعلیم دیتے تھے مثال کے طور پر جب گھر سے میں کوئی فقیر مانگنے آتا تو بچے کے ہاتھ میں روٹی دیتے تھے وہ فقیر کو روٹی دے کر آتا۔ حالانکہ خود بھی دے سکتے تھے مگر تعلیم کے طور پر بچے سے دلواتے۔ جب گھر میں کوئی چیز لاتے تو اپنے بڑے بچے کے ہاتھ میں دیتے کہ بچے! اپنے بھائیوں میں تقسیم کرو، بہنو میں تقسیم کرو۔ بچے کے ہاتھ سے تقسیم کرواتے، اپنے بچوں میں جس کو دیکھتے کہ یہ ذرا کنجوس مکھی چوس ٹائپ بچہ ہے اس کے ہاتھ میں چیز دیتے کہ بیٹا یہ میں لایا ہوں، تم سب کے ہاتھ میں تقسیم کرو۔ تاکہ یہ تقسیم کرے گا تو اس کے اندر دینے کی عادت پڑے گی۔ مسجد میں لے کر جاتے تو اس کے ہاتھ سے مسجد کے چندے میں پیسے ڈلواتے۔ تاکہ اس کو دینے

کی عادت پڑے تو ہمارے اسلاف اس طرح بچوں کی تربیت کیا کرتے تھے۔

ایک سلیقہ مند بچے کی مثالی تربیت

ہمارے ایک دوست کسی عالم کے گھر گئے انہوں نے اپنے ایک بیٹے کو جنکی عمر آٹھ یا نو برس تھی ان کی خدمت میں لگا دیا۔ وہی ان کا بڑا بیٹا تھا وہ بچہ اتنا سلیقہ مند تھا کہ جب اس مہمان کے سامنے دستر خوان لگاتا برتنوں کے کھٹکنے کی آواز نہ آتی۔ اتنے پیار سے وہ برتن رکھتا، اور اٹھاتا اتنے سلیقے سے کام کرتا کہ ہمارے وہ دوست اتنے متاثر ہوئے۔ جب وہ نہانے کے لئے جاتے باہر نکلتے تو ان کے جوتے پالش ہیں، کپڑے استری ہیں، ہر چیز ان کو موقع با موقع تیار ہوتی وہ حیران ہوتے کہ چھوٹے سے بچے کو خدمت کو ایسا ڈھنگ کس نے سکھایا۔ چنانچہ ان کا جی چاہا کہ میں بچے سے بات کروں۔ لیکن بچہ ان کے پاس آتا اور جو ضرورت کی چیز ہوتی وہ رکھتا اور فوراً واپس چلا جاتا، فالتو کچھ دیر بھی ان کے پاس نہیں بیٹھتا تھا۔ انہوں نے سوچا کہ اب اگر آیا تو میں اس سے پوچھوں گا کہ ماں باپ نے اس کی تربیت کیسے کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب بچہ اگلی مرتبہ میرے پاس آیا اور اپنا کام کر کے جانے لگا تو میں نے اسے روکتے ہوئے کہا کہ بچے! تم سب سے بڑے ہو؟ مقصد میرا پوچھنے کا یہ تھا کہ اولاد میں یہی پہلا بیٹا تھا۔ تو میں نے اس سے یہ پوچھا کہ بچے! تم سب سے بڑے ہو؟ تو جیسے میں نے پوچھا، وہ بچہ اتنا پیارا تھا مؤدب تھا، وہ میری بات سن کر تھوڑا سا شرما گیا۔ پیچھے ہٹا اور کہنے لگا، انکل! سچی بات تو یہ ہے کہ اللہ سب سے بڑے ہیں۔ ہاں بہن بھائیوں میں میری عمر زیادہ ہے۔ وہ کہنے لگے، مجھے شرم کی وجہ سے رونا آ گیا کہ میں عمر میں اتنا بڑا ہوں اور میں اس نقطے تک نہ پہنچ سکا اور اس بچے کی سوچ کتنی اچھی ہے کہ اس نے Point pick up کر لیا۔ میرا فقرہ تھا کہ تم سب سے بڑے ہو اور بچہ جواب دیتا ہے کہ انکل! اللہ سب سے

بڑے ہیں۔ ہاں بہن بھائیوں میں میری عمر زیادہ ہے۔ تو دیکھیں کہ انہوں نے کیسے اپنے بچوں کی تربیت کی۔

آج...... آج تو فجر کی نماز میں جگانا ہو تو ماں کہتی ہے بچے سوئے ہوئے ہیں اگر بچوں کو کہیں نہ کہ نماز پڑھو تو آگے سے کہیں گی کہ تو کون سا اس عمر میں پڑھتا تھا۔ بس یہی بات کہ اس وقت پیار کی بناء پر بچے کو جاگنے نہیں دے رہیں، یہی ماں کل بیٹھ کر روئے گی، یہی کل بیٹھ کر شکوے کرے گی کہ میری سنتا نہیں۔ میری مانتا نہیں، تو ماں باپ کو کیا سمجھائیں۔ اتنا برا حال ہے کہ مت پوچھئے، اتنا برا حال ہے۔

بے عملی کا نتیجہ

ایک ماں نے مجھے فون کیا اور کہنے لگی کہ بس دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ میرے اوپر رحم کرے۔ اگر موت مانگنے کی اجازت ہوتی تو آج میں موت مانگ لیتی...... وہ اتنی پریشان تھی۔ میں نے کہا کہ کیوں اتنی پریشان ہو؟ کہنے لگی اس لئے کہ بیٹے کی شادی ہوئی، اب وہ اپنے گھر میں رہتا ہے، اپنی بیوی کے ساتھ رہتا ہے، ہم نے گھر بنا کر دیا، جہیز دیا، سب کچھ دیا۔ صرف میں نے ایک بات کہی کہ بیٹے مجھے ہفتے میں ایک بار آ کے مل جایا کرو، وہ نہیں آتا، بیوی نہیں آنے دیتی۔ تو کہنے لگی کہ اب مہینہ گزر گیا، مجبور ہو کر میں نے فون کیا، میں نے کہا کہ بیٹا کبھی آ جاؤ میں تمہاری شکل دیکھوں...... تو اس نے جواب دیا کہ تم ہی میری شکل دیکھو گی میں تو تمہاری شکل نہیں دیکھنا چاہتا۔ تو اب بتایئے کہ یہ وہ بچہ ہے جو آج اپنی سگی ماں کی شکل دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتا۔

تھوڑے دن پہلے کی بات ہے دو نوعمر لڑکے آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔ ایک نے کہا یار سنا ہے تمہارے ڈیڈی ہاسپٹل میں گئے ہوئے ہیں انہیں ہارٹ

اٹیک ہوا ہے۔ کہنے لگے ہاں وہ تو تین چار دفعہ پہلے بھی ہو چکا ہے مگر اس دفعہ ذرا زیادہ ہوا ہے مگر I hope he will یعنی لگتا ہے کہ اس دفعہ تو ان کا کام ہو ہی جائے گا۔ اب بتائیے یہ بیٹے کا باپ سے تعلق ہے اور یہ بیٹے کے باپ کے بارے میں ریمارک ہیں کہ ہنس رہے ہیں اور ہنس کے بات کر رہے ہیں کہ اس دفعہ تو ان کا کام ہو ہی جائے گا، اور وہ جوان بچے ہیں۔ کوئی باپ یہ تصور کر سکتا ہے کہ میری گود میں پلا بچہ، میرے ہاتھوں میں پلا بچہ میرے بارے میں یہ تاثرات بیان کرے گا، لیکن چونکہ عمر پندرہ سال ہو چکی تھی اب یا دوست تھا یا دشمن تھا تو جب اس کو اپنا موقع ملا تو یہ کہہ دیا۔

باپ بیٹے کی سوچ کا فرق

ہمارے پاس ایک صاحب آئے، کہنے لگے کہ میرا بچہ بڑا نیکو کار ہے..... بڑا اچھا ہے..... اس کے بڑے اچھے ارادے ہیں..... اس کی تو بڑی تعریفیں ہیں جی..... وہ چاہتا ہے میں بڑا نیک بن جاؤں۔ تو خیر ہم نے کہا، ایسے بچے کو تو ہمارے پاس ضرور بھیجیں۔ اس نے اپنے بچے کو بھیجا، ہم نے دیکھا تو وضع قطع انگریزوں والی، اٹھنا بیٹھنا، بول چال ہر چیز غافلوں اور فاسقوں والی۔ بڑے حیران ہوئے کہ باپ نے تو کیا اس کی تعریفوں کے پل باندھ دیئے تھے۔ اور ادھر تو معاملہ ہی اور ہے۔ تو آہستہ آہستہ ہم نے اس سے بات کی حتیٰ کہ وہ کھل گیا۔ جب کھل گیا تو اس سے پوچھا کہ بتاؤ تم کیا بننا چاہتے ہو؟ کہنے لگا، جی میں فلمی ایکٹر بننا چاہتا ہوں۔ بیٹے نے جواب دیا کہ میں فلمی ایکٹر بننا چاہتا ہوں اور باپ سمجھتا ہے کہ میرا بیٹا ولی بننا چاہتا ہے۔ کتنا فرق ہے باپ اور بیٹے کے درمیان۔

یہی حال ماں اور بیٹی کا ہوتا ہے پھر ماں اپنی بیٹی کی اصلیت چھپاتی پھرے گی۔ ابتداء سے کیوں نہ اس بچے کی تربیت کی گئی؟ کیوں نہ گھر کے ماحول کو اچھا

رکھا گیا۔ کیوں نہ ان کی حفاظت کی گئی، جب وقت ضائع کردیا تو اب اس کا نتیجہ تو برا نکلنا ہی ہے نا۔ اس لئے انسان بننا بڑا مشکل ہے بگڑنا بڑا جلدی ہے۔

ماں کی دعا عرش پر جاتی ہے

ماں باپ کو چاہیے کہ دن میں بچے کو سمجھائیں اور رات کو بچے کے لئے دعائیں مانگیں، اللہ کو منوائیں۔ ہمارے اسلاف کا تو یہ حال تھا کہ غصے میں بھی بچے کو گالی دینے کی بجائے دعائیں دیا کرتے تھے۔ آج تو مائیں گالیاں نکالتی ہیں۔ ابھی چھوٹا بچہ ہے اور کوئی شرارت یا کوئی بات کررہا ہے یا کسی بات پر تنگ کر رہا ہے تو بجائے اس کے کہ تحمل سے اس کو سمجھیں اور سمجھائیں، غصے میں آجاتی ہیں اور گالیاں دینی شروع کردیتی ہیں کہ تو مر جائے، تو ذلیل ہو جائے ..... اپنا بیٹا مر جائے، ذلیل ہو جائے۔ ماں! اے ماں! تجھے اپنے مقام کا پتہ ہی نہیں۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان کا مفہوم ہے کہ ماں کی زبان سے جب دعا نکلتی ہے یا بددعا نکلتی ہے، آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں، اللہ کے حضور پہنچتی ہے اور اللہ اس کو قبول فرماتے ہیں۔ اس لئے بنی اسرائیل کا ایک بڑا عبادت گزار بندہ تھا، ماں نے اس کو پکارا اور اس نے جواب نہ دیا۔ ماں اس کو بددعا دے کر چلی گئی، باوجود اس کی سالوں کی عبادت کے، باوجود اتنا تقویٰ پرہیزگاری کے بالآخر اس کو ذلیل ہونا پڑا۔

آج کل کے ماں باپ کی حالت زار

اور اس سے بھی بڑھ کر عجیب بات یہ ہے کہ بچہ نیک بننا چاہتا ہے اور ماں کہتی ہے نہ بنے۔ بیٹا نیک بننا چاہتا ہے اور باپ کہتا ہے نہ بنے۔ کہتے ہیں کہ نیک تو بنیں لیکن زیادہ نیک نہ بنیں But not too Molvee (زیادہ مولوی نہ بن

جائیں) بچے نیک بننا چاہتے ہوں اور ماں باپ رکاوٹ بنیں، اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے؟ یہی تو ذخیرہ بنیں گے، یہی بچے کل آپ کے لئے بخشش کا ذریعہ بن جائیں گے، آپ کو تو دعائیں دینی چاہئیں۔ لیکن نہیں، اس سے تو وہ ولی بن جائے گا، بچے کو رو کتے ہیں۔

ایک ماں خط لکھ رہی ہے اپنے بیٹے کو، تم نے داڑھی رکھ لی ہے تم جلدی سے داڑھی کٹوا کر اصلی شکل میں واپس آجاؤ۔ ماں نے خط لکھا تم داڑھی کٹوا کر اصلی شکل میں واپس آؤ۔ اب بتاؤ کہ ایک سنت والی شکل کو اصلی شکل نہیں سمجھ رہی۔ جب اپنا من ہی بگڑا ہو، اپنا اندر ہی بگڑا ہو تو پھر اولاد سے کیا گلہ۔ اور یہ اولاد پھر ذرا بڑی ہوتی ہے نا تو پھر ناک میں دم کرتی ہے، مگر آج تو یہ بن گیا کہ جو بچہ باپ کو پیسے لا کر دیتا ہے نا وہ تو بڑا سعادت مند ہے۔ چاہے نمازی ہے یا نہیں اور جو پیسے نہیں لاتا وہ بس ... وہ بیکار ہے۔

ایک صاحب کہنے لگے کہ میرا بیٹا بڑا نیک ہے، میرا بیٹا بڑا اچھا ہے جی...... بڑا سعادت مند ہے ... ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہے۔ ہم سنتے رہے۔ جی بس تھوڑا آج کل دہریہ سا بنا ہوا ہے۔ باپ کہہ رہا ہے کہ بچہ بڑا سعادت مند ہے، ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہے یعنی پیسے لاتا ہے اور کہتا ہے کہ جی بس آج کل تھوڑا دہریہ سا بنا ہوا ہے۔ اب یہ تھوڑا سا دہریہ کیا ہوا بھئی؟ یعنی بے دین ہے۔ تو بے دین بیٹے پر اس کو غصہ نہیں آرہا اور دوسرا اسی کا بیٹا جو تہجد گزار تھا، نیک تھا اور کام بھی کرتا تھا لیکن اس کی کمائی پوری نہیں تھی، کہتا ہے جی، بس یہ ٹھیک نہیں بنا۔ تو ماں باپ کے حالات بھی یہ ہیں۔ آج کل انسانیت کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔ صرف پیسے اور ڈگریوں کو نہ دیکھیں، یہ دیکھیں کہ اس انسان کے اندر انسانیت ہے یا نہیں، اس آدمی کے اندر آدمیت ہے یا نہیں۔ یہ ہے اصل معیار۔ اگر انسانیت ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد

فرمائیں گے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی قابلِ رشک زندگی

ایک بزرگ گزرے ہیں پہلی صدی جب مکمل ہوئی تو اس سے تقریباً پندرہ بیس سال پہلے کی بات ہے۔ جس کا نام عبدالعزیزؒ تھا وہ ایک بزرگ کے پاس جاتے تھے جن کا نام ابو ہاشمؒ تھا، بڑے اللہ والے تھے۔ یہ ان کی خدمت میں آتے جاتے، نیاز مندی سے بیٹھتے۔ چنانچہ ابو ہاشمؒ نے ایک مرتبہ خوش ہو کر اپنی روٹی کا ایک خشک ٹکڑا بچا ہوا ان کو بھی دے دیا کہ یہ آپ لے لیں۔ اس نے اس کو تبرک سمجھا کہ یہ اللہ والے کا بچا ہوا کھانا ہے ویسے ہی مؤمن کے کھانے میں شفا ہوتی ہے۔ پھر ایک نیک بندے نے کھانا دیا، تحفہ دیا یہ تو تبرک تھا۔ حضرت عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اس ٹکڑے کو لے کر اپنے گھر آئے اب سوچنے لگے کہ میں کیا کروں۔ بیوی سے بھی مشورہ کیا، سوچا کہ اس کو کس طرح سے استعمال کرنا چاہیے کہ اس کی برکتیں حاصل کر سکیں۔ چنانچہ اس نے نیت کر لی کہ میں اس کے تین ٹکڑے کرتا ہوں روزانہ روزہ رکھوں گا اور میں روزانہ اس روٹی کے ٹکڑے سے روزہ افطار کروں گا۔ یہ اس کا بہترین استعمال ہے چنانچہ یہ ایک ادب تھا دل کے اندر نیکی تھی۔ چنانچہ اس نے تین روزے رکھے پہلا روزہ پہلے ٹکڑے سے افطار کیا، دوسرا روزہ دوسرے ٹکڑے سے افطار کیا اور تیسرا روزہ تیسرے ٹکڑے سے افطار کیا۔ اللہ کی شان جب تیسرا روزہ مکمل ہوا تو رات کو میاں بیوی آپس میں اکٹھے ہوئے۔ اللہ نے اس رات میں ان کو برکت عطا فرما دی، ان کے ہاں ایک بیٹا ہوا جس کا نام انہوں نے عمر رکھا۔ یہ عمر جب جوان ہوا تو اللہ نے اس کو عمر بن عبدالعزیزؒ بنا دیا۔ تو یہ اثرات ہوتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ، اللہ تعالیٰ نے ان کو گیارہ بیٹے دیئے

تھے۔ بچوں کی خوب اچھی تربیت کی مگر غربت کے حالات تھے۔ وقت کے بادشاہ تھے مگر زندگی فقیرانہ تھی، اپنا سب کچھ بیت المال میں دے دیا تھا کہ یہ سب اسی کا ہے۔ بیوی کو بھی کہہ دیا کہ جو تجھے تیرے باپ نے دیا اور تیرے بھائیوں نے دیا وہ چونکہ انہوں نے اپنے دور میں ناجائز طور پر حکومت سے لیا تھا اس لئے وہ سب بھی بیت المال کا ہے یا اس کو اپنے پاس رکھ یا مجھے اپنے پاس رکھ۔ وہ فاطمہ نیک خاتون تھی، کہنے لگی میں آپ کو تو زندگی میں نہیں جدا کرسکتی، اس نے اپنا پورا مال بیت المال میں جمع کروادیا۔ حتیٰ کہ گھر کے اندر اتنی غربت کہ ایک مرتبہ انہوں نے بیٹی کو آواز دی تو بیٹی کے آنے میں دیر ہوگئی تو دوسری مرتبہ انہوں نے ذرا اونچی آواز سے کہا کہ کیوں نہیں آرہی۔ تو بیوی آئی اور کہا کہ کسی جگہ سے اس کی چادر یعنی شلوار پھٹ گئی تھی اور وہ دوسرے کمرے میں اس کو اتار کر بیٹھی سی رہی ہے۔ اس کے پاس پہننے کو کوئی اور دوسرا لباس نہیں، جب تک وہ پہنے گی نہیں وہ آپ کے پاس کیسے آسکتی ہے؟

وقت کا خلیفہ، وقت کا فرمانروا، لیکن اس کی بیٹی شلوار کو پھٹنے پر سی رہی ہے اور پھر پہن کر واپس آتی ہے۔ گھر کا مکان بن رہا ہے اور خود دیوار اٹھا رہے ہیں۔ ان کی بیوی فاطمہ کی ایک سہیلی تھی، اس نے سنا کہ فاطمہ کا خاوند وقت کا حاکم ہے، فرمانروا ہے۔ وہ بڑی خوش ہوئی، کہا کہ میں جاؤں گی اور اپنے لئے بیت المال سے یہ وہ فائدے لے کر آؤں گی۔ وہ آکر بیٹھ گئی، کہنے لگی کہ تیرا خاوند ہے ہمارا حکمران بنا ہے مبارک ہو۔ اس نے پوچھا کہ کبھی میری ملاقات ہوجائے گی؟ اس نے کہا کہ وہ اس وقت تو کام میں مصروف ہیں، فارغ ہوگئے تو ملاقات کروادوں گی۔ گپیں مارنے لگ گئیں۔ اب تھوڑی دیر کے بعد اس عورت نے دیکھا کہ ایک مزدور سر پہ تگاری رکھ کے آتا ہے، پھٹے پرانے سے کپڑے ہیں، کچھ بناتا ہے اور

پھر واپس جاتا ہے۔ پھر آتا ہے، کچھ بناتا ہے اور واپس جاتا ہے۔ اب جب اس نے اسے دیکھا تو وہ مزدور آتے جاتے فاطمہ کو بڑی محبت کی نگاہوں سے دیکھتا، بڑی نرم نگاہوں سے دیکھتا۔ اب اس عورت کو یہ بڑی عجیب سی بات لگی کہ یہ نوکر، یہ مزدور، یہ دیوار بنانے کیلئے آتے جاتے ملکہ کو ایسی نرم نگاہوں سے دیکھ کر جاتا ہے تو یہ تو اچھا نہیں ہے۔ چنانچہ کافی دیر ہوگئی اور وہ سمجھی کہ خلیفہ صاحب تو کسی کام میں مصروف ہوں گے میری ملاقات تو نہیں ہوسکتی۔ کہنے لگی کہ اچھا میں جاتی ہوں پھر کبھی آؤں گی اور ان سے مل لوں گی۔ کہنے لگی، اچھا جب وہ خلیفہ صاحب آئیں تو میری طرف سے ان کو مشورہ دے دینا کہ وہ گھر میں اس مزدور کو نہ آنے دیں۔ اس نے کہا، وہ کیوں؟ کہنے لگی، یہ تو میں نے محسوس کیا ہے کہ یہ تیری طرف نرم نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ اس نے کہا کہ خدا کی بندی! یہی تو خلیفہ صاحب میرے شوہر ہیں۔ اللہ اکبر۔ یہ وقت کے خلفاء تھے، یہ وقت کے حکمران تھے کہ وہ اپنے گھر کا کام کرتے تھے اور لوگ ان کو گھر کا نوکر اور خادم سمجھتے تھے۔ تو ایسی زندگی گزاری۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اپنی اولاد کی تربیت

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اولاد کی بڑی اچھی تربیت کی اور ان کو نیکی کی زندگی پر لگایا۔ جب ان کی وفات کا وقت آیا، تو لیٹے ہوئے تھے۔ ان کا ایک دوست، ایک ساتھی تھا، کہنے لگا کہ اے عمر بن عبدالعزیزؒ! آپ نے اپنی اولاد کے ساتھ بڑا ظلم کیا۔ تو یہ کہنے لگے کہ اچھا، مجھے اٹھا کے بٹھا دو، یہ اوٹ لگا کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ بتاؤ میں نے کیا ظلم کیا؟ اس نے کہا کہ تم سے پہلے جتنے فرمانروا آئے انہوں نے اپنی اولاد کے لئے بیت المال سے بڑی بڑی جائیدادیں وقف کردیں اور دزارتیں اور ہیرے اور موتی، جواہرات اور پتہ نہیں سونے چاندی کے ڈھیر لگادیئے اور ان کی اولادیں عیش کرتی پھر رہی ہیں اور تم نے اپنی اولاد کے

لئے کچھ بھی نہ بنایا۔ تو کیا یہ ظلم نہیں؟ یہ کہنے لگے، ظلم؟ اب ذرا غور سے سن لو کہ میں نے اپنی اولاد کو نیکی سکھائی ہے اور اولاد کی تربیت اچھی کی ہے، اگر میں نے اولاد کی تربیت اچھی کی اور یہ نیک بنے تو اللہ تعالیٰ کا قرآن میں فیصلہ ہے:

وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْن.

''اور نیکوں کا سرپرست خود اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔''

اگر تو میں نے ان کو اچھی تربیت کے ذریعے نیک بنادیا ہے تو میں ان کو اللہ تعالیٰ کی سرپرستی میں دے کے جارہا ہوں اور مجھے اس کا کوئی غم نہیں ہے اور اگر یہ نیک نہیں بنے، اور برے بنے ہیں تو پھر بھی میں نے اچھا ہی کیا کہ میں ان کی برائی کے اوپر ان کا معاون نہیں بننا چاہتا۔ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فوت ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ امام جعفر رحمۃ اللہ علیہ یا کوئی اور بزرگ ہیں اسی درجے کے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک وہ وقت بھی تھا کہ جب عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے جوان ہوئے، اتنے لائق بنے کہ گیارہ بیٹے گیارہ مختلف جگہوں کے گورنر بنے ہوئے تھے۔ اور میں نے اس وقت دیکھا کہ وہ فرمانروا جو اولاد کے لئے اس وقت بڑے بڑے ذخیرے چھوڑ کر گئے تھے، ان کی اولادوں میں سے کچھ لوگ جامع مسجد کے دروازے پر کھڑے بھیک مانگ رہے تھے۔ تو کامیابی تو یہی ہے کہ اولاد کو نیکی پر لگایا جائے۔ اور اب یہ ہمارے اوپر منحصر ہے کہ ہم اپنی اولاد کو نیکی کے راستے پر لاتے ہیں یا برائی کے راستے پر۔

بچے پر ماحول کے اثرات

ایک تو بچہ ماں باپ سے سیکھتا ہے اور دوسرا جس ماحول میں بچے کو رکھیں گے ماحول کے اثرات قبول کرتا ہے۔ لہٰذا بچے کو گلی کا ماحول دینے کی بجائے یا

اپنے گھر کا ماحول دیں یا کوئی نیک ماحول دیں، مدرسے کا ماحول، تبلیغی جماعت کا ماحول، کسی اچھے پیر صاحب کی محفل، مسجد کی محفل، یہ سب اچھے ماحول ہیں۔ اگر بچہ ان ماحولوں میں سے کسی میں آنا جانا شروع کر دے تو خدا کا شکر ادا کریں کہ الحمد للہ خیر کی بات ہونے لگی۔ اگر اچھا ماحول نہیں دیں گے تو بچہ خود بخود ہی کوئی بری صحبت اور برا ماحول اختیار کر لے گا۔ اور وہاں سے متاثر ہو کر پھر بچہ جو عادات و اطوار اختیار کرے گا ان کا بدلنا آپ کیلئے مشکل ہو جائے گا۔ آج کے دور میں بچوں کو اپنے ارد گرد بری صحبت و سنگت بڑی آسانی سے مل جاتی ہے۔ اس کا بہترین حل اور سد باب یہی ہے کہ ان کو کسی اچھے ماحول سے جوڑ دیا جائے۔

پندرہ سال کے بعد بچے کو کسی شیخ کے سپرد کر دیں

تو عام دستور یہی ہے کہ ماں باپ نیکی کریں گے تو اولاد کے اوپر نیکی کے اثرات ہوں گے۔ پندرہ سال سے پہلے پہلے ماں باپ کے پاس تربیت کا وقت ہوتا ہے کہ وہ بچے کی اپنے انداز میں تربیت کر لیں ان کو نیکی پر ڈھال لیں۔ پندرہ سال کے بعد اب بچہ جس رنگ میں رنگا جا چکا اب والدین کیلئے اس کی عادات کو بدلنا بہت مشکل۔ اب والدین شکوے ہی کرتے رہیں گے کہ ہماری مانتا نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تربیت کا موقع اس سے پہلے تھا۔

اب ماں باپ سے تو سنبھلے گا نہیں اب اسے کسی ایسے بندے کے ہاتھ میں دو جو اس کی تربیت کرے پیار اور محبت سے اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگ کے اس کو قبول کروائے، اس کی قبولیت اللہ سے منوائے۔ کیا مطلب ہوتا ہے تربیت کا؟ مطلب یہ ہوتا ہے کہ جب ہاتھ میں ہاتھ دیتے ہیں تو اب آپ پیار محبت سے اس کو سمجھائیں بھی سہی اور اپنے رب سے دعائیں مانگ کے اس کے نیک بختی کا فیصلہ بھی کروائیں...... اس لئے کہ ظاہر میں وہ اس کو سمجھا رہے ہوتے ہیں، بتا رہے

ہوتے ہیں اور راتوں کو ایک ایک بندے کیلئے دعائیں کررہے ہوتے ہیں۔
لوگ سمجھتے ہیں کہ شائد پیر صاحب کو ہمارے نام کا ہی پتہ نہیں ہوگا۔ یہ کیسی بات ہوئی بھئی بیعت جب کی جاتی ہے تو ذمہ داری لینے والوں کو نہیں پتہ ہوتا کہ میرے سر پہ بوجھ کون سا آرہا ہے۔ ذمہ داری تو قبول ہی تب کی جاتی ہے کہ جب دل میں یہ ہوتا ہے کہ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ سے مانگیں گے۔ دن میں اگر کسی کو ڈانٹتے ہیں تو رات کو اس کے لئے اللہ کے آگے روتے ہیں۔ اور یقین کریں کہ بعض تو ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ ان کے بارے میں شیخ اتنی دعائیں کرتے ہیں کہ خود اس کے باپ نے اس کی نیکی کے لئے کبھی اتنی دعائیں نہیں کیں ہوتیں۔ اولاد کسی کی ہوتی ہے رو کوئی رہا ہوتا ہے...... کبھی ملتزم سے لپٹ کر مانگ رہا ہے...... کبھی غلاف کعبہ کو پکڑ کر مانگ رہا ہے...... کبھی عرفات کے میدان میں مانگ رہا ہے۔ جب کہ جس کیلئے مانگا جا رہا ہے اس کو پتہ ہی نہیں کہ میرے بارے میں کسی کے ہاتھ اٹھے ہوئے ہیں...... یہ تعلق عجیب تعلق ہے۔

والدین کی طرف سے رکاوٹ

آج تو حالت یہ ہے کہ بچوں نے کسی نیک محفل میں آنا ہوتا ہے تو ماں باپ سے چھپ چھپ کے آنا پڑتا ہے، بہانے بنا کر آنا پڑتا ہے۔ کہ ماں باپ کو پتہ چل گیا وہ آنے ہی نہیں دیں گے، پابندیاں لگا دیں گے، یہ حالت ہوتی ہے۔
اس لئے کہتے ہیں کہ جو باپ ہوتا ہے وہ بچے کے اوپر سے نیچے آنے کا سبب بنتا ہے۔ یعنی عالم ارواح سے روح اس دنیا میں آئی۔ اور شیخ اس بچے کے لئے پھر نیچے سے اوپر جانے کا سبب بنتا ہے۔ اس لئے کہ شیخ کا اپنا ایک مقام ہوتا ہے اور وہ باپ کے مقام سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ آدمی کیسے احسان اتار سکتا ہے اس کا کہ جس کی وجہ سے وہ ایک قدم اپنے رب کے قریب ہوگیا۔ کس کے قریب ہوئے، رب کے

قریب ہوئے۔اس کی قیمت ہو سکتی ہے کوئی؟ آپ بتایئے کہ اپنے رب کے قریب جو ایک قدم ہوا اس کا کوئی احسان اتار سکتا ہے؟ نہیں اتار سکتا۔

خلاصہ کلام

تربیت کے عنوان پر یہ دو باتیں اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ یا تو ماں باپ کے اثرات بچے کے اندر ظاہر ہوتے ہیں یا پھر وہ جس ماحول میں ہوتا ہے اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔تو ہم بچوں کو اچھی تربیت دیں، نیک ماحول میں رکھیں۔

بچوں کی تربیت شروع سے اچھی کیجئے۔ماں باپ بچپن سے جو رخ بچے کو دیں گے اولاد اسی رخ پر چل پڑے گی۔جیسے ریلوے سٹیشن کے اوپر کانٹے کا کنٹرول ہوتا ہے نا کہ وہ کانٹے کو جدھر کر دیتا ہے اسی لائن پر گاڑی چل پڑتی ہے۔یہ کانٹے کا کنٹرول ماں باپ کے پاس ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے دیا ہوا ہے یہ کنٹرول۔ماں باپ کانٹے کا کنٹرول نیکی کی طرف کر دیں تو اس سے بچے کے اندر نیکی کا شوق پیدا ہو جائے گا۔اور اگر شروع سے ہی یہ تمنا ہو کہ جی ڈاکٹر بنانا ہے، انجینئر بنانا ہے، بھئی کون منع کرتا ہے ڈاکٹر انجینئر بنانے سے ضرور بنائیں لیکن مسلمان تو پہلے بنائیں نا۔یہ کہاں لکھا ہے کہ مسلمان تو بنائیں نہیں اور ڈاکٹر انجینئر بناتے رہیں۔ اس بچے کو پہلے انسان بنایئے، مسلمان بنایئے اس کے بعد چاہے بزنس مین بنے، ڈاکٹر بنے، جو مرضی بنے، انشاء اللہ دنیا آخرت میں عزتیں ہوں گی۔آج تو انگریزی کے فقرے مائیں اپنے بچوں کو اس اہتمام سے یاد کرواتی ہیں جس اہتمام سے صحابہ کرام اپنے بچوں کو قرآن کی آیتیں یاد کروایا کراتے تھے۔بچہ انگریزی کا لفظ بولے، ماں بڑی خوش ہوتی ہے کہ جی بچے نے انگریزی کا لفظ بولا.... تھوڑی عمر پڑی ہے انگریزی کے لفظ بولنے کے لئے......اس وقت اللہ کا نام سکھاؤ، کوئی آیتیں سکھاؤ جو حدیث پاک میں آئی ہیں۔کوئی نیکی کی بات اس سے کر دیں۔یہ

اپنی عمر میں جائے گا تو یہ سارے مضمون پڑھے گا ایک انگریزی کیا، سائنس پڑھے گا، کمپیوٹر پڑھے گا جو مرضی پڑھے۔ تو اس لئے بچے کو نیک بنانے کے لئے شروع سے کوششیں کی جائیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعائیں کی جائیں مگر اصول یہی ہے کہ جو ماں باپ بچوں کے لئے اپنا نمونہ چھوڑتے ہیں بچے اسی نمونے کے اوپر چلا کرتے ہیں۔

ایک بچے کی نیک تربیت کا واقعہ

چنانچہ ایک بچہ تھا، باپ نے اس کو نیکی سکھائی، نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سکھائی، ادب سکھایا۔ یہ بچہ چھٹی جماعت میں ہونہار بچوں میں سے تھا۔ ایک دفعہ بزمِ ادب کے لئے یا کسی سالانہ تقریب کے لئے تیاری کروانی تھی تو ہیڈ ماسٹر صاحب نے اسلامیات کے استاد کو کہا کہ آپ اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں میں سے کسی کو تلاوت کیلئے تیار کر دیں اور کسی کو نظم یاد کروائیں۔ کسی مہمان خصوصی کو بلانا ہے تو یہ بچے اس کے سامنے پڑھیں گے، انہوں نے کہا بہت اچھا۔ اب تلاوت تو ایک بچے نے کر لی، نعت کے لئے انہوں نے چار پانچ بچوں کو سلیکٹ کیا اور ان کو نعت تیار کرنے کیلئے دی

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

اور ان سب کو کہا کہ یاد کرو اور پڑھنا پھر تم میں سے جو بہتر پڑھے گا میں اس کو موقع دوں گا۔ اب بچوں نے یاد کیا۔ جب ان کا ٹیسٹ لیا تو استاد نے دیکھا کہ جس بچے کی آواز اچھی ہے وہ جیسے پڑھنا چاہیے اس ذوق شوق سے نہیں پڑھ رہا۔ اور ایک دوسرے بچے کی آواز اتنی اچھی تو نہیں مگر اتنی محبت سے پڑھ رہا ہے کہ سننے

والے پر اثر ہوتا ہے۔ تو اس نے کہا کہ چلو اس سے پڑھوا لیتے ہیں۔ چنانچہ اس نے اس بچے کو منتخب کر لیا کہ تم نے یہ نعت پڑھنا۔ خیر ڈی سی صاحب آئے مہمان خصوصی بن کر، تقسیم اسناد کا جلسہ تھا۔ اس بچے نے نعت پڑھی :

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والے

مرادیں غریبوں کی بر لانے والے

بڑا لوگوں نے اس کی اس نظم کو پسند کیا۔ بہت پسند کیا۔ لیکن ڈی سی صاحب نے جب تقریر کی تو کہا کہ دیکھو آج استاد بچوں کی بات پر توجہ نہیں دیتے اور اپنا فرض ادا نہیں کرتے، اب یہ دیکھو کہ ایک بچہ پڑھ رہا تھا ''وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والے'' حالانکہ لکھنے والے نے لکھا ہے

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا

تو استاد صاحب کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ لکھنے والے نے کیا لکھا ہے اور بچہ کیا پڑھ رہا ہے۔ اب بات تو چھوٹی سی تھی لیکن استاد صاحب کی تو ساری محفل کے اندر بے عزتی ہو گئی نا۔ اب وہ کہنے لگے کہ میں نے اس کو اتنی دفعہ کہا بھی تھا کہ تم ایسے مت پڑھنا لیکن اس نے پھر بھی ویسے ہی پڑھ دیا ہے۔ تو طبیعت کو ایک قدرتی طیش آتا ہے خیر بات آئی گئی ہو گئی۔

اب یہ بچے ساتویں میں چڑھ گئے۔ ابتدائی دنوں میں سکولوں میں پڑھائی کیا ہوتی ہوتی ہے ابھی تو ٹائم ٹیبل ہی نہیں بنا ہوتا۔ تو ابتدائی دن تھے اور ایک ریاضی کے استاد نہیں آئے تھے، ان کے دو پیریڈ تھے ایک تفریح سے پہلے ایک تفریح کے بعد۔ اب بچے اودھم مچا رہے تھے، ہیڈ ماسٹر نے اسٹاف روم میں دیکھا تو وہی اسلامیات کے استاد بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ان سے کہا کہ جی آپ ذرا ساتویں جماعت کے سیکشن میں چلے جائیں اور ان کے پاس ذرا وقت گزار لیں تا

کہ یہ اودھم نہ مچائیں، شور نہ کریں، دوسری کلاسیں ڈسٹرب نہ ہوں۔ انہوں نے کہا بہت اچھا، وہ کلاس میں آگئے۔ بات چیت ہوتی رہی استاد نے کہا کہ بھئی میں آپ سے چھوٹے چھوٹے سوالات پوچھتا ہوں کچھ آپ بتانا، کچھ میں بتاؤں گا وقت اچھا گزر جائے گا۔ طلباء نے کہا، بہت اچھا۔ انہوں نے کسی سے کوئی چھوٹا سا سوال پوچھا، کسی سے کوئی پوچھا۔ قدرتاً جب اس بچے کی باری آئی تو استاد صاحب نے پوچھا کہ بھئی! بتاؤ ہمارے پیغمبر اسلام ﷺ کا نام کیا ہے؟ اب وہ بچہ کھڑا ہو گیا اور چپ...... بھئی بتاؤ پیغمبر ﷺ کا نام کیا ہے؟ بچہ استاد کو بھی دیکھ رہا ہے اور چپ...... بھئی گونگے ہو؟ جی نہیں، بولتے ہو؟ جی ہاں۔ بتاتے کیوں نہیں؟ چپ...... اب استاد کے دل میں بات آئی کہ یہ لڑکا شاید ضدی ہے کہ پہلے دن میں نے کہا تھا کہ ''والا'' پڑھنا ہے اس نے 'والے' پڑھا تھا۔ اور بات نہیں مانی تھی، اور اب میں بھری کلاس کے سامنے نام پوچھ رہا ہوں اور یہ نام نہیں بتاتا۔ تو استاد صاحب کرسی چھوڑ کر قریب آگئے۔ کہنے لگے کہ بتاؤ نہیں تو میں آج تمہاری پٹائی کروں گا۔ بچہ پھر چپ۔ اس نے کہا کہ تمہیں آتا ہے؟ اس نے کہا جی۔ تو بتاتے کیوں نہیں؟ پھر چپ...... استاد کو غصہ آیا، اس نے اس کو دو چار لگا دیں۔ اب بچہ چھوٹا تھا جب اس کو لگائیں۔ اس کو کبھی مار نہیں پڑی تھی کلاس کا لائق ترین بچہ تھا۔ اب بچے کی آنکھوں میں آنسو ہیں...... رو رہا ہے...... اور دوسری کلاس کے بچے بڑا حیران ہو کر اس کو دیکھ رہے ہیں کہ اس کو کیا ہے نبی علیہ السلام کا نام بھی نہیں بتاتا اور آتا بھی ہے اس کو، اس سے تو توقع نہیں تھی۔ ابھی استاد نے دو چار تھپڑ لگائے تھے کہ اتنے میں ہاف ٹائم کی گھنٹی بج گئی۔ استاد نے کہا اچھا اگلے پیریڈ میں میں آتا اور میں سیدھا کرتا ہوں تمہیں کیسے نہیں بتاتے تم۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے اور بچے بھی چلے گئے۔ کچھ بچے جو قریبی دوست تھے وہ اس کے قریب آکر جیسے سوگوار بیٹھتے ہیں

چپ بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ زار و قطار رو رہا ہے، اسے تکلیف جو ہوئی تھی۔ بالآخر اس نے اپنے آنسو پونچھے، اور اپنے آپ کو سنبھالا اور یہ بچہ کلاس سے باہر آیا اب جہاں نل لگا ہوا تھا وہاں جا کر اس نے اپنا ہاتھ منہ دھویا۔ اور فریش اپ ہو کر یہ کچھ مغموم سا تھا، اداس سا تھا، واپس آ کر بیٹھ گیا۔

اب جب اگلا پیریڈ شروع ہوا تو استاد صاحب ڈنڈا لے کر آ گئے اور کہنے لگے کہ اٹھ کھڑا ہو آج تو نہیں بتائے گا تو میں تجھے نہیں چھوڑوں گا۔ میں دیکھوں گا کہ تیری ضد کیسے نہیں ٹوٹتی۔ اب بچہ آرام سے کھڑا ہو گیا، اس نے کہا بتاؤ ہمارے پیغمبر ﷺ کا کیا نام ہے؟ اس نے کہا حضرت محمد ﷺ۔ اب جب اس نے بتا دیا تو استاد نے کہا کہ پہلے کیوں نہیں بتایا، بچہ پھر چپ...... بھئی پہلے کیوں نہیں بتایا، بچہ پھر چپ...... اب استاد کے ذہن میں بات آئی کہ شاید کوئی وجہ ہو گی، میں پوچھوں تو سہی تو استاد اس کے قریب آیا۔ اور اس کو پیار کیا اس کے ماتھے پہ بوسہ لیا، سینے سے لگایا، اور اس بچے کو کہا کہ دیکھو میں تمہارا استاد ہوں تمہارے باپ کی جگہ ہوں اور میں تم سے پوچھ رہا ہوں کہ بتاؤ کیا وجہ ہے تم نے کیوں نہیں پہلے نام بتایا اب تم نے بتا دیا۔ تو بچے نے رونا شروع کر دیا استاد بڑے حیران کہ یہ کیوں رو رہا ہے۔ پھر انہوں نے اس کو تسلی دی دلاسا دلایا، مگر بچہ تو دھاڑیں مار مار کر رو رہا تھا۔ بہت ہی درد سے رو رہا تھا۔ کلاس کے دوسرے بچوں کو بھی رونا آ گیا بالآخر انہوں نے تسلی دی اور کہا کہ بیٹا کیوں رو رہے ہو۔ پھر اس بچے نے روتے ہوئے کہا کہ میرے ابو فوت ہو گئے ہیں اور میرے ابو نے مجھے اس بات کی تعلیم دی تھی کہ بیٹا تم جب نبیؐ کا نام لینا باوضو ہو کر لینا جب آپ نے پہلے مجھ سے نام پوچھا تھا تو اس وقت میرا وضو نہیں تھا۔ آپ مجھے جان سے بھی مار دیتے میں بے وضو نام نہ لیتا۔ اب تفریح کے دوران میں وضو کر کے آیا ہوں آپ نے نام پوچھا میں نے بتا دیا۔ جب باپ

یوں تربیت کرتا ہے اولاد کی تو بچے ان باتوں کے اوپر زندگی بھر جم جایا کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت ہمیں بھی نیکی کی توفیق عطا فرمادے۔ اور ہماری اولادوں کو نیک بنا دے۔

و آخر الدعونا عن الحمدللہ رب العلمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اولاد کی تربیت کے رہنما اصول

از افادات

پیر طریقت رہبر شریعت مفکر اسلام

محبوب العلماء والصلحاء

حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ

اولاد کی تربیت کے رہنما اصول

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَ سَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ!

فَاعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْ اَوْلَادِکُمْ

وَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ

عَلِّمُوْا اَوْلَادَکُمْ وَ اَھْلِیْکُمُ الْخَیْرَ وَ اَدِّبُوْھُمْ

سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ○ وَ سَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ○

وَ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ○

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی آلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَ سَلِّمْ

تربیتِ اولاد کی اہمیت

جب اللہ تعالیٰ انسان کو اولاد والی نعمت دے تو اب ان کی تربیت کرنا ماں باپ کے ذمے ہوتا ہیں۔ والدین بچے کے مربی ہوتے ہیں جسمانی طور پر بھی اور روحانی طور پر بھی۔ اس لئے جہاں والدین بچے کی جسمانی ضروریات پوری کرنے کوشش کرتے ہیں تاکہ ہمارا بیٹا جسمانی طور پر صحت مند اور تندرست و توانا ہے۔ وہاں اس کو علم و ادب سکھانے کی بھی کوشش کرنا ان کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ جب ماں باپ بچوں کی تربیت اچھی کرتے ہیں تو پھر بچوں کے جسم ہی فقط نشوونما نہیں پاتے ان کے دل اور دماغ کی صلاحیتیں بھی کھلتی ہیں۔

اسی لئے دانشوروں کا مقولہ ہے ”جو شخص اپنے بچوں کو ادب سکھاتا ہے وہ

دشمن کو ذلیل وخوار کرتا ہے" ایک مقولہ یہ بھی ہے کہ "جو شخص اپنے بچوں کو بچپن میں ادب سکھاتا ہے وہ بچہ بڑا ہو کر اس کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے"۔ اس لئے والدین کو بچوں کی تربیت سے غافل نہیں ہونا چاہیے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ جو کسان اپنے کھیت پر محنت نہیں کرتا تو اس کے کھیت میں بہت سی خودرو جڑی بوٹیاں اگ آتی ہیں جو اس کی اصل فصل کو بھی خراب کر دیتی ہیں۔ اسی طرح جب والدین بچے کی تربیت کا خیال نہیں کرتے تو بچوں کے اندر بہت سے برے اخلاق پیدا ہو جاتے ہیں جو ان کی اصل شخصیت کو بگاڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ ایک حدیث مبارک میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا

"ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے والدین اسے یہودی نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں"

یعنی بچہ بنیادی طور پر تو نیک خصال و نیک فطرت پیدا ہوتا ہے آگے والدین کی تربیت اور ماحول سے اس کی سمت بدل جاتی ہے۔ بنیادی طور پر بچے کی شخصیت پر تین چیزوں کے اثرات پڑتے ہیں۔ سب سے پہلے اس کے والدین اور گھر یا خاندان کا اثر ہوتا ہے۔ پھر اس کی گلی کے ماحول کا اثر ہوتا ہے۔ پھر جس مدرسے یا سکول میں وہ پڑھنے جاتا ہے اس سے وہ متاثر ہوتا ہے۔ لیکن بہرحال یہ والدین کی ہی بنیادی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اسے یہ تینوں چیزیں کس قسم کی فراہم کرتے ہیں۔

ماں کی گود......اوّلین درسگاہ

بچے کی زندگی کا پہلا مسکن ماں کی ٹھنڈی میٹھی اور شفقت بھری گود ہوتی ہے۔ آغوشِ مادر کے ان سالوں میں ماں بچوں کے لئے مرشد کا کام کر رہی ہوتی ہے۔ ماں اگر بچے پر محنت کرے تو یہ ماں کی گود سے ہی مادر زاد ولی ثابت ہو سکتے ہیں۔

اسی لئے ماں کی تربیت کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ ننھے بچوں کیلئے ماں کی بنیادی ذمہ داریوں پر پہلے ہی بات ہو چکی ہے۔اب آئندہ بچوں کی تربیت کس انداز میں کرنی ہے؟ اس کیلئے کچھ بنیادی اصول بیان کیے جائیں گے۔

باپ کی توجہ کی اہمیت

جو باپ گھر کے ماحول کی طرف توجہ نہیں کرتا اولاد کی تربیت کی فکر نہیں کرتا اس کی اولاد بگڑ جاتی ہے۔ جیسے کہ بعض لوگوں کو اپنے بزنس سے فرصت نہیں ملتی، ان کے بچوں کی تربیت صحیح نہیں ہوتی۔ اس لئے کہا گیا:

لیس الیتیم قد مات والدہ بل الیتیم یتیم العلم والعمل ۔

[یتیم وہ نہیں ہوتا جس کے ماں باپ مر جاتے ہیں، یتیم تو وہ ہوتا ہے جو علم اور عمل سے محروم کر دیا جاتا ہے۔]

یہ بات ذہن میں رکھنا کہ جس ماں کی بات بچے مانتے نہیں اور باپ کے پاس گھر میں وقت دینے کی فرصت نہیں وہ بچے زندہ ہوتے ہیں مگر کسی یتیم کی مانند ہوتے ہیں۔ یہ بات پھر ذرا سن لیجئے کہ جس ماں کو تربیت کا طریقہ نہیں آتا اور باپ کے پاس فرصت نہیں تو سمجھ لو وہ بچے یتیم ہیں ان بے چاروں کی تربیت کبھی نہیں ہو سکے گی۔ لہٰذا خاوند کو چاہیے کہ اپنے نظام الاوقات میں جہاں اور کام رکھے ہیں وہاں بچوں کے لئے بھی وقت ضرور رکھے۔

اسی لئے کسی نے کہا کہ جب میری شادی نہیں ہوئی تھی تو میرے دل میں بچوں کی تربیت کی پانچ مختلف Plannings تھیں۔ اور اب میری شادی ہو گئی اور میرے پانچ بچے ہیں لیکن بچوں کی تربیت کی پلاننگ ایک بھی دماغ میں نہیں ہے۔ ایسا نہ ہو کہ اپنے آپ کو مختلف معاملات میں اتنا الجھا لیتے ہیں کہ بچوں کی تربیت کا وقت ہی نہیں ملتا۔ بچوں کی تربیت کیلئے وقت نکالنا چاہیے تو کیا اس امر

کی نئی نسل دین پر چلنے والی بن جائے۔

بچے کورے کاغذ کی مانند ہیں

یاد رکھیے کہ بچے کورے کاغذ کی مانند ہوتے ہیں ان پر خوبصورت پھول بوٹے بنانا یا الٹی سیدھی لکیریں لگانا یہ سب والدین کا کام ہوتا ہے۔ اگر ماں باپ نے اچھی پرورش کی تو سب پھول بوٹے بن گئے اور اگر اس کو تربیت کا پتہ ہی نہیں تو پھر اس نے الٹی سیدھی لکیریں لگا دیں۔ اور گویا ان بچوں کو بگاڑنے میں معاون بن گئے۔ پرورش سے مراد یہی نہیں ہوتی کہ بچے کا جسم بڑا کرنا ہوتا ہے بلکہ پرورش سے مراد یہ ہے کہ جس طرح جسم بڑھے ساتھ دل کی صفات بھی بڑھیں۔ دماغی Capebilities بھی کھل کر سامنے آئیں۔ تو جو اچھی مائیں ہوتی ہیں وہ فقط بچے کو بڑا نہیں کرتیں، اس کے دل کو بھی بڑا کرتی ہیں اور اس کے اندر ایسی سوچ ڈال دیتی ہیں کہ چھوٹی عمر میں ہی دماغی صلاحیتیں کھل کر سامنے آجاتی ہیں۔ یہ دل و دماغ کی صلاحیتوں کو کھولنا یہ بھی ماں کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ کئی مائیں تو اتنی اچھی بچوں کی پرورش کرتی ہیں ان کے بچوں کو دیکھ کر دعائیں دینے کو جی چاہتا ہے۔

باوضو کھانا پکایئے

تربیت کے سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ ہے کہ کوشش کریں کہ جب بھی کھانا پکائیں تو باوضو کھانا پکائیں۔ اگر وضو رکھنا مشکل ہو تو کم از کم کوئی ذکر اذکار کرتی رہا کریں۔ زبان سے سبحان اللہ پڑھ لیا کریں، الحمد للہ پڑھ لیا کریں، اللہ اکبر پڑھ لیا کریں لا الہ الا اللہ کا ورد کیا کریں۔ یہ ورد ان الفاظ کا تو عورت ہر حال میں کرسکتی ہے۔ جسم پاک ہو پھر بھی کرسکتی ہے۔ ناپاکی کی حالت میں فقط قرآن مجید اور نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے باقی اس قسم کے اذکار زبان سے کئے جاسکتے ہیں

۔تو کھانا پکاتے ہوئے اگر آپ اللہ کا ذکر کریں گی ..... سبحان اللہ اس کی برکتیں ہونگی۔ اور اگر پاکی کے ایام ہیں اور آپ کو کچھ سورتیں یاد ہیں تو ان سورتوں کو پڑھیے تا کہ قرآن پڑھنے کی برکتیں آپ کے کھانے میں آجائیں۔ یہ صحابیات کا عمل ہے۔

باوضو کھانا پکانا صحابیاتؓ کا عمل

ایک صحابیہؓ نے تنور پر روٹیاں لگوائیں جب پک کر تیار ہوگئیں تو فرمانے لگیں بس میرا تو کھانا بھی تیار ہوگیا اور میرے تین پارے کی تلاوت بھی مکمل ہوگئی معلوم ہوا کہ جتنی دیر روٹیاں لگاتیں تھیں یہ زبان سے اللہ کا قرآن پڑھتی رہتی تھیں۔ تو یہ صحابیات رضی اللہ عنہن کی سنت ہے آپ بھی اس کو ادا کریں۔

کچھ عرصہ قبل کراچی میں متعلقین میں سے کسی کے ہاں جانا پڑا۔ انہوں نے کہا حضرت یہ آپ کا کھانا گھر میں بنا تو اس کو پکانے کے لئے میری اہلیہ نے ۲۱ مرتبہ سورۃ یسین شریف مکمل پڑھی۔ خوشی ہوئی کہ آج بھی نیک عورتیں ایسی ہیں کہ باوضو کھانے پکانے کے دوران اللہ کا قرآن ان کی زبان پر ہوتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی سورتیں یاد ہوں تو وہی پڑھ لیجئے۔ سورۃ اخلاص تو ہر مسلمان بندے کو یاد ہوتی ہے فقط یہی پڑھتی رہیں تو یہ بھی کافی ہے۔ اور اگر سورتیں بھی نہیں پڑھ سکتیں ناپاکی کی حالت میں تو چلو ذکر کرلیں سبحان اللہ الحمد اللہ اکبر یہ کلمات پڑھنے میں آسان ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔

كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمٰنِ. سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ

(بخاری شریف)

بخاری شریف کی آخری حدیث یہی ہے کہ یہ دو کلمے ایسے ہیں کہ پڑھنے میں بہت ہلکے ہیں اور اللہ رب العزت کو بڑے محبوب ہیں لیکن میزان کے اندر بڑے بھاری ہیں۔

باوضو پکے ہوئے کھانے کے اثرات

آپ جب اس طرح قرآن پڑھ کر اور ذکر کر کے کھانا پکائیں گی تو یہ کھانا آپ کے میاں کھائیں گے تو ان کے دل میں نیکی کا شوق آئے گا۔ بچے کھائیں گے تو ان کے دل کے اندر نیکی کا شوق آئے گا۔ جو کچھ ہم کھاتے ہیں وہی تو ہمارے جسم کا گوشت بنتا ہے اگر ذکر سے پکا ہوا ہے تو پھر اس سے جسم کے جو ٹشوز بنیں گے یقیناً ان میں اللہ رب العزت کی محبت سموئی ہوئی ہوگی۔ اور اگر حرام کھائیں گے، ناپاکی اور غفلت کی پکی ہوئی غذا کھائیں گے تو جو ٹشو جسم میں جا کر بنیں گے۔ انسان کو وہ گناہ پر اکسائیں گے، جس ماں نے اپنے بچوں کو غذا اچھی دے دی وہ سمجھ لے کہ میں نے بچوں کی آدھی سے زیادہ تربیت کر دی، اس کا اتنا اثر ہے بچوں کے نیک بننے میں۔ لہٰذا ان کو ذکر والا کھانا کھلائیے اور باوضو کھانا کھلائیے تاکہ اللہ رب العزت ان کے اثرات بچوں پر وارد فرمائیں۔

بچے کو شروع سے ہی صفائی کا عادی بنانا

ایک کام یہ کریں کہ بچے کو بچپن سے ہی صفائی رکھنا سکھائیں۔ یہ ماں باپ کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ان کو یہ سمجھائیں کہ اللہ رب العزت پاکیزہ رہنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۔ ''اور اللہ تعالیٰ طہارت کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں۔'' کہیں تو فرمایا: اَلطُّهُوْرُ نِصْفُ الْاِيْمَانِ ''پاکیزگی تو آدھا ایمان ہے''۔ آپ یوں سمجھائیں گی کہ اللہ رب العزت تو بچوں کی صفائی کو

پسند فرماتے ہیں تو پھر بچہ صاف رہنا پسند کرے گا۔ چنانچہ اچھے لوگ پیدا نہیں
ہوتے بلکہ اچھے لوگ تو بنائے جاتے ہیں۔ ماں اپنی گودوں میں لوگوں کو اچھا بنا دیا
کرتی ہے۔ گرمی کے موسم میں بچے کو روزانہ غسل کروائیں، کپڑے گندے دیکھیں
تو فوراً بدل دیں۔ بستر ناپاک ہرگز نہ رہنے دیں۔ فوراً اسے پاک کریں، بہرحال
بچے کی یہ ڈیوٹی تو دینی پڑتی ہے اور اسی پر ماں کو اس کا اجر اور ثواب ملتا ہے۔ لہٰذا
بچوں کی تربیت کا خاص خیال رکھیں۔

بچوں کو بولنے کا ادب سکھائیں

بچوں کو ادب کے ساتھ بولنا سکھائیں۔ بعض بچے ''تو اور تم'' کہہ کر بات
کرتے ہیں، ان کو سمجھائیں کہ بیٹا آپ کہنے سے محبت بڑھتی ہے۔ لہٰذا چھوٹوں کو
بھی آپ کہو، بڑوں کو بھی آپ کہو۔ بچہ ہاں کہے تو اس کو سمجھائیں کہ جی ہاں کہنے
میں زیادہ محبت ہے۔

اس طرح چھوٹی چھوٹی باتیں بچہ گود میں سیکھتا ہے اور پھر وہ اسے یاد رہتی
ہیں۔ یاد رکھنا کہ بچپن کی باتیں انسان کو بچپن میں بھی نہیں بھولا کرتیں۔ ساری
زندگی یاد رہتی ہیں اس لئے بچوں کی تربیت اچھی کریں۔ یہ تو طے شدہ بات ہے کہ
جو گھاس جنگلوں میں پیدا ہو وہ باغ کی گھاس کی طرح نہیں ہوتی کہ جنگلوں کی گھاس
میں کوئی خوبصورتی نہیں ہوتی، تربیت نہیں ہوتی اور باغ کی گھاس کے اندر تو
خوبصورتی اور جمال ہوتا ہے۔ اسی طرح ان پڑھ ماں کے بچے جو پلے ہوئے
ہوں، وہ جنگلوں کی گھاس کی مانند ہوتے ہیں اور جو پڑھی لکھی نیک ماں کے پلے
ہوئے بچے ہوں، وہ باغ کے گھاس کی مانند ہیں تو ماں کو چاہیے کہ بچوں کی تربیت پر
توجہ دے۔

بچے ضدی کیوں ہوتے ہیں

یہ بات بھی ذہن میں رکھیں کہ جب بچے کو اہمیت نہیں ملتی تو پھر بچہ رو رو کر ضد کر کے اپنی اہمیت کو جتلاتا ہے تو یہ بچے کے اندر فطری تقاضا ہوتا ہے۔ وہ اہمیت چاہتا ہے۔ اگر آپ بچے کو Ignore کرنا شروع کر دیں تو بچہ یا رو دے گا یا ضد کرے گا یا آپ کا کام نہیں کرے گا اور حقیقت میں وہ آپ سے Importance مانگ رہا ہوتا ہے۔ مائیں اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اگر بچے کو ویسے ہی آپ Importance دے دیں گی تو پھر بچہ ضد نہیں کرے گا بلکہ کام جلدی کر دیا کرے گا۔ بچے کے کام میں جب رکاوٹ پیدا ہو یا نظر انداز کرے تو پھر بچے کو غصہ آتا ہے۔ ہر ماں کو چاہیے کہ وہ بچے کی نفسیات کا مطالعہ کرے۔ یاد رکھنا کہ ہر بچہ علیحدہ دماغ لے کر پیدا ہوتا ہے ضروری نہیں ہوتا کہ ایک ماں باپ کے سب بچے ایک ہی شخصیت کے مالک ہوں۔ کچھ بچوں کے اندر بزدلی ہوتی ہے، کچھ کے اندر شرمیلا پن ہوتا ہے، کچھ کے اندر بہادری ہوتی ہے، کچھ کے اندر ضدی پن ہوتا ہے۔ مختلف بچوں کی طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔

بچوں کی نفسیات سمجھنے کے طریقے

ماں کو چاہیے کہ وہ بچے کی نفسیات کا مطالعہ کرے۔ مطالعہ کرنے کے تین طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ نظر رکھے کہ میں بچے کو جب یوں کہتی ہوں وہ کیسا رویہ دکھاتا ہے۔ کس وقت میں کون سی بات مان لیتا ہے، کس وقت میں کون سی بات نہیں مانتا۔ تو جب یہ نظر رکھے گی اس کو پتہ ہوگا کہ میں نے کس بچے کو کیسے Handle کرنا ہے تو ایک تو مشاہدے کے ذریعے۔ دوسرا اگر کوئی بچہ بری بات کر جائے تو پھر جب پیار کا وقت ہو وہی بچہ جس نے ضد کی، جس نے بات نہ مانی اور پھر ماں

سے تھپڑ بھی کھا لئے تھوڑی دیر کے بعد کھانا کھاتے وقت امی سے پیار کی بات بیٹا کر رہا ہو گا۔ جب آپ دیکھیں کہ امی سے پیار کی چھوٹی چھوٹی باتیں کر رہا ہے اس وقت آپ اس سے سوالات پوچھیں کہ بیٹے آپ نے ایسا کیوں کیا تھا، آپ کے ذہن میں سوچ کیا تھی۔ تو یہ ماں ان سے سوالات پوچھے گی۔ ان سوالات کے پوچھنے سے بچے کی ذہنی کیفیت سامنے آجائے گی۔ یہ بچے کی نفسیات کا مطالعہ کرنے کا دوسرا طریقہ ہے۔ اور تیسرا یہ کہ بچے کے ساتھ برتاؤ اس کے مطابق کریں۔ تیسرا یہ ہے کہ بچے سے مشورہ کرلیا کریں کہ بیٹے ایک بات بتاؤ کہ جب میں تمہیں ایسا کہتی ہوں اور آپ میری بات مان لیتے ہو دیکھو مجھے کتنی خوشی ہوتی ہے۔ کئی دفعہ میں کہتی ہوں، تم نہیں مانتے اس کی وجہ کیا ہوتی ہے۔ تو بچے سے مشورہ پوچھا کریں۔ بچہ بتائے گا کہ یہ وجہ تھی جو میں نے آپ کی بات نہ مانی۔ تو تین چیزوں سے بچے کی شخصیت کا پتہ چل جاتا ہے، مشاہدے کے ذریعے، سوالات کے ذریعے اور مشورے کے ذریعے۔ ماں کو چاہیے کہ بچے کی شخصیت کی باتیں خود محسوس کرے، اپنے میاں کو بتا دے پھر میاں بیوی مشورہ کریں کہ اس بچے کو ہم نے کیسے بنانا ہے اور کیسے تربیت کرنی ہے۔ ہمارے مشائخ تو بچوں کی خوب تربیت کیا کرتے تھے۔ یاد رکھنا کہ ہر عظیم انسان کے پیچھے عظیم ماں باپ ہوا کرتے ہیں۔ جن کی وجہ سے بچے بڑے بنتے ہیں۔

بچے کی نفسیات کو سمجھیں

بعض اوقات بچہ کسی وجہ سے رونا شروع کر دیتا ہے اور پھر باز نہیں آتا تو اس کے پیچھے بھی کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے۔ روتے ہوئے بچے کو مسکرانے پر آمادہ کر لینا، یہ ماں کا بڑا فن ہے۔ اس راز کو ماں ہی سمجھتی ہے، اس رمز کو ماں ہی سمجھتی ہے۔ اس موقع پر کون سی بات کردوں کہ بچہ ابھی روتا ہوا ہنسنے لگ جائے۔ ہم نے بچوں کو دیکھا

کہ ایک سیکنڈ میں ان کی آنکھوں میں آنسو آرہے ہیں اور دوسرے ہی سیکنڈ میں وہ مسکرا کر کوئی بات کر رہے ہیں، یہ بچوں کا رونا ہنسنا ایسا ہی ہوتا ہے۔ اس لئے بچے کو کس طرح ہنسانا ہے، روتے ہوئے بچے نے کس طرح مسکرانا ہے، آپ اس بات کو اچھی طرح سٹڈی کریں کہ یہ بچہ کس بات پر مسکراتا ہے۔ تو جب آپکو پتہ چل جائے گا تو آپ ایسی بات کر دیں گی کہ روتا ہوا بچہ ہنستے ہوئے آپ کو ملنا شروع کر دے گا۔ جب بچہ نارمل ہو جائے تو ہمیشہ اس سے Discuss (مذاکرہ) کیا کریں کہ بیٹے جب تم اتنا رو رہے تھے آخر اس کی وجہ کیا تھی؟ بچے کی یادداشت اتنی چھوٹی ہوتی ہے کہ وہ خود ہی آپ کو سب کچھ بتا دے گا۔ اس کو یہ پتا نہیں ہوتا کہ میں بتاؤں گا تو میری امی کو بات کا پتہ چل جائے گا۔ وہ آپ کو خود بتا دے گا کہ امی میں تو اس وجہ سے رو رہا تھا اور چپ ہی نہیں ہو رہا تھا۔ تو جب وجہ کا پتہ چل جائے گا تو آئندہ اس کا خیال رکھیں۔ عورتیں بچوں سے ایسی باتیں Discuss نہیں کرتیں، ان سے اندر کا راز نہیں اگلواتیں اور اندر کی بات کا ان کو پتہ نہیں چلتا۔ اس لئے پھر اگلی دفعہ بچے کو Handle (کنٹرول) نہیں کر پاتیں۔

ایک بات یہ ذہن میں رکھئے کہ اگر آپ کا بچہ کوئی گناہ کر رہا تھا، کوئی چوری کر رہا تھا یا کوئی اور بات کر رہا ہے اور آپ عین موقع پر پہنچ گئیں تو بچے کا ہاتھ کبھی نہ پکڑیں۔ دیکھی ان دیکھی کر دیں، یوں بن جائیں جیسے آپ نے دیکھا ہی نہیں۔ بچہ خاموش ہو جائے گا، دب جائے گا لیکن Insult (بے عزتی) محسوس نہیں کرے گا کہ مجھے تو پکڑ لیا گیا۔ کیونکہ اگر ایسا کریں گی تو اس طرح اس کے ذہن سے حیا ختم ہو جائے گی، وہ کہے گا کہ امی نے تو دیکھ ہی لیا۔ تو اس حیا کو باقی رہنے دیں پھر بعد میں پیار پیار سے بات کر کے اس کو سمجھائیں اس گناہ کے بارے میں۔ تو بچہ خود معافی مانگ لے گا۔ Commitment کرے گا کہ امی میں ایسی غلطی نہیں کروں

گا۔

والدین بچوں کے لئے نمونہ بنیں

یہ چیز اپنے ذہن میں رکھئے کہ اللہ رب العزت نے بچے کو فطری طور پر نقال بنایا ہے اور وہ جو اپنے بڑوں کو کرتے دیکھتا ہے وہی کام خود کرتا ہے۔

"Children always copy their parents"

بچے ہمیشہ اپنے ماں باپ کی نقل کیا کرتے ہیں۔ اس لئے ماں باپ کو چاہیے کہ وہ فقط نقاد نہ بنیں یعنی تنقیدیں ہی نہ کریں، روک ٹوک ہی نہ کرتے رہیں بلکہ بچوں کے سامنے Model بن کر رہیں۔ بچوں کو ماڈل دیکھنے کی زیادہ ضرورت ہے بہ نسبت تنقید کرنے والوں کے۔ تنقید تو دنیا کا ہر بندہ کر لیتا ہے لیکن ماڈل بن کر رہنا مشکل کام ہوتا ہے۔ تو ماں باپ کو چاہیے کہ وہ بچوں کے سامنے ایک ماڈل کی حیثیت سے زندگی گزاریں۔ پھر دیکھیں کہ بچے خود بخود ماں باپ کے ہر کام کی Copy (نقل) کریں گے۔

بچی وہی کرے گی جو ماں کو کرتے دیکھتی ہے، بچہ وہی کرے گا جو باپ کو کرتے دیکھتا ہے۔ ہمارے ایک دوست کی بیٹی کھانا کھا رہی تھی۔ چنانچہ کھانا کھاتے ہوئے اس نے پانی پیا ذرا بڑے گھونٹ لے لئے تو Choking (چوکنگ) ہونے لگ گئی۔ اب جب چوکنگ ہوئی تو سانس بند ہونے لگا اس کی ماں نے اس کی کمر کے اوپر ہلکے سے ایک دو ہاتھ لگائے اور کہنے لگی کہ بیٹی آہستہ آہستہ دھیرے دھیرے۔ بہر حال اس کا سانس درست ہو گیا۔ اس سے کافی عرصہ بعد ایک دفعہ قدرتاً کچھ پیتے ہوئے والدہ کا سانس بند ہونے لگا۔ قدرتاً میری وہی بیٹی میرے پاس تھی اس نے میری پیٹھ پر اسی طرح ہاتھ رکھا اور کہا امی آہستہ آہستہ دھیرے دھیرے۔ یعنی اس نے بھی ٹھیک وہی الفاظ کہتے جو ماں نے اسے کہے تھے۔

ہمارے ایک اور دوست ہیں جو منگلا پاور پراجیکٹ پر چیف انجینئر تھے۔ان کی ایک عادت تھی جب بھی ان کو باہر سے فون آتا جواب میں کہتے Chief Engineer Speaking (چیف انجینئر بول رہا ہوں) یعنی ان کو اکثر دفتر کے فون آتے تھے اس لئے وہ اپنا تعارف ان الفاظ سے کرواتے۔تو ایک دفعہ کا واقعہ سنانے لگے کہ میں نہا کر غسل خانے سے نکلا میں نے دیکھا کہ میرے گھر کے فون کی گھنٹی بج رہی ہے۔میرا چھوٹا سا تین چار سال کا بیٹا تھا وہ بھاگا ہوا اس فون کی طرف گیا اور جا کر کریڈل اٹھا کر کان سے لگایا، لگاتے ہی کہنے لگا ''چیف انجینئر بول رہا ہوں''۔اب اس چھوٹے بچے کو ان الفاظ کا مطلب نہیں پتہ لیکن وہ وہی بول رہا تھا جو اس نے باپ سے سنا تھا۔

تو بات کرنے کا مقصد یہ کہ بچہ ہمیشہ ماں باپ کی Copy کرتا ہے۔ماں باپ چاہتے ہیں کہ ہم تو اپنی زندگی میں جو مرضی کریں البتہ بچے نیک بن جائیں۔یہ کام ایسے ہرگز نہیں ہوسکتا۔دونوں میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ہاں ماں باپ ماڈل بنیں گے تو بچے ان کے راستے کو اپنا لیں گے، اگر ماں باپ کوتاہیاں کریں گے اور فقط نیک تمنائیں رکھیں گے کہ بچے نیک بن جائیں تو ایسے نہیں ہوسکتا۔اس لئے بچوں کی تربیت کے لئے ماں باپ کو خود بھی عملی نمونہ بننے کی ضرورت ہے۔

مائیں روک ٹوک کی بجائے سمجھائیں

عام طور پر دیکھا گیا کہ مائیں تو صرف روک ٹوک کرتی ہیں، سمجھاتی نہیں۔ بچوں کو بات بیٹھ کر سمجھانی پڑتی ہے، دلیلیں دینی پڑتی ہیں۔بچہ بات کو سنتا ہے تب جا کر وہ بات اس کے ذہن میں آتی ہے۔اکثر تو یہی دیکھا گیا کہ بچے اگر کوئی غلطی کرلیں، بدتمیزی کرلیں، مائیں غصے میں آکر دو تھپڑ لگا دیتی ہیں اور پھر خود بیٹھ کر

رونے لگ جاتی ہیں۔ یہ دو تھپڑ لگا کر خود بیٹھ کر رونے کا کیا فائدہ۔ اس سے تو بہتر تھا کہ بچے کو پیار سے بیٹھ کر سمجھاتی، ثابت کرتی کہ بیٹے جو کام آپ نے کیا یہ برا کام ہے۔ جب بچے کے ذہن میں بات اتر جاتی تو آئندہ اس غلطی سے باز آ جاتا۔ یاد رکھیں کہ اگر بچے کو کسی برے کام کے اوپر آپ سزا دینا چاہتی ہیں تو سزا ایسی ہو کہ بچہ اس کو بوجھ تو سمجھے مگر ہلکا بوجھ سمجھے، جو بچے کے لئے نفرت کا باعث نہ بنے، تنگی کا باعث نہ بنے۔ بلکہ بچے کو سمجھانا ہوتا ہے اور اگر برے کام سے ماں بچے کو روک ٹوک کرتی ہے تو یہ بچے کا حق بنتا ہے۔ جب وہ کوئی اچھا کام کرتا ہے تو ماں پھر اسے شاباش بھی دے۔ عام طور پر دیکھا کہ مائیں بچے کو شاباش نہیں دیتیں، ان کی تعریف نہیں کرتیں۔ بچے تعریف سے خوش ہوتے ہیں، اپنے اچھے کام کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ جس کام کو آپ سمجھیں کہ یہ اچھا ہے تو بچے کی خوب تعریف کریں، اس کی حوصلہ افزائی کریں، جب بچے کو آپ Encourage کریں گی تو بچہ اس کام کو بار بار کرنے کی کوشش کرے گا۔ مثلاً مہمان آئے، بچے نے جا کر سلام کیا پھر آ کر بچے نے ماں کو بتایا کہ امی میں سلام کر کے آیا ہوں تو سارا دن بچے کو بار بار کہتی رہیں کہ بیٹے تو نے بہت اچھا کام کیا۔ میرا دل بڑا خوش ہوا۔ ایک تو بچے کی عادت پکی ہو جائے گی دوسرا وہ یہ بھی محسوس کرے گا کہ میں اچھے کام بھی کرتا ہوں۔ یہ نہ محسوس کرے کہ ماں تو اس شخصیت کا نام ہے جو ہر وقت بندے کو روک ٹوک کرنے والی ہوتی ہے اور اگر روک ٹوک بھی کریں تو بچے کی حوصلہ افزائی بھی کریں، شاباش بھی دیں، تعریفیں بھی کریں۔

ہر اچھا کام کرنے سے بچے کو انعام دیں کہ انعام سے بچے اور زیادہ جلدی راغب ہوتے ہیں۔ یہ تو اب جانوروں میں بھی دیکھا گیا ہے۔ دیکھئے مچھلیاں جو ہیں وہ کرتب کرتی ہیں، چھلانگیں لگاتی ہیں، مختلف قسم کے کھیل کرتی ہیں تو ان کے

ٹرین کرنے والے بھی ان کے منہ کے اندر مچھلیاں ڈالتے ہیں۔ تو اگر ایک جانور کو انعام ملتا ہے تو جانور بھی تربیت پا جاتا ہے، اگر انسان کے بچے کو انعام ملے گا تو پھر وہ کیوں نہیں تربیت پائے گا۔ اب ان ساری باتوں کا خیال ماں کو اس لئے رکھنا ہوتا ہے کہ ماں ہر وقت گھر میں ہوتی ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ماں کے ذمے سب کچھ پڑ گیا باپ صاحب فارغ ہو گئے۔

مار پیٹ سے گریز کریں

بچوں کو دھمکا کر آپ بے شک ڈانٹ لیجئے، ایسے چہرہ بنا لیجئے کہ جیسے آپ بڑے غصے میں ہوں لیکن بچوں کو مارنے سے گریز کریں۔ مارنا کوئی حل نہیں ہوتا بلکہ میرا نظریہ تو یہ ہے کہ جو انسان بچے کو مارتا ہے وہ تسلیم کر لیتا ہے کہ میں بچے کو سمجھانے میں شکست کھا گیا، میں بچے کو سمجھانے میں ناکام ہو گیا۔ گویا مارنا اس بات کو تسلیم کرنا ہے کہ میں بچے کو سمجھانے میں ناکام ہو گیا۔ جب بچے کو سمجھانے میں ناکام ہو جاتا ہے، اب وہ بچے پر ہاتھ اٹھاتا ہے، ہاتھ اٹھانے سے بچے نہیں سمجھا کرتے۔ اس لئے بچوں کو مارنے کی بجائے سمجھانے اور ڈانٹنے کی حد تک رہیں۔ اگر کبھی کوئی اصولی غلطی کر لے، اصولی بدتمیزی کر لے، کوئی بڑا معاملہ کر لے تو اب اس کے لئے سزا ضروری ہوتی ہے تاہم حتیٰ الوسع سمجھانے کی کوشش کیجئے۔

بچوں کو ڈرانے دھمکانے کے نقصانات

کبھی بھی اپنے بچوں کو بے جا ظالمانہ دھمکی نہ دیں۔ کئی عورتیں بچوں کو دھمکاتی ہیں کہ گھر سے نکال دوں گی، بھوت کو بلا لوں گی، میں فلاں فلاں کو بلا لوں گی۔ اس قسم کے ڈر بچے کو نہ بتائیں اس لئے کہ ماں بھوت کو بلاتی تو ہے نہیں، گھر سے نکالتی

تو ہے نہیں، تو بچے ابتداء سے ہی متاثر ہو جاتے ہیں۔ بعد میں اپنی امی کو جھوٹا سمجھنا شروع کر دیتے ہیں۔ آپ تو اس کو ڈرا رہی ہیں، وہ دل ہی دل میں آپ کو جھوٹا سمجھ رہا ہے۔ جب ایک بات میں آپ کو جھوٹا سمجھا تو ہر بات میں آپ کے بارے میں شک میں پڑ جائے گا۔ امی تو جھوٹ بھی بولتی ہیں تو گویا آپ نے بچے کو جھوٹ بولنے میں مدد دی۔ اسی طرح بچے سے کوئی جھوٹا وعدہ نہ کریں۔ بچہ جھوٹ بولنے کا عادی ہو جائے گا اور اس کا گناہ آپ کو ہوگا۔ اس لئے اگر بچے کو ڈرانا بھی ہو تو اللہ سے ڈرائیں کہ بیٹا اللہ ناراض ہوتے ہیں، اس چیز سے اللہ ناراض ہوتے ہیں۔ بس ایک اللہ کا خوف اس کے دل میں بٹھائیں کسی اور کا خوف دل میں بٹھانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ اللہ کا خوف ایسی نعمت ہے جو دل میں بیٹھ گیا تو اللہ کے خوف سے شریعت کی جو بات بھی ہے بچہ اس پر عمل کرتا چلا جائے گا۔ عربوں میں مشہور ہے کہ اگر بچے کو کسی چیز سے ڈرایا نہ جائے (جیسے عورتیں بلی کتے سے ڈراتی ہیں) تو بچہ بڑا ہو کر بہادر بنتا ہے۔

ڈانٹ ڈپٹ سے بچے کی شخصیت پر منفی اثرات

بچے سے کوئی بھی غلطی ہو جائے ذرا سی غلطی پر ڈانٹ ڈپٹ کرنے بیٹھ جانا، یہ اچھی ماؤں کی عادت نہیں ہوتی۔ بچے کو عزت کے ساتھ ڈیل کریں اگر آپ نے بچے کو عزت کے ساتھ ڈیل کیا تو بچے کے اندر اچھی شخصیت پیدا ہوگی۔ اگر آپ نے بات بات پر ڈانٹنا شروع کر دیا تو بچے کی صفات کھل نہیں سکیں گی۔ اس کی شخصیت کے اندر کبھی قائدانہ صفات پیدا نہیں ہوں گی۔ اس لئے بچے کی تربیت کرنا ماں کا اولین فریضہ ہوتا ہے۔ اگر بچے سے غلطی ہو جائے یا نقصان ہو جائے تو بچے کو پیار سے سمجھائیں۔ مثال کے طور پر آپ کی بیٹی ہے اس نے پانی پینا ہے۔ اب آپ کسی کام میں لگی ہوئی ہیں اس نے فریج کا دروازہ کھول دیا اور دروازہ کھول کر پانی

نکالنے لگی تو کوئی کھانا بنا پڑا تھا جو دعوت کے لیے آپ نے پکایا تھا، مہمان آنے تھے۔ وہ کھانا پلیٹ سے نیچے گر کر ضائع ہو گیا۔ اب دیکھتے ہی غصے میں آ کر بیٹی کو کوسنا اور ڈانٹنا شروع کر دیں تو یہ اچھی بات نہیں۔ آپ آئیں اور بیٹی کو پیار سے کہیں بیٹی کوئی بات نہیں، یہ تو مقدر میں ایسے تھا، یہ ایسے ہی اللہ نے لکھا تھا، اس نے نیچے گرنا تھا۔ بیٹی کوئی بات نہیں آئندہ اگر تجھے کسی چیز کی ضرورت ہو تو میں تمہیں اٹھا کر دے دیا کروں گی، مجھے کہہ دیا کرو۔ آپ بالکل پریشان نہ ہوں، یہ تو اللہ کی طرف سے ایسے ہونا تھا۔ جب آپ ایسا کہیں گی تو بیٹی آگے سے جواب دے گی، امی میں آئندہ احتیاط کروں گی...... میں گندی بچی نہیں بنوں گی...... میں آپ کو ہی ایسی باتیں بتا دیا کروں گی۔ پھر بیٹی آپ سے پوچھے گی کہ امی اگر ابو آئیں گے تو آپ ڈانٹیں گی تو نہیں؟ امی! ابو کو اگر پتہ چل گیا کہ میں نے یہ نقصان کیا ہے تو وہ مجھے ماریں گے تو نہیں۔ آپ بچی کو تسلی دیں کہ نہیں ہرگز نہیں، میں تمہارا نام نہیں بتاؤں گی، یہی کہوں گی کہ یہ گر کر ضائع ہو گیا۔ میں تمہارے ابو کو فون کر دیتی ہوں کہ وہ آتے ہوئے کچھ اور کھانے کا بندوبست کر کے لے آئیں تاکہ مہمانوں کے سامنے کچھ سویٹ ڈش رکھی جا سکے۔ ایسی بات میں آپ دیکھیں گی کہ بچی آپ کو اپنا نگہبان سمجھے گی، سر کا سایہ سمجھے گی۔ وہ سمجھے گی کہ ماں میرے عیبوں کو چھپاتی ہے اور میرا ساتھ دیتی ہے۔

بچپن میں جب ماں اپنے بچوں کی ہمدرد اور غمگسار بنے گی تو بڑی ہو کر یہی بچی ہوگی جو آپ کے دکھ بانٹے گی اور آپ کی خدمت میں پوری زندگی گزار دے گی۔ اسی طرح بچی کے اندر شخصیت کی عظمت کو پیدا کریں اور بچی کے دل میں اللہ رب العزت کی محبت پیدا کریں۔ جب کھانا ضائع ہو گیا تو اللہ کا تصور ڈالیے کہ اللہ کو ایسا ہی منظور تھا اور ساتھ یہ بھی کہیں کہ بیٹی اللہ کے سامنے استغفار کر لو۔ اللہ نے ہمیں

ایک نعمت دی تھی مگر ہم سے ضائع ہو گی۔ آئندہ وہ ہمیں نعمتوں سے محروم نہ کر دے۔ جب آپ بچی کو اس بہانے سے اللہ کی نعمتوں کی طرف توجہ دلائیں گی تو بے اختیار اس کے دل میں ایمان مضبوط ہوگا۔

حکما بات کہنے کی بجائے کسی تدبیر سے بات منوائیں

ایک اور نقطہ بھی ذہن میں رکھئے کہ بچوں سے بات منوانے کا گر ڈھونڈیں اور کھلم کھلا بچوں کو آرڈر نہ دیا کریں کہ میں آرڈر دے رہی ہوں تم ایسے کرو۔ اگر بچے نے نہ کیا تو وہ آپ کی وجہ سے گناہگار بنے گا۔ ہمارے بزرگوں کا طریقہ تھا کہ وہ بچوں کو بات بھی کہتے تھے مگر پیار کے انداز میں کہ بیٹا! اگر تم ایسا کر دو تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ بیٹا! اگر آپ ایسا کر دو تو میں بڑی دعائیں دوں گی۔ جب آپ اس طرح سے بات کریں گی، اگر بچے نے بات مان لی تو واقعی اس کو دعائیں مل جائیں گی اور نہ بھی مانی تو کم از کم وہ گناہ کا مرتکب تو نہیں ہوگا۔ اس پر نہ ماننے کی وجہ سے نحوست تو نہیں پڑے گی۔ بچپن کی لا ابالی عمر ہے، اس کو بھی پوری طرح پتہ نہیں کہ بات نہ ماننے کی کیا کیا نحوستیں ہوتی ہیں۔ اس لئے بچوں کو ان نحوستوں سے بچانے کے لئے کبھی Direct order pass نہ کیجئے۔ مشورۃً بات کیا کریں کہ میرا بیٹے اگر آپ گلاس بھر لاؤ تو کتنا اچھا کام ہوتا ہے۔ تو مشورہ کے انداز میں بچے کو کام کہیں تا کہ بچہ اس کو کرے تو اس کو اجر مل جائے اور اگر خدانخواستہ نہ بھی کرے تو نہ ماننے کی نافرمانی کا داغ اس کے دل پر نہ لگنے پائے۔ ماں تو بڑی رحیم و کریم ہوتی ہے کبھی بھی بچے کے دل کی ظلمت کو پسند نہیں کرتی۔ جو ماں اپنے بیٹے کے جوتے کی نوک کو بھی چمکا کے رکھتی ہے اگر برش نہیں ملتا اپنے دوپٹے سے صاف کر دیتی ہے وہ اپنے بیٹے کے دل کی ظلمت کو کیسے پسند کر سکتی ہے مگر اسے پتہ نہیں ہوتا کہ اس نے تربیت کیسے کرنی ہے۔ اس لئے اس بات کا بھی خاص خیال رکھئے۔

بچے کو نہ غلام بنائیں اور نہ سیٹھ

بچے کو نہ تو آپ غلام بنائیں اور نہ ہی سیٹھ بنائیں۔ کئی مائیں بچے کو اتنا مٹا دیتی ہیں کہ بچے کی شخصیت ہی نہیں ابھرتی اور کئی ان کو شروع ہی سے سیٹھ اور بادشاد بنادیتی ہیں کہ بچوں کے پھر قدم زمین پر ہی نہیں لگتے اور وہ ہواؤں میں ہی اڑتے رہتے ہیں۔ تو بچے کو اس طرح Exthereoms کے اوپر لے جا کر بگاڑنے کی کوشش نہ کریں۔ یاد رکھیں کہ بچہ تو پگھلی ہوئی دھات کی طرح ہوتا ہے کہ اس کو جس سانچے کے اندر آپ ڈھال دیں گی یہ بچہ اسی سانچے کی شکل اختیار کر لے گا۔ تو بچوں کو ابتداء میں سمجھانا اور بچوں کو اچھا انسان بنانا ماں کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

بچوں کی اصلاح کیسے؟ چند تجربات کا نچوڑ

ایک آپ کو نقطے کی بات بتا دیں جو تجربے کے بعد پائی اور جس کا بہت بڑا فائدہ دیکھا۔ آپ اس کو آزما کر دیکھئے آپ خود اس کا فائدہ محسوس کریں گی۔ جب بچے مدرسے یا سکول جانے کی عمر کے ہو جائیں چھوٹے ہوں یا بڑے، جب بھی وہ واپس آئیں اور جب دروازے سے آئیں یہ بڑا Precious moment ہوتا ہے، بڑا خاص لمحہ ہوتا ہے۔ ماں کبھی بچے کو Unattended لاپرواہی سے گھر میں ایسے ہی داخل نہ ہونے دے بلکہ جب بھی بچے آئیں ان کو تلقین کریں کہ بیٹا جب بھی گھر میں آنا ہے میں جہاں بھی ہوں، آپ نے آکر مجھے سلام کرنا ہے، اس سلام کی خوب تاکید کریں۔ آپ کسی کمرے میں بیٹھی ہیں، کہیں کچن میں ہیں، بچہ جب بھی گھر میں آئے ہمیشہ ماں کے پاس آئے اور آکر اپنی امی کو سلام کرے۔ اگر بچہ سلام نہیں کرتا، سلام کی عادت ڈلوائیں، کہلوائیں اور اگر بھول گیا تو بچے کو باہر بھیجیں کہ بیٹا دروازے سے باہر جاؤ اور پھر گھر میں داخل ہو کر آؤ اور اپنی امی

کو سلام کہو، یہ نبی ﷺ کی سنت ہے تمہیں اجر ملے گا۔ بچہ جب بار بار سلام کرے گا تو اس کے اندر یہ سنت زندہ ہو جائیگی۔ جب بچہ سکول سے آکر آپ کو سلام کرے تو آپ بھی ہمیشہ اس کے سلام کا جواب دیں اور جواب دینے کے بعد اس سے ضرور پوچھیں کہ بیٹے آپ نے سکول میں وقت کیسے گزارا۔ تین چار منٹ اس موقع پر اس بچے کو دے دیں۔ پیار بھرے چھوٹے چھوٹے سوالات کریں، ایک تو پوچھیں کہ بیٹا! آج سکول میں کیسی گزری؟ بچہ آپ کو تھوڑی سی دیر میں سب کچھ بتا دے گا۔ استاد نے یہ کہا، جو بھی اہم باتیں ہوں گی، Silent فیچر ہوں گے جو اس کلام کے وہ سب کچھ بتا دے گا...... مجھے آج انعام ملا...... مجھے آج مار پڑی......
استاد نے یہ کہا...... میرے دوست نے یہ کہا۔ جب اس نے سب باتیں بتا دیں تو جو اچھی باتیں ہیں، ان پر بچے کو شاباش دیں، جو بری باتیں سمجھیں ان پر وہیں بچے کو تلقین کر دیں کہ بیٹا آپ کے دوست نے آپ کو صحیح بات نہیں بتائی۔ یہ ایسے نہیں ایسے ہے۔ تو گویا اس نے آٹھ گھنٹے کے اندر جو کچھ سیکھا، اس میں جو اچھی بات تھی آپ نے اس کو اس کے دل میں پکا کر دیا اور جو غلط باتیں تھیں آپ نے ان کو فلٹر کر دیا۔ آپ کے یہ آٹھ منٹ آٹھ گھنٹے پر بھاری ہوں گے۔ اگر آپ نے بچے سے کچھ نہیں پوچھا تو جو اس نے کلاس میں سنا، اچھا سنا، برا سنا تمام قسم کے تصورات اس کے دل میں پکے ہو جائیں گے۔ اپنے دوستوں سے سنی ہوئی باتیں [illegible] اپنے ذہن میں پکی کرے گا۔ اس لئے یہ چند منٹ آپ کے لئے بہت اہم ہوتے ہیں۔ جب بھی کوئی بچہ آئے گھر میں آکر آپ کو سلام کرے۔ سلام کے بعد آپ اس سے ضرور پوچھیں کہ بیٹا سکول میں آج آپ نے دن کیسے گزارا۔ بیٹی تم نے سکول میں آج دن کیسے گزارا۔ وہ آپ کو چند منٹ میں بتا دے گی کہ امی یہ ہوا۔ آپ سن لیں، اچھی باتوں کی تصدیق کر دیں اور بری باتوں سے منع کر دیں کہ بیٹا یہ اچھی باتیں

نہیں ہوتیں، آپ کی دوست نے یہ بات اچھی نہیں کی، بیٹا یہ ایسے بات نہیں کرتے۔ چند منٹ لگتے ہیں لیکن ان چند منٹ میں آپ نے اپنے بچے کو برے اثرات سے بچالیا اور نیکی کے اوپر جمادیا۔

جب آپ ایسا کرلیں تو پھر اس کے بعد آپ اس بچے کو اپنے پاس بلالیں بچہ جب آپ کے قریب آئے تو اس کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھیں۔ یہ سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنا بچے کو ساری زندگی اس کی لس محسوس ہوگا پھر بچے کے ماتھے کا یا رخسار کا بوسہ لیں کہ بیٹا آپ نے اچھا دن گزارا۔ آپ نے جب یہ ایک عادت بنالی کہ بچہ آپ کو آکر سلام کرے گا تو پہلے آپ اس کی کارگزاری پوچھیں گی، پھر اچھی باتوں کی تصدیق کردیں گی، بری باتوں کو فلٹر کردیں گی، پھر اس کو اپنے پاس بلا کر اس کے سر پر محبت کا ہاتھ رکھیں گی تو یہ سایہ ہی تو ہوتا ہے جو بچے کو یقین دلاتا ہے کہ تمہارے سر پر ماں باپ کی شفقتیں موجود ہیں۔ اس وقت آپ کا بچے کے سر پر ہاتھ رکھ دینا بچے کے اوپر رحمت کے سائے کی مانند ہوتا ہے۔ بچہ Protected feel (احساس تحفظ) کرتا ہے، Alighted feel (ہلکا پھلکا محسوس) کرتا ہے، اپنے دل کے اندر خوشی محسوس کرتا ہے کہ میرے سر پر کوئی ہے۔ چنانچہ سر پر دست شفقت رکھیں، بچے کو بوسہ دیں اور بوسہ دینے کے بعد آپ نے پہلے سے کوئی آئسکریم، مشروب یا کوئی میٹھی چیز جو بچہ پسند کرتا ہے، اس کو فریج میں ضرور تیار کر کے رکھیں اور پھر اٹھا کر بچے کو دیں، لو بیٹا یہ میں نے آپ کے لئے رکھا تھا، کھالو۔ ایسے وقت میں جب بچہ بھوکا پیاسا سکول سے آیا ہے آپ اس کی مرغوب چیز تھوڑی سی اسے کھانے کو دیتی ہیں تو آپ اپنے بچے کا دل موہ لیتی ہیں۔ آپ سمجھ ہی نہیں سکتیں کہ بچہ اس وقت آپ سے کتنی محبت کرنے لگ جاتا ہے تو بچے نے آٹھ گھنٹے سکول میں لگائے اور آپ نے آٹھ منٹ لگا کر اس بچے کی تربیت ایسی کردی کہ بچے

کے دل میں آپ کی محبت بیٹھ گئی۔ اچھی باتیں آ گئیں۔ بری باتیں اس کے ذہن سے ختم ہو گئیں۔ اب اس بچے نے جو دن بھی گزارا تھا وہ اس کے لئے خیر کا دن بن گیا۔ باقی وقت تو اس نے آپ کی نظروں میں گزارنا ہے اس لئے آپ کے چند بچے ہوں یا دو بچے ہوں یا ایک بچہ ہو، جتنے بچے بھی ہوں جب بھی گھر آئیں باری باری سب کو ایسا کریں، سب کو انفرادی توجہ دیں، یہ نہ ہو کہ بچے کو پیار کریں اور بیٹی کو کہیں کہ جا کر خود چیز اٹھا کر کھالو۔ ہرگز نہیں، یہ تھوڑی سی ڈیوٹی ہے، اسے اپنا فرض منصبی سمجھیں۔ اسے اپنے فرائض میں شامل کر لیں کہ یہ ماں کا فریضہ ہوتا ہے۔

بچے میں اچھی عادات پیدا کرنے کا حیرت انگیز نسخہ

بچہ کئی گھنٹے باہر گزار کر آیا۔ اب آپ نے اس بچے کو اس موقع پر ایسی محبت دینی ہے کہ بچے کے اندر اچھی عادتیں جم جائیں اور بری عادتیں اس سے دور ہو جائیں۔ اس لئے جب بچے سکول سے آتے ہیں، اس وقت کی یہ چند منٹ کی ڈیوٹی جس عورت نے پکی ادا کر دی اس کے بچے ساری زندگی نیک بنیں گے، مؤدب بنیں گے اور ماں کے ساتھ محبت کرنے والے بنیں گے۔ بچے کبھی نہیں بھول سکتے کہ جب ہم سکول سے آتے تھے امی ہمیں کتنا پیار دیتی تھیں، جب آپ بوڑھی ہو جائیں گی بچے جوان ہو جائیں گے تو پھر بچے آپ کی خوشی کا خیال رکھیں گے جتنا آپ نے ان کا خیال رکھا۔ لہٰذا یوں سمجھ لیجئے کہ میں نے آپ کو ایک تحفہ دے دیا آپ اس پر عمل کر لیجئے اور پھر اس کے اثرات بچوں میں خود دیکھیں گی۔ آپ کے دل سے دعائیں نکلیں گی کہ رب کریم بچوں کی اچھی تربیت فرما دے۔

نبی ﷺ کی سنت مطہرہ

حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں۔ امام حسنؓ تشریف لائے، نبی ﷺ کے

نواسے فاطمۃ الزہراؓ کے بڑے بیٹے۔ بچے تھے، نبی ﷺ کی خدمت میں آئے۔ آپ ﷺ نے ان کا بوسہ لیا پیار کیا، جب آپ ﷺ نے پیار کیا تو اس وقت ایک صحابیؓ بیٹھے تھے اقرع ابن حابس تمیمی بنو تمیم کے آدمی تھے وہ دیکھ کر حیران ہو گئے۔ کہنے لگے! اے اللہ کے نبی ﷺ میرے تو دس بچے ہیں اور میں نے کبھی کسی کو اس طرح پیار نہیں کیا، نبی ﷺ نے فرمایا (من لا یرحم لا یرحم) جو آدمی رحم نہیں کرتا اللہ اس پر رحم نہیں فرماتے۔ ایک اور مرتبہ ایسا ہوا، ایک اعرابی نے دیکھا، کہنے لگا، اے اللہ کے نبی ﷺ! میں تو بچوں کو ایسے پیار نہیں کرتا جیسے آپ ﷺ کرتے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا، اگر تیرے دل سے اللہ نے رحمت کو نکال لیا اور تجھے اس سے محروم کر دیا تو کوئی کیا کرے؟ تو معلوم ہوا کہ بچوں سے پیار کرنا انسانی فطرت ہے تو بچوں کو پیار دیا کریں۔

بچوں سے محبت پر جنت کی بشارت

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک مرتبہ ایک ماں آئی۔ اس کے ساتھ دو بیٹے تھے۔ ان کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تین کھجوریں کھانے کو دیں ماں نے کیا کیا، ایک کھجور ایک بیٹے کو دے دی دوسری دوسرے بیٹے کو دے دی اور اپنی کھجور خود کھانے کی بجائے ہاتھ میں پکڑ لی۔ جب دونوں بچوں نے اپنی اپنی کھجوریں کھالیں تو پھر تیسری کھجور کو للچائی نظروں سے دیکھنے لگے تو ماں نے اس کھجور کے دو ٹکڑے کر لئے آدھا ٹکڑا ایک کو دیا اور آدھا ٹکڑا دوسرے کو دے دیا۔ بچوں نے اس کو بھی کھالیا اور خوش ہو گئے تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بڑی حیران ہوئیں۔ جب نبی ﷺ تشریف لائے تو عائشہ صدیقہؓ نے یہ پورا واقعہ نبی ﷺ کو سنایا کہ ماں کی محبت دیکھئے۔ اس نے خود نہیں کھایا اپنا حصہ بھی بچوں میں تقسیم کر

دیا۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے اس عورت پر جنت کو واجب کر دیا۔ سبحان اللہ، تو ماں جب بچوں کو اس طرح محبت دیتی ہے اس کے بدلے اللہ اس ماں کو جنت عطا فرما دیتے ہیں...... یہ تو جنت کے سودے ہیں۔ اس لئے چاہئے کہ ماں اپنے بچوں کے ساتھ محبت کا معاملہ رکھے۔ یاد رکھئے حدیث پاک میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نرمی پر وہ رحمتیں نازل فرما دیتے ہیں جو سختی پر نہیں نازل فرمایا کرتے۔ اس لئے بچے کی تربیت کرتے ہوئے ان باتوں کا خیال رکھئے۔

بچے کو توحید سکھایئے

ایک اور بڑا اہم نقطہ ہے کہ بچے کے دل میں بچپن سے ہی ایمان کو مضبوط کیجئے، توحید کا تصور مضبوط کر دیجئے۔ بچے کے دل میں اللہ سے توکل پیدا کر دیجئے۔ یہ ماں کے اختیار میں ہوتا ہے کہ وہ ایسی تربیت کرے کہ بچے کے دل میں ڈر بھی اللہ رب العزت کا ہو، امیدیں ہوں تو اللہ سے ہوں، محبت ہو تو اللہ کی ہو...... توحید اس کے ذہن میں رچ بس جائے اور وہ انسان، وہ بچہ اللہ سے والہانہ محبت کرنے والا بن جائے۔ ہمارے پہلے وقت کی اچھی مائیں ان باتوں کا بہت زیادہ خیال رکھتی تھیں۔

خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کی والدہ کی تربیت

انڈیا میں ایک بزرگ گزرے ہیں جو مغل بادشاہوں کے پیر کہلاتے ہیں۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ، قطب مینار کے پاس ہی ان کی قبر ہے جہاں یہ لیٹے ہوئے آرام فرما رہے ہیں۔ جب ان کی پیدائش ہوئی، ذرا سمجھ بوجھ والے ہو گئے، ماں باپ بیٹھ کر سوچنے لگے کہ ہم بچے کی کس طرح اچھی تربیت کریں کہ ہمارا بچہ اللہ رب العزت سے محبت کرنے والا بن جائے۔ دونوں آپس

میں Discuss (غور) کرتے رہے، لیکن وہ لوگ جو بات سوچ لیتے تھے اسے اسی وقت عمل میں لے آیا کرتے تھے۔

بیوی کہنے لگی کہ میرے ذہن میں ایک بات ہے میں کل سے اس پر عمل کروں گی جس کی وجہ سے میرا بیٹا اللہ سے محبت کرنے والا بن جائے گا۔ خاوند نے کہا، بہت اچھا۔ چنانچہ اگلے دن جب بیٹا مدرسے میں گیا تو پیچھے ماں نے ان کی روٹی بنا دی اور Closet (تھیلی) کے اندر کہیں چھپا دی۔ جب بچہ آیا تو کہنے لگا، امی! مجھے بھوک لگی ہے، مجھے روٹی دیں۔ ماں نے کہا کہ بیٹا روٹی ہمیں بھی اللہ تعالیٰ دیتے ہیں آپ کو بھی اللہ تعالیٰ دیں گے، آپ اللہ تعالیٰ سے مانگ لیجیے۔ بیٹے نے مصلیٰ بچھایا، دونوں ہاتھ اٹھا لیے اور دعا مانگنے لگا، اے اللہ! میں ابھی مدرسہ سے آیا ہوں، تھکا ہوا ہوں اور مجھے بھوک لگی ہوئی ہے اور پیاس بھی لگی ہوئی ہے، اللہ! مجھے روٹی بھی دے دیجئے اور پانی بھی دے دیجئے۔ اے اللہ! مجھے جلدی سے دے دیجئے۔ یہ دعا مانگنے کے بعد بیٹے نے پوچھا کہ امی اب میں کیا کروں؟ تو ماں نے کہا کہ بیٹے اللہ نے تیرا رزق بھیج دیا ہوگا تو کمرے کے اندر تلاش کر تجھے مل جائے گا۔ چنانچہ بچہ مصلے سے اٹھ کر کمرے میں آیا، ادھر ادھر دیکھا، کچھ ماں نے گائیڈ کیا، چنانچہ جب اس نے Closet کھول کر دیکھا، اس میں گرم گرم کھانا پکا ہوا پڑا تھا۔ وہ بڑا خوش ہو گیا پھر کھانا کھاتے ہوئے پوچھنے لگا، امی! روز اللہ تعالیٰ دیتے ہیں۔ ماں نے کہا، ہاں بیٹے! روز اللہ تعالیٰ ہی دیتے ہیں، اب یہ روز کی عادت بن گئی۔ بچہ مدرسہ سے آتا اور آکر مصلے پر بیٹھ کر دعا مانگتا۔ ماں نے کھانا تیار رکھا ہوتا وہ کھانا بچے کو مل جاتا اور بچہ کھانا کھا لیتا۔ جب کئی دن گزر گئے، ماں نے محسوس کرنا شروع کر دیا کہ بچہ اللہ تعالیٰ کے متعلق سوال پوچھنے لگا امی! ساری مخلوق کو اللہ تعالیٰ کھانا دیتے ہیں، امی اللہ تعالیٰ کتنے اچھے ہیں، امی اللہ تعالیٰ ہر روز کھانا دیتے

ہیں۔ اللہ رب العزت سے محبت خوب بیٹھنے لگ گئی، ماں بھی بڑی خوش تھی کہ بچے
کی تربیت اچھی ہو رہی ہے تو یہ سلسلہ کئی مہینے ایسے ہی چلتا رہا۔

ایک دن ایسا آیا کہ ماں کو کسی تقریب میں رشتے داروں کے گھر جانا پڑا۔
بیچاری وقت کا خیال نہ رکھ سکی، جب اسے یاد آیا کہ یہ وقت تو بچے کے واپس آنے کا
ہو چکا تھا تو ماں گھبرائی کہ میرا بیٹا سکول سے واپس گھر آ گیا ہو گا اگر اس کو کھانا نہ ملا!
تو میری ساری محنت ضائع ہو جائے گی۔ اب آنکھوں میں سے آنسو آ گئے۔ برقعہ
پہنا، قدم تیزی سے اٹھا رہی ہے، آنکھوں سے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے ہیں، اللہ سے
فریادیں کرتی جا رہی ہے میرے مولا! میں نے ایک چھوٹی سی ترکیب بنائی تھی کہ
میرے بیٹے کے دل میں تیری محبت بیٹھ جائے۔ اللہ مجھ سے غلطی ہوئی، میں وقت کا
خیال نہ رکھ سکی، کھانا پکا کر نہیں رکھ آئی۔ اللہ! میرے بیٹے کا یقین نہ ٹوٹے، اللہ
میری محنت ضائع نہ کر دینا، روتی ہوئی ماں بالآخر جب گھر پہنچی تو کیا دیکھتی ہے کہ
بچہ بستر کے اوپر آرام کی نیند سویا ہوا ہے، ماں نے غنیمت سمجھا اور جلدی سے کچن
میں جا کر کھانا بنا دیا اور پھر اسے کمرے میں چھپا دیا۔ پھر اپنے بیٹے کے پاس آئی،
آ کر اس کے رخسار کا بوسہ لیا، بچہ جاگ گیا، ماں نے سینے سے لگا لیا، میرے بیٹے
تمہیں آئے ہوئے دیر ہو گئی۔ تمہیں بہت بھوک لگی ہو گی، بہت پیاس لگی ہوئی۔
بیٹا! اٹھو اللہ سے رزق مانگ لو۔ بیٹا ہشاش بشاش اٹھ کر بیٹھ گیا، امی مجھے بھوک نہیں
لگی، پیاس نہیں لگی۔ ماں نے پوچھا، بیٹا! کیوں؟ بیٹا کہنے لگا، امی جب میں
مدرسے سے گھر آیا تھا، میں نے مصلیٰ بچھایا اور ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا مانگی، اللہ میں
بھوکا ہوں، پیاسا ہوں، مجھے کھانا دے دیجئے اور اللہ! آج تو امی بھی گھر پر نہیں
ہیں۔ امی! میں نے یہ دعا مانگ کر کمرے میں جا کر دیکھا تو امی! مجھے کمرے میں
ایک روٹی پڑی ہوئی ملی۔ میں نے اسے کھا لیا لیکن امی جو مزہ مجھے اس روٹی میں آیا

وہ مزہ مجھے پہلے کبھی نہیں آیا۔ ماں نے بچے کو سینے سے لگایا، اللہ کا شکر ادا کیا کہ اللہ! تو نے میری لاج رکھ لی۔ اس لئے ان کا نام کاکی پڑ گیا۔ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ۔ یہ بچہ بڑا ہو کر اتنا بڑا شیخ بن گیا کہ وقت کے بڑے بڑے مغل بادشاہ ان کے مرید بنے۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ ان سے بیعت ہوئے اور ان کے ہاتھوں پر توبہ تائب ہوئے۔ سبحان اللہ، جب بچے کی ماں یوں تربیت کرتی ہے تو اللہ رب العزت بھی اس بچے کو روشنی کا مینار بنا دیا کرتے ہیں۔ تو آپ بھی بچوں کو بچپن سے ہی اولیاء اللہ والی صفات سکھائیں تاکہ بچے بچپن سے ہی ان صفات کو اپنے اندر پیدا کر لیں۔

بچوں کو اللہ والوں کے واقعات سنائیں

حدیث پاک میں آتا ہے کہ اپنے بچوں کو تین چیزیں سکھاؤ۔ اللہ رب العزت سے محبت سکھاؤ، نبی ﷺ کی محبت سکھاؤ، اہل بیت کی محبت سکھاؤ، قرآن کی محبت سکھاؤ۔ اب ان کی محبت سکھانا، یہ تو ماں کے بس میں ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کی محبت سے متعلقہ واقعات سنائیں، نبی ﷺ کی نسبت سے متعلقہ واقعات سنائیں، قرآن پاک کی محبت سے متعلق واقعات سنائیں۔ قصص القرآن کتاب میں اچھے اچھے واقعات ہیں جب بچوں کو کچھ واقعات سنانے ہیں تو بچوں کو سونے سے پہلے قرآن کے متعلق واقعات سنائیں تاکہ بچے جب بڑے ہو کر قرآن پڑھیں گے، وہ واقعات ان کے دل میں پہلے سے موجود ہوں گے۔ تو بچوں کو اچھی اچھی باتیں سنائیے، صحابہ کرامؓ کے احوال سنائیے، اولیاء کرامؒ کے احوال سنائیے تاکہ بچوں کے اندر نیکی کا شوق پیدا ہو اور بچے نیک بن کر زندگی گزارنے کا ارادہ کر لیں۔

بچوں کا جذبۂ تجسس

ایک اور بات بہت اہم ہے کہ بچوں کی عمر ایسی ہوتی ہے کہ انہوں نے گردو پیش کو دیکھ کر سیکھنا ہوتا۔ بچوں میں تجسس اور کچھ سیکھنے کا جذبہ اپنے عروج پر ہوتا ہے۔ اس لئے آپ دیکھیں گی کہ بچہ جب بھی کسی چیز کو ہاتھ میں پکڑتا ہے تھوڑی دیر ہاتھ میں لیتا ہے۔ کس لئے؟..... ہاتھ میں لے کر وہ دیکھتا ہے یہ چیز سخت ہے یا نرم ہے۔ جب ہاتھ لگا کر اس کو پتہ چل گیا کہ یہ نرم ہے یا سخت، اس کے بعد وہ بچہ اس چیز کو منہ میں ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیوں ڈالتا ہے؟ وہ اس کا ذائقہ چکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اس نرمی یا سختی کو دیکھ کر وہ ہر چیز کو پہچانتا ہے کہ یہ چیز کیسی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے فطری طور پر بچے کے اندر سیکھنے کا جذبہ رکھ دیا ہے۔ اسی لئے بچہ شیشے کی چیز پہلے اٹھاتا ہے، اسے ہاتھ لگاتا ہے پھر اسے منہ میں لے جاتا ہے، منہ میں اس لئے لے جاتا ہے تاکہ پتہ چلے کہ اس کا ذائقہ کیسا ہے۔ پھر اسے زمین پہ پھینکے گا تاکہ پتہ چلے کہ اس کی آواز کیسی آتی ہے؟ اب شیشے کی ٹوٹنے والی چیزوں کو بچانا یہ ماں کی ذمہ داری ہے۔ بچے نے توڑ دیا تو اس کی پٹائی نہ کریں یہ بچے کا فطری عمل تھا جو بچے نے کیا، قصور ماں کا تھا اور مار بچے کو پڑ رہی ہوتی ہے۔ یہ تو شیشے کی چیزوں توڑ دیتا ہے بچے نے تو توڑنی ہیں بچے کو کیا پتہ کہ یہ ٹوٹ جائے گی۔ اس نے تو اپنی دانست میں صرف یہ دیکھا کہ اس کی آواز کیسے آتی ہے۔ چھناکے کی آواز آئی بچہ خوش ہو گیا۔

بچوں کے سوالات سے مت گھبرائیے

جب بچے ذرا اور بڑے ہوتے ہیں وہ چیزوں کو نہیں توڑتے، پھر وہ ماں باپ سے سوال پوچھنا شروع کر دیتے ہیں، کئی بچے تھوڑے سوال پوچھتے ہیں، کئی زیادہ

سوال پوچھتے ہیں۔ جو بچے زیادہ سوال پوچھتے ہیں اس کا مطلب ہوتا ہے کہ زیادہ ذہین بچے ہوتے ہیں۔ سوال کا جواب دینے سے مت گھبرایا کریں، بچے کو مطمئن کرنے کی کوشش کریں، کئی مرتبہ بچہ مطمئن نہیں ہوتا۔ ماں کے جواب سے کوئی Counter question کر دیتا ہے۔ ماں دھمکا دیتی ہے کیا ہر وقت تم سوال پوچھتے رہتے ہو۔ چپ کرو، خبردار جواب بولے۔ اگر آپ نے اب دھمکا کر چپ کروا دیا تو بچہ چپ تو ہو جائے گا مگر اس کے ذہن سے سوال تو نہیں نکلے گا، وہ تنہائی میں بیٹھ کر سوچتا رہے گا۔ آپ نے شیطان کو موقع دے دیا وہ اسی سوال کو بہانہ بنا کر سوچے گا میری امی کو کچھ پتہ نہیں، میری امی کو نہ دین کا پتہ ہے نہ دنیا کا پتہ ہے، وہ ماں کے خلاف بیٹھ کر سوچے گا۔ آپ نے ڈانٹ پلائی، اس کا اثر بچے کے دل پر ہوا، وہ تنہائی میں جا کر ماں کے خلاف سوچنا شروع کر دے گا۔ اور اگر باپ نے ایسا کیا اور باپوں کی تو عادت ہی ایسی ہوتی ہے کہ ایک آدھ بات کا جواب دیتے ہیں اور اگر دوسری بات کر دی تو کہتا ہے بڑا فلاسفر بنتا ہے چل دفعہ ہو جا۔ اگر ایسی بات کر دی تو اس نے بچے کے دل میں اپنی دشمنی کا بیج بو دیا۔ ماں باپ کو چاہیے کہ ایسے بیج نہ بویا کریں۔ اگر بیج بوئیں گے تو کل ان کو کاٹنے پڑیں گے یہ کانٹے دار درخت جب ان کے اندر پیدا ہوں گے تو کل ماں باپ کے ساتھ ان کا رویہ بھی ایسا ہی ہوگا۔ اس لئے بچے چاہے جتنے مرضی سوال پوچھیں، تحمل مزاجی کے ساتھ بچے کو مختصر جواب بتاتی رہیں حتیٰ کہ بچہ مطمئن ہو جائے۔

فطرت نے اس کے اندر ایسی طلب رکھی ہوتی ہے کہ وہ ہر چیز کے بارے میں پوچھتا ہے اس لئے اس کو فطرت کا ایک عمل سمجھتے ہوئے بچے کی باتوں کا آرام سے جواب دیں اور اگر کوئی بات آپ محسوس کریں کہ بچہ مطمئن نہیں ہوا تو اپنے میاں سے Discuss کریں، صحیح جواب نہ ملے تو کسی بڑی عمر کی عورت یا مرد سے

Discuss کریں، شیخ سے Discuss کریں، کسی عالم سے اس کا جواب پچھوائیں اور جب اس کا صحیح جواب مل جائے پھر اپنے بچے کو بیٹھ کر بتائیں۔ بیٹے آپ نے مجھ سے سوال پوچھا تھا، اس وقت تو میں اس کا جواب نہ دے سکی، اس کا اصل میں یہ جواب ہے۔ جب آپ بچے کو مطمئن کر دیں گی تو بچہ سمجھے گا کہ جو میری امی کہتی ہے بس مجھے اس بات کو مان لینا ہے۔ اس طرح بچے اپنے ماں باپ کے بہت فرمانبردار ہو جاتے ہیں۔ ان کے ذہن میں بات بیٹھتی ہے کہ ماں جو کہتی ہے، وہ سوچی سمجھی بات ہوتی ہے اور میرا کام تو اس پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ کئی مرتبہ ایسے بھی ہوتا ہے کہ کچھ بچے قدرتی طور پر کند ذہن ہوتے ہیں، کند ذہن سے کیا مراد؟ کچھ تو ہوتے ہی Extraordinary (غیر معمولی) ذہن کے ہیں اور کچھ بچے ایسے ہوتے ہیں جن کی ذہنی صلاحیتیں کھلنے میں دیر لگتی ہے۔ شروع میں ان کے اوپر غبوبیت ہوتی ہے، وہ غبی سے ہوتے ہیں، بچے کو سمجھایا جائے وہ سمجھتے نہیں۔ بس لا ابالی سی عمر کھیلنے کی۔ بچہ اگر کند ذہنی کا اظہار کرے تو اس سے گھبرائیں نہیں، کوئی بات نہیں، تھوڑا سا بڑا ہو کر بچے کی ذہنی صلاحیتیں کھل سکتی ہیں۔

آئن سٹائن سائنسدان کیسے بنا

چنانچہ سائنس کی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ آئن سٹائن جو دنیا کا اتنا بڑا سائنس دان تھا، جب یہ چھوٹا بچہ تھا، سکول جاتا تھا، اس کو گنتی بھی پوری نہیں آتی تھی۔ حتیٰ کہ جب یہ کنڈیکٹر کو پیسے دیتا اور وہ اس واپس دیتا تو یہ اکثر اسے کہتا تم نے مجھے پورے پیسے واپس نہیں کیے اور جب وہ اسے حساب سمجھاتا تو پیسے پورے ہوتے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا...... ایک مرتبہ بس کے کنڈیکٹر نے اسے کہہ دیا کہ تو بھی کیسے زندگی گزارے گا تجھے تو حساب بھی نہیں آتا۔ بس اس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ میں نے حساب پڑھنا ہے۔ چنانچہ اس نے حساب پر محنت کرنا شروع کر

دی۔فزکس پر محنت کرنی شروع کردی اور Theory of realitivity کا تصور
پیش کیا اور آج سائنس کی دنیا میں لوگ اس کا ایسا احترام کرتے ہیں جیسے دین کی
دنیا میں پیغمبروں کا احترام کیا جاتا ہے۔اگرچہ مثال ایک کافر بچے کی ہے مگر سوچنے
میں ہمارے لئے ایک اچھی مثال ہے کہ بچے شروع میں کئی دفعہ کند ذہن ہوتے ہیں
مگر یہ مطلب نہیں کہ یہ ساری زندگی کند ذہن ہی رہیں گے۔تو اگر آپ بچے کو سمجھتی
ہیں کہ ذہین ہے تو شروع سے ہی سپیشل ایجوکیشن کا انتظام کرلیں، یاد رکھیں سپیشل
ایجوکیشن کے ذریعے بچوں کو اچھی تعلیم دی جاسکتی ہے۔ہم نے دنیا میں دیکھا کہ
لوگ اپنے نابینا بچوں کو ایسی تعلیم دیتے ہیں کہ وہ اخبار پڑھ لیتے ہیں، لوگ اپنے
نابینا بچوں کو بہت بڑے بڑے عالم اور حافظ اور قاری بنا لیتے ہیں۔اپنے بچوں کو
تعلیم ہر حال میں دیجئے۔ خدانخواستہ بچہ معذور ہے تو بچے کو
Ignore (نظرانداز) نہ کریں۔آپ کے اوپر فرض ہے کہ اس بچے کو علم سکھائیں،
اگر اس کو علم آگیا تو اب اس کے لئے زندگی میں آسانیاں ہو جائیں گی۔ہم نے
بڑے Handicappe (معذور) قسم کے لوگوں کو دیکھا کہ بڑے بڑے بزنس
مین بنے ہوتے ہیں، وہیل چیئر پر بیٹھے ہوتے ہیں مگر ان کے سامنے لاکھوں
کروڑوں کے فیصلے ہورہے ہوتے ہیں اور وہ نوجوان جو تعلیم یافتہ ہوتے ہیں
Handicapped (معذور) ہونے کے باوجود اتنے بہترین تاجر بنتے ہیں۔
اتنے بہترین انسان بنتے ہیں، اتنے بہترین عالم بن جاتے ہیں تو اس لئے بچہ کسی
حالت میں ہو بچے سے ناامید نہیں ہونا چاہیے۔البتہ محنت ذرا زیادہ کرنی پڑتی
ہے۔مگر تربیت اسی کا نام ہے کہ ماں باپ تربیت اچھی کریں۔والدین نے بچے کی
تربیت اچھی کردی تو اس کے بدلے ان کو جنت ملے گی، نبی ﷺ کا قرب نصیب
ہوگا۔اس لئے اس کو ایک ذمہ داری سمجھ کر پورا کیجئے۔نبی ﷺ بھی بچوں کو سمجھایا

کرتے تھے۔

بچوں کو برے دوستوں سے بچایئے

ایک بات اور ذہن میں رکھیں کہ بچوں کو برے دوستوں سے بچانے کا اہتمام کریں۔ یاد رکھنا کہ بچے اپنے دوستوں سے اتنی گندی باتیں سیکھتے ہیں کہ جن باتوں کا ماں باپ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ اس لئے ماں باپ دونوں کو چاہیے کہ بچے کے دوستوں پر نظر رکھیں۔ کلاس روم میں کن کے پاس اٹھتا بیٹھتا ہے، اس کا بھی ذرا ٹیچر سے پتہ کرتے رہیں اور ٹیچر کو کہیں کہ وہ بھی بچے پر نظر رکھے۔ بچے کے دوست اگر اچھے ہوں گے تو بچے کی بیڑی کنارے لگ جائے گی، کشتی کنارے لگ جائے گی اور اگر دوست برے ہوئے تو بچے کی کشتی کو ڈبو کر رکھ دیں گے۔ دوست ہی بناتے ہیں، دوست ہی بگاڑتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِه ''انسان تو اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔'' اس لئے اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔ بچے ذرا بڑے ہوئے، بیٹی بڑی ہوگئی، اب سوچیں کہ کن لڑکیوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا رکھتی ہے، وہ نمازی ہیں یا نہیں۔ نیک گھروں کی ہیں یا نہیں، پردہ کا خیال رکھنے والی ہیں کہ نہیں، کبیرہ گناہوں کی مرتکب ہونے والی ہیں تو کل کو آپ کی بیٹی بھی انہی جیسی بن جائے گی۔ اس لئے ان پر خاص نگاہ رکھنا ماں باپ کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اولاد کو برے دوستوں سے بچایئے۔ اس لئے پہلے وقت میں مشائخ اپنے بچوں کو نصیحتیں کرتے تھے کہ کس کو دوست بنانا چاہیے اور کس کو دوست نہیں بنانا چاہیے؟

امام باقرؒ کی اپنے بیٹے کو نصیحتیں

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد امام باقر رحمۃ اللہ علیہ

نے پانچ نصیحتیں کیں کہ بیٹا پانچ لوگوں سے دوستی نہ کرنا بلکہ اگر کہیں راستے میں چل رہے ہوں تو ان کے ساتھ مل کر بھی نہ چلنا، وہ اتنے خطرناک ہوتے ہیں۔ میں نے پوچھا، ابو! وہ کون؟ تو انہوں نے فرمایا!

ایک...... جھوٹے سے دوستی نہ کرنا۔ میں نے پوچھا، کیوں؟ وہ فرمانے لگے اس لئے کہ وہ دور کو قریب دکھائے گا اور قریب کو دور دکھائے گا اور تمہیں دھوکے میں رکھے گا۔ میں نے کہا اچھا۔

دوسرا...... فرمانے لگے، تم کسی بخیل سے دوستی نہ کرنا، کنجوس مکھی چوس سے دوستی نہ کرنا۔ میں نے کہا، کیوں؟ فرمانے لگے، وہ تمہیں اس وقت چھوڑ دے گا جب تمہیں اس کی بہت زیادہ ضرورت ہوگی، وہ دھوکہ دے جائے گا اس لئے اس سے بھی دوستی نہ کرنا۔

تیسرا...... فرمانے لگے، فاجر فاسق سے یعنی جو اللہ کے حکموں کو توڑنے والا ہو اس سے بھی دوستی نہ کرنا۔ میں نے پوچھا، کس لئے؟ فرمایا، اس لئے کہ وہ تمہیں ایک روٹی کے بدلے بیچ ڈالے گا بلکہ ایک روٹی سے کم کے بدلے میں بیچ دے گا۔ میں نے پوچھا، ابو! ایک روٹی کے بدلے میں بیچنے کی بات تو سمجھ میں آتی ہے، ایک روٹی سے کم میں کیسے بیچے گا؟ فرمایا، بیٹے! وہ ایک روٹی کی صرف امید پر تمہارا سودا کر دے گا اور تمہیں بھاؤ پتہ بھی نہیں چلنے دے گا۔ یعنی فاسق بندے کا کیا اعتبار ہے جو خدا کے ساتھ وفادار نہیں وہ بندوں کا وفادار کیسے ہو سکتا ہے؟

چوتھا...... فرمایا کہ بیوقوف سے دوستی نہ کرنا میں نے پوچھا کس لئے؟ فرمایا اس لئے کہ وہ تمہیں نفع پہنچانا چاہے گا اور نقصان پہنچا دے گا۔

پانچواں...... فرمایا! قطع رحمی کرنے والے، رشتے ناطے توڑنے والے بے وفا انسان کے ساتھ دوستی نہ کرنا کہ بے وفا بالآخر بے وفا ہوتا ہے۔ تو پہلے وقت میں

والدین اپنے بچوں کو نصیحتیں کیا کرتے تھے۔

بچوں کو سلام اور شکریہ ادا کرنے کی عادت ڈالیں

چھوٹے بچوں کو سلام کرنے کی عادت ڈالیں۔انھیں بتائیں کہ بیٹے دوسروں کو دیکھیں تو سلام کرتے ہیں۔دونوں ہاتھوں سے سلام کرنے کی عادت ڈالیں۔ سلام کے الفاظ بچوں کو سکھائیں۔نبی ﷺ نے فرمایا افشوا السلام بینکم ''تم سلام کو عام کرو'' ایک دوسرے کے درمیان رواج دو۔تو ہمیں چاہیے کہ زیادہ سے زیادہ بچے کو سلام کہنے کی عادت ڈالیں۔اس سے بچے کے دل سے جھجک دور ہو جاتی ہے اور وہ ڈپریشن میں نہیں جاتا، دوسروں کو دیکھ کر خوفزدہ نہیں ہوتا بلکہ اس کو سلام کرنے کی عادت ہوتی ہے۔تو ماں کو چاہیے کہ بچے کو سلام کہنے کا طریقہ سکھائے تاکہ بچے کے دل سے مخلوق کا ڈر دور ہو جائے اور بچے کے اندر جرأت آجائے، وہ بزدلی سے بچ جائے۔اس طرح بچے کو شکریہ کی عادت بچپن سے سکھائیں چھوٹی عمر کا ہے ذرا سمجھ بوجھ رکھنے والا ہو تو اس کو سمجھائیں کہ جب تم سے کوئی نیکی کرے بھلائی کرے، تمہارے کام میں تمہارا تعاون کرے تو بیٹا اس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔چنانچہ اس کو شکریہ کی عادت بچپن سے ڈالیں۔جب وہ انسانوں کا شکر ادا کرے گا تو پھر اس کو اللہ کا شکر ادا کرنے کا سبق بھی مل جائے گا۔ نبی ﷺ نے فرمایا من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ ''جو انسانوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کرتا''۔تو یہ شکریہ کی عادت ہمیں ڈالنی چاہیے۔ عجیب بات ہے ہمیں اس کا اتنا زیادہ حکم دیا گیا مگر آج شاید ہی کوئی ماں ہو جو اپنے بیٹے کو شکریہ کے الفاظ سکھائے۔جزاکم اللہ، جزاک اللہ خیرا یہ الفاظ اپنے بچوں کو سکھائیں تاکہ بچے کو صحیح سنت کے مطابق شکریہ ادا کرنے کے الفاظ آتے ہوں۔ آج یہ عمل ہمارا تھا لیکن غیر مسلموں نے اس کو اپنا لیا۔

بچے کو شکریہ سکھانے کا عجیب واقعہ

یہ عاجز ایک مرتبہ شاید 1997ء کی بات ہے پیرس سے نیویارک کی طرف جا رہا تھا۔ جہاز کے اندر جب ایک سیٹ پر بیٹھا تو قدرتی بات ہے کہ میری ساتھ والی سیٹ پر ایک فرانسیسی لڑکی آ کر بیٹھ گئی۔ جس کے پاس اس کی تین چار سالہ بیٹی تھی۔ اب تین ہی سیٹیں ہوتی ہیں، ایک سیٹ پر ماں تھی، ایک سیٹ پر اس کی بیٹی تھی اور ایک سیٹ پر یہ عاجز بیٹھا تھا۔ یہ عاجز کی عادت ہے کہ جہاز کے دوران کوئی نہ کوئی کتاب ہوتی ہے جس کو پڑھتے رہنے کی وجہ سے ادھر ادھر نگاہیں ہرگز نہیں اٹھتیں اور وقت اچھی طرح کٹ جاتا ہے۔ اس لئے عاجز نے کتاب پڑھنی شروع کی۔ تھوڑی دیر کے بعد ائر ہوسٹس نے کہا کہ کھانا Servet کرنا ہے۔ عاجز نے تو معذرت کر لی کہ پیرس کا کھانا معلوم نہیں کیسا ہوگا۔ اس لئے سفر کے دوران یہ تو اپنا پکا ہوا کھانا ساتھ رکھتا ہے اگر نہ ہو تو پھر برداشت کر لیتا ہے، منزل پر پہنچ کر کھانا کھاتا ہے۔ معذرت کر لی مگر اس لڑکی نے تو کھانا لے لیا۔ اب جب کھانا اس نے لے لیا تو اپنی بیٹی کو بھی کھلانے لگی اور خود بھی کھانے لگی۔ چونکہ وہ ساتھ والی کرسی پر تھی تو انسان نہ بھی متوجہ ہو، اسے اندازہ ہو ہی جاتا ہے کہ ہو کیا رہا ہے۔ چنانچہ میں کتاب پڑھ رہا تھا مگر مجھے اس کے حرکات سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ اس نے اپنی بچی کے منہ میں چاولوں کا ایک لقمہ ڈالا، تو جب لقمہ بچی نے کھا لیا وہ کہنے لگی Say Thank you (کہو شکریہ) چنانچہ اس بچی نے کہا Thank you۔ پھر دوسرا لقمہ ڈالا پھر Thank you کہلوایا۔ ہر ہر لقمہ ڈالنے کے بعد وہ ماں اپنی بچی سے Thank you کا لفظ کہلواتی رہی۔ میرے اندازے کے مطابق اس فرانسیسی لڑکی نے اس کھانے کے دوران 36 مرتبہ اپنی بچی سے Thank you کہلوایا ہوگا۔ اب میں حیران تھا کہ یہ Thank you کی عادت واقعی بچی کی گھٹی میں پڑ جائے

گی اور یہ ساری عمر شکریہ ادا کرنے والی بن جائے گی۔ تو یہ عمل تو مسلمانوں کا تھا مسلمان بیٹیوں نے بھلا دیا اور کافروں کی بیٹیوں نے اسے اپنالیا۔ اس لئے ہمیں چاہیے کہ ہم بچپن سے ہی بچے کو یہ عادات سکھائیں۔ سلام کرنے کی عادت ڈالیں، شکریہ کرنے کی عادت ڈالیں۔ جب ماں نے بچے کو شکریہ کی عادت نہیں ڈالی ہوتی بڑا ہو کر یہ بچہ نہ باپ کا شکریہ ادا کرتا ہے، نہ بہن کا شکریہ ادا کرتا ہے، نہ والدین کا شکریہ ادا کرتا ہے اور کئی تو منحوس ایسے ہوتے ہیں کہ خدا کا شکریہ بھی ادا نہیں کرتے۔ ناشکرے بن جاتے ہیں۔ یہ غلطی کس کی تھی ماں نے ابتداء سے یہ عادت ڈالی ہی نہیں تھی۔ اس لئے جب بھی بچے کو کوئی چیز دیں، بچے کو کوئی چیز کھلائیں، اس کے کپڑے پہنائیں، کپڑے بدلوائیں غرض کوئی بھی بچے کا کام کریں تو بچے کو کہیں کہ بیٹا مجھے جزاک اللہ کہو۔ پھر بچہ آپ کو جزاک اللہ کہے گا تو پتہ ہوگا کہ میں نے شکریہ ادا کرنا ہے۔ یہ ایک اچھی عادت ہوگی جو بچے کے اندر پختہ ہو جائے گی۔

سب سے بڑی بیماری دل آزاری سے بچیئے

ایک بات بچے کو اور سکھائیں کہ بیٹے سب نیکیوں میں سے بڑی نیکی یہ ہے کہ تم نے کسی کو دکھ نہیں دینا، کسی کو تکلیف نہیں دینی۔ بچے چھوٹے ہوتے ہیں، ایک دوسرے سے جلدی جھگڑ پڑتے ہیں، جلد لڑ پڑتے ہیں۔ لیکن جب آپ بچے کو سکھائیں گی کہ بچے تم نے کسی کو تکلیف نہیں دینی، کسی کا دل نہیں دکھانا [illegible] یا کرنے سے بچے کے دل میں اہمیت آئے گی کہ دوسروں کا دل دکھانا اللہ تعالیٰ کو بہت ناپسند ہے۔ یاد رکھنا کہ بیماریوں میں سے سب سے بڑی دل کی بیماری ہے اور روحانیت میں سب سے بڑی بیماری دل آزاری ہے۔ بعض اوقات ایسی باتیں کر دیتے ہیں کہ دوسرا تنہائیوں میں جا جا کر روتا ہے۔ دوسرے کے دل کو دکھانا آج سب سے آسان کام بن گیا حالانکہ اللہ کے ہاں سب سے زیادہ بڑا گناہ یہی ہے کہ کسی

بندے کے دل کو دکھا دیا جائے۔ کہنے والے نے کہا

مسجد ڈھا دے مندر ڈھا دے ڈھا دے جو کچھ ڈھینڈا

پر کسے دا دل نہ ڈھاویں رب دلاں وچ رہندا

تو مسجد گرا دے، مندر گرا دے، جو تیرے دل میں آتا ہے گرا دے لیکن کسی کا دل نہ گرانا اس لئے کہ دل میں تو اللہ تعالیٰ بستے ہیں۔ جب آپ بچے کو یوں سمجھائیں گی کہ دل اللہ کا گھر ہے کسی کا دل نہ توڑنا تو بچے کو احساس ہوگا کہ میں نے اچھے اخلاق اپنانے ہیں۔ دوسرے کے دل کو کبھی صدمہ نہیں دینا۔

بچے کو غلطی پر معافی مانگنے کا احساس دلائیں

اگر بچہ کبھی لڑ پڑے تو آپ دیکھیں کہ غلطی کس کی ہے، اس کو پیار سے سمجھائیں کہ بیٹا ابھی غلطی کی معافی مانگ لو تو قیامت کے دن اللہ رب العزت کے سامنے تمہاری یہ غلطی پیش ہی نہیں ہوگی۔ بچے کو معافی مانگنے کی فضیلت سنائیں۔ معافی مانگنے کا طریقہ بتائیں۔ اس کے ذہن سے شرم ختم کریں۔ وہ بے جھجک ہو کر معافی مانگنے کا عادی بن جائے۔ غلطیاں چھوٹوں سے بھی ہوتی ہیں بڑوں سے بھی ہوتی ہیں۔ بچے کو سمجھائیں کہ بیٹے جب بھی کوئی ایسی غلطی ہو جائے، بندہ وہ کام کر بیٹھے جو نہیں کرنا تھا تو ایسے وقت میں معافی مانگ لینی چاہیے۔ تو بندوں سے بھی معافی مانگے۔ اپنے بہن بھائیوں سے اگر بدتمیزی کرے یا ان کو کوئی دکھ تکلیف دی یا جھگڑا کیا تو وہ ان سے بھی معافی مانگے۔ پھر اس سے کہیں کہ اللہ تعالیٰ سے بھی معافی مانگ لو تا کہ اللہ تعالیٰ بھی آپ سے کہیں ناراض نہ ہوں۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی بات اس کے دل میں ڈالنا کہ نیک کام کرنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں۔ فلاں کام کرنے سے ناراض ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ بچے کے دل میں یہ بات اتر جائے کہ اللہ کی ناراضگی سب سے بری چیز ہوتی ہے۔ یہ بچے کی تربیت

کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے۔ اب اس کا یہ مطلب نہیں کہ بچے کو شروع سے ہی قیدی بنا کر رکھ دیں کہ اس کو کھیلنے کودنے کا موقع ہی نہ دیں۔ بچے کی یہی عمر کھیلنے کودنے کی ہوتی ہے۔ بچے کو جائز طریقہ سے اچھی طرح سے اچھلنے، کودنے، کھیلنے کا موقع دیں۔ بھاگنے دوڑنے کا موقع دیں۔ یہ بچے کی جسمانی نشوونما کے لئے ضروری ہوتا ہے۔

بچوں سے بڑوں جیسی توقع مت رکھئے

بچہ بچہ ہی ہوتا ہے۔ جب تک وہ کھیلے کودے گا نہیں اس کی جسمانی نشوونما کیسے ہوگی۔ اور بچے سے وہی کچھ توقع رکھیں جو بچوں سے رکھ سکتے ہیں۔ بڑوں جیسی توقعات مت رکھیں۔ بچے کچے ہوتے ہیں اس لئے باتیں بھی جلدی بھول جاتے ہیں۔ اس لئے ان کی چھوٹی چھوٹی باتوں سے، معصوم باتوں سے کبھی کبھی درگزر بھی کر دیا کریں۔ انجان بن جایا کریں۔ جیسا کہ آپ نے دیکھا ہی نہیں تو اس طرح بچے کی تربیت اچھی ہو جاتی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ تیرہ سال کی عمر میں انہوں نے دینی علوم کو حاصل کر لیا تھا اور ایک جگہ انہوں نے درس قرآن بھی دینا شروع کر دیا تھا۔ ہے نا عجیب بات۔ ... ہمارے مشائخ نے اسی طرح چھوٹی عمر میں بڑے بڑے کمالات حاصل کر لئے۔ خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے والد مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے بارہ سال کی عمر میں خلافت پالی تھی۔ تو پہلے وقتوں کے حضرات کو بچپن سے نیکی ملتی تھی۔ ماں کی گود سے ان کو اثرات ملتے تھے۔ تو بارہ پندرہ سال کی عمر تک پہنچتے پہنچتے وہ بڑے بڑے علوم حاصل کر لیا کرتے تھے اور بڑے بڑے معارف حاصل کر لیا کرتے تھے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن کی عمر میں

درس قرآن دینا شروع کر دیا۔ ان کے درس قرآن میں کئی بڑے بڑے بوڑھے سفید ریش آ کر بیٹھتے تھے اور ان کے علمی معارف پر مبنی درس کو سنا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ درس تفسیر اور درس قرآن دے رہے تھے کہ دو چڑیاں لڑتے لڑتے ان کے قریب آ گریں۔ جیسے ہی یہ آ کر گریں انہوں نے اپنے سر سے عمامہ اتارا اور دونوں چڑیوں کے اوپر رکھ دیا۔ جب انہوں نے درس کے دوران یہ کیا تو جو بڑے بوڑھے قسم کے لوگ تھے، سنجیدہ عمر کے لوگ تھے انہوں نے اس چیز کو برا محسوس کیا کہ درس قرآن کے دوران آپ نے بچوں والی حرکت کر دی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی آخر عالم بن گئے تھے اور ان کو اللہ نے سمجھ عطا فرما دی تھی چنانچہ یہ بھی سمجھ گئے۔ چنانچہ انہوں نے عمامہ اٹھا کر پھر اپنے سر پر رکھ لیا اور حدیث سنائی کہ نبی ﷺ نے فرمایا الصبی صبی و لو کان ابن نبی ''بچہ بچہ ہی ہوتا ہے اگرچہ کسی نبی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو'' تو حدیث کو سنانے سے جن لوگوں کے دلوں میں کوئی بات وارد ہوئی تھی وہ بات صاف ہو گئی۔ تو بچہ تو بہرحال بچہ ہی ہوتا ہے۔

نبی علیہ السلام کا بچوں سے پیار و محبت

نبی ﷺ بچوں کے ساتھ بڑی محبت و پیار سے پیش آتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں۔ بچپن سے ہی نبی ﷺ کی خدمت میں آتے جاتے تھے۔ خود فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی ﷺ نے مجھے کوئی کام کہا کہ جا کر کر دو، میں گھر سے باہر نکلا اور میں نے راستے میں لڑکوں کو کھیلتے دیکھا تو مجھے کھیل اچھا لگا، میں کھیل دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔ بہت دیر ہو گئی۔ نبی ﷺ میرا انتظار فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ نبی ﷺ بھی گھر سے باہر تشریف لائے۔ مجھے کھڑے دیکھ کر آپ ﷺ میرے پاس

آئے۔ پیار سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا کہ انس! میں نے تجھے جو کام کہا تھا وہ کر آؤ۔ میں نے کہا کہ میں ابھی کر کے آتا ہوں۔ نبی ﷺ نے ڈانٹا نہیں، نبی ﷺ نے مارا نہیں، نبی ﷺ نے ٹوکا نہیں بس اتنی بات دوبارہ یاد کروادی کہ انس میں نے تجھے کام کہا تھا وہ جا کر کر آؤ۔ کہنے لگے کہ میں بھاگ کر گیا اور میں نے وہ کام کر دیا۔ تو نبی ﷺ کی تربیت کا یہ معاملہ کہ بچے کے ساتھ پیار اور محبت کے ساتھ پیش آتے۔ خود فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میری والدہ نے ایک انگور کا گچھا دیا کہ جا کر نبی ﷺ کی خدمت میں پیش کر آؤ۔ فرمانے لگے کہ میں انگور کا گچھا لے کر چل پڑا۔ چھوٹی عمر تھی راستے میں خیال آیا کہ پتہ نہیں انگور کتنے میٹھے ہیں، میں نے ان میں سے ایک انگور لیا جب کھایا تو اچھا لگا، پھر دوسرا کھالیا، پھر تیسرا کھالیا۔ چلتا بھی جا رہا تھا، ہر قدم پر انگور بھی کھاتا جارہا تھا۔ کہنے لگے کہ پتہ تب چلا جب نبی ﷺ کے گھر کے قریب پہنچا تو انگور کا پورا گچھا ختم ہو چکا تھا۔ میں سوچنے لگا کہ اب میں آگے کیسے جاؤں اور اس بات کو گول کر گیا۔ کافی دنوں کے بعد نبی ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔ میری والدہ نے باتوں کے درمیان پوچھا اے اللہ کے محبوب ﷺ! میں نے آپ کی خدمت میں تحفہ بھیجا تھا وہ انگور آپکو پسند آگئے؟ نبی ﷺ نے فرمایا، مجھے انگور نہیں ملے۔ آپ ﷺ سمجھ گئے کہ وہ میرے پیٹ میں پہنچ گئے۔ چنانچہ اس کے بعد جب نبی ﷺ مجھے ملتے تھے، پیار سے مجھے دیکھتے تھے اور پیار سے میرا کان پکڑ کر کہتے، انس! میرے انگور کا گچھا کہاں ہے؟ آپ ﷺ بھی مسکراتے اور میں بھی مسکراتا اور پھر اس بات کو چھوڑ دیتے۔ تو دیکھو، نبی ﷺ نے کتنے پیار سے بچے کی تربیت فرمائی، پیار اور شفقت کا معاملہ فرمایا۔ خود فرماتے ہیں کہ میرے بھائی نے ایک طوطا پالا ہوا تھا، پرندہ پالا ہوا تھا۔ ایک مرتبہ اس کا پرندہ مر گیا۔ نبی ﷺ اس کے بعد جب بھی ہمارے گھر آئے، میرے بھائی کو چونکہ صدمہ پہنچا تھا کہ وہ اس

سے کھیلا کرتا تھا، اس پرندے کے مرنے کے بعد نبی ﷺ میرے بھائی کو بلاتے اور فرماتے یا اباعمیر ما فعل النغیر اے ابوعمیر! تیرے پرندے نے تیرے ساتھ کیا کیا۔ تجھے چھوڑ کر چلا گیا۔ یعنی چھوٹے بچے کے ساتھ ایسی بات کرتے جو چھوٹے بچے کے دل کے مطابق ہو، ذہنی سطح کے مطابق ہو۔ چنانچہ یہ بچے نبی ﷺ سے والہانہ محبت کرنے والے بن جاتے۔

بچوں کی تربیت محبوب ﷺ کے نقش قدم پر

حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی کئی سال خدمت کی، آپ ﷺ نے نہ کبھی مجھے مارا اور نہ کبھی ٹوکا، نہ کبھی مجھے روکا۔ میں نے کبھی آپ ﷺ کی زبان سے نہ کا لفظ نہیں سنا۔ اتنے مثبت طریقے سے اللہ کے نبی ﷺ میری تربیت فرماتے تھے۔ یہ تربیت ہمارے لئے آج روشنی کا مینار ہے۔ ماؤں کو چاہیے کہ اللہ کے محبوب ﷺ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بچوں کی پیار اور محبت کے ساتھ تربیت کریں۔ لیکن پیار اور محبت کا مطلب یہ نہیں کہ بے جا لاڈ پیار کے ذریعے بچے کو بگاڑ ڈالیں یاد رکھنا کہ بچہ غلطی کرے تو غلطی کی نشاندہی ضرور کرنی چاہیے، غلطی کو دیکھ کر چپ ہو جائیں گی تو بچہ غلطی کے اوپر پکا ہو جائے گا۔ تو غلطیوں پر خاموش رہنا بڑی غلطی ہوا کرتی ہے۔ پیار سے سمجھائیں، الجھیں نہیں، ناراض مت ہوں، کوسیں نہیں بلکہ پیار سے اسے سمجھائیں کہ بیٹا ایسے نہیں ایسے کرنا چاہیے۔

بچوں کی لائبریری

آپ اپنے گھر کے اندر بچوں کی کتابوں کی لائبریری ضرور بنائیں تاکہ بچوں کو پڑھنے کے لئے کتابیں مل جائیں۔ تاکہ بچے لغو کھیلوں میں لگنے کی بجائے کتابیں پڑھیں جو بچوں کی ہوں، کہانیوں کی ہوں، اچھے نتیجے والی ہوں اور بچے

ان کو پڑھتے ہیں اور خوش رہتے ہیں۔

بچوں کو وقت کی قدر سکھائیں

انسان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔ اس لئے اللہ والے اپنے اوقات کو کبھی ضائع نہیں کرتے۔ وقت کی قدر کے اس Concept (تصور) کو بچوں کے ذہن میں راسخ کرنے کی کوشش کریں۔ بچوں کی سرگرمیوں پر نظر رکھا کریں اور بچے کو ہمیشہ کسی مثبت کام میں مصروف رکھا کریں۔ انہیں فارغ رہنے کا عادی نہ بنائیں۔ اور ویسے بھی دانشوروں کا یہ خیال ہے کہ فارغ رہنے سے خیالات منتشر ہو جاتے ہیں اور پھر ایسے بچے کو کام کی طرف لگانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور اگر کوئی کام کرتا بھی ہے تو وہ یکسوئی سے نہیں کرتا جس سے اس کی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔ یہ یقینی بات ہے کہ فارغ رہنے والے بچے میں مستعدی اور ہشیاری کی بجائے سستی اور کاہلی پیدا ہوتی ہے۔

والدین بچوں کا نظام الاوقات بنا دیں کہ اس وقت سونا ہے، اس وقت نہانا ہے، اس وقت کھانا کھانا ہے، اس وقت پڑھنا ہے اور اس وقت کھیلنا ہے۔ کھیلنے کے وقت اس کو زبردستی کھیلنے پر بھیجیں۔

بچوں کو ہم نے لولا لنگڑا نہیں بنانا ہوتا، بچوں کو Handicapped نہیں بنانا ہوتا۔ کھیلنے کے وقت بچہ کھیلے...... پڑھنے کے وقت بچہ پڑھے...... کھانے کے وقت کھائے اور سونے کے وقت سوئے۔ اس لئے بچے کی اچھی تربیت یہی ہے کہ اچھی صحت بھی ہو۔ جب صحت اچھی ہوگی تو پھر دماغ بھی اچھا ہوگا۔ ایک اچھا دماغ ہمیشہ ایک اچھے بدن میں ہوا کرتا ہے۔ تو یہ ماں کی تربیت ہے جس کے اثرات بچوں پر ہوتے ہیں۔

میاں بیوی بچوں کے سامنے آپس کی تکرار سے بچیں

ایک اور اہم بات جس کا میاں بیوی کو بہت خیال رکھنا چاہیے یہ ہے کہ بچوں کے سامنے بحث ومباحثہ کرنے سے بچا کریں۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ میاں بیوی آپس میں مشورے کے ساتھ ہر قسم کے معاملات کو طے کرلیا کریں۔ بچے اگرچہ چھوٹے ہوتے ہیں مگر ان کی یادداشت بڑی تیز ہوتی ہے۔ جب میاں بیوی آپس میں ڈائیلاگ کر رہے ہوتے ہیں تو بچے محسوس تو نہیں کراتے مگر وہ سن رہے ہوتے ہیں اور ان کی یادداشت میں وہ پورے کا پورا منظر پرنٹ ہو رہا ہوتا ہے۔ لہٰذا بچوں پر بہت برا اثر پڑتا ہے۔ اپنے ذہن میں وہ سوچتے ہیں کہ نہ امی کی کوئی قدر ہے نہ ابو کی کوئی قدر ہے۔ ان کے آپس میں جھگڑے ختم نہیں ہوتے، ہمارے اوپر خواہ مخواہ رعب چلاتے ہیں۔ چنانچہ ماں بچوں کو نصیحت کی بات کرتے ہوئے ذرا غصے ہو جاتی ہے تو وہ اپنے دل میں کہتے ہیں کہ ابو کی ناراضگی اور غصہ ہم پہ نکال رہی ہیں۔ اسی طرح جب باپ غصے ہوتا ہے تو دل میں سوچتے ہیں کہ امی بات نہیں مانتی غصہ ہمارے اوپر نکالتے ہیں۔ اس طرح بچوں کی تربیت صحیح نہیں ہو پاتی۔

جب کسی گھر میں اللہ تعالیٰ اولاد والی نعمت عطا فرما دے تو میاں بیوی کو عقل کے ناخن لینے چاہئیں۔ اب ان کی ذمہ داری اور بڑھ گئی۔ اس بچے کی اچھی تربیت کرنا بھی ان کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا بچوں کے سامنے کبھی ایک دوسرے کے ساتھ بحث مباحثہ نہیں کرنا چاہیے۔

جو خاوند اپنے بچوں کے سامنے اپنی بیوی کو ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے وہ سمجھ لے کہ میں اپنے بچوں کو بگاڑنے کی پوری کوشش کر رہا ہوں۔ اس لئے کہ بیوی نے ہی تو ان کو ٹریننگ دینی تھی۔ جب بیوی کو ہی ڈانٹ پڑ رہی ہے تو بچوں کی نظر میں اس کی

کیا اہمیت رہ جاتی ہے۔ اس لئے خاوند کی ذمہ داری ہے کہ بچوں کی نظر میں اپنی بیوی کا احترام بنائے۔ اور بیوی کی ذمہ داری ہے کہ بچوں کی نظر میں اپنے میاں کا احترام بنائے۔ میاں بیوی آپس میں ذہنی مطابقت کے ساتھ کام کر سکتے ہیں۔ خاوند جب بھی بچوں کے پاس بیٹھے تو کہے بچو تم اپنی امی کی بات مانا کرو، امی کی بات سنا کرو۔ وہ بچوں کی نظر میں اپنی بیوی کا احترام پیدا کرے۔ ماں کا مقام ذہن میں پیدا کرے اور جب ماں اکیلی ہو بچوں کے ساتھ تو ان کو سمجھائے کہ بیٹو تم ابو کی بات مانا کرو۔ جب دونوں میاں بیوی اس کو اصول بنالیں گے تو بچے ماں کی بھی مانیں گے باپ کی بھی مانیں گے اور ان کی اچھی تربیت ہوگی۔

جب باپ گھر میں آئے اسے چاہیے کہ اب اپنی بیوی کو ذرا فارغ کر دے، بچے کو خود لے کر بیٹھے، پیار کی باتیں کرے، بچے کی تربیت کے باتیں کرے۔ بچہ جب ماں سے بھی تربیت کی باتیں سنے گا، باپ سے بھی تربیت کی باتیں سنے گا تو پھر بچے کے اندر دین داری پکی ہو جائے گی۔ مگر اب تو حالت یہ ہے کہ جب ماں گھر میں ہوتی ہے تو بچے کو ڈانٹ رہی ہوتی ہے اور جب باپ آتا ہے وہ اس کی ماں کو ڈانٹ رہا ہوتا ہے تو بچہ یہی سمجھ رہا ہوتا ہے کہ دنیا میں ڈانٹ کے سوا کچھ اور نہیں ہوتا۔

بچے کو باپ کی دھمکی دینا درست نہیں

اور یہ بھی ذہن میں رکھئے کہ اپنے بچے کو یہ دھمکی کبھی نہ دیں کہ اچھا تم ذرا صبر کرو، تمہارے ابو آئیں گے تو میں تمہیں ٹھیک کرواؤں گی۔ یاد رکھنا یہ فقرہ بہت برا فقرہ ہے۔ بچے کو اگر ماں یہ کہہ دے کہ تمہارے ابو آئیں گے تو میں تمہیں ٹھیک کرواؤں گی تو گویا اس نے اپنی زبان سے تسلیم کر لیا کہ میری کوئی حیثیت نہیں بس

تمہارا باپ ہی تمہیں آکر ٹھیک کرے گا۔ اس فقرے کو سننے کے بعد پھر بچہ اپنی ماں کو اللہ میاں کی گائے سمجھنا شروع کر دیتا ہے۔ اس کا ڈر دل سے نکل جاتا ہے۔ پھر مائیں روتی ہیں کہ بچے تو ہماری سنتے نہیں تو یہ تربیت کا معاملہ ہے۔ آپ اللہ میاں کی گائے نہ بنئے بلکہ شیرنی کی طرح بن کر رہیے۔ بچے کو دھمکانا ہے تو خود دھمکائیں اگر کبھی تھپڑ لگانا بھی ناگزیر ہے تو باپ سے لگوانے کی بجائے خود لگائیں۔ بچے کو ڈر ہو کہ امی میری تربیت کرنے والی ہے۔ تو اس لئے بھی اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ جو کچھ بھی کرنا ہے ماں نے خود ہی کرنا ہے۔ اگر زبان سے کہہ دیا کہ تمہارے ابو آئیں گے تو میں ٹھیک کرواؤں گی تو اب بچے کو تسلی ہو جاتی ہے کہ ابو ہیں تو دب کر رہنا ہے اور ابو گئے ......تو جس کا تھا ڈر، وہ نہیں ہے گھر، اب جو چاہے کر۔ اس لئے وہ گھر میں وہ طوفانِ بدتمیزی مچاتے ہیں اور مائیں کہتی ہیں کہ ہماری بات کا اثر نہیں ہوتا۔ حقیقت میں انہوں نے اپنا ڈر بچے کے ذہن سے خود نکالا ہوتا ہے۔ اس لئے ان تربیت کی باتوں کو خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے۔

بچوں کی تربیت کی خاطر ''وقفے'' کی اجازت ہے

کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کئی بچے ہیں، بہت چھوٹے ہیں ایک پیٹ میں ہے......دوسرا گود میں ہے...... تیسرے نے انگلی پکڑی ہوئی ہے...... چوتھا صحن میں شور مچا رہا ہے...... پانچواں پڑوسی کے بچے کو ایذا دے رہا ہے......اب ماں کو سمجھ نہیں آ رہی میں کیا کروں؟۔ یہ ماں بے چاری کس پر توجہ دے اور کس پر توجہ نہ دے۔ اس بارے میں بھی سن لیجئے۔ ''فتاویٰ شامی اور فتاویٰ عالمگیری میں یہ فتویٰ لکھا ہے کہ بچوں کی تربیت کی خاطر، دو بچوں کی تربیت کی خاطر دو بچوں کے درمیان مناسب وقفہ رکھنے کے لئے عورت کو دوا کھانے کی اجازت ہے۔ اتنا وقفہ

ہو کہ جس میں بچوں کی تربیت اچھی ہو سکے۔

اعمال کا دارومدار نیت پر ہوتا ہے، اگر یہ دل میں نیت ہو کہ ہم غریب ہیں، آنے والے بچے کی کفالت کیسے کریں گے؟ کیسے اس کو پالیں گے؟ تو یہ کفر کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ یہ جو خشیۃ املاق کے الفاظ ہیں، مفسرین نے لکھا کہ یہ شرط لگادی گئی۔ اگر یہ ذہن میں ہے کہ یہ کھائیں گے کہاں سے، بچیاں زیادہ ہوگئیں تو ہم ان کے جہیز کہاں سے بنائیں گے، اگر رزق کا ڈر ہے تو اس ڈر سے اگر کوئی ایسا کام کیا تو یہ کفر ہے، منع ہے، حرام ہے لیکن اگر نیت کوئی جسمانی صحت کی وجہ ہے۔ ڈاکٹر نے کہہ دیا کہ صحت اجازت نہیں دیتی یا تربیت کا معاملہ ہے اور عورت چاہتی ہے کہ میرے بچے اچھی تربیت پائیں، بجائے اسکے کہ برے ہوں اور دنیا میں گناہگار لوگوں کا اضافہ ہو جائے، میں بچوں کی اچھی تربیت کرنا چاہتی ہوں۔ لہٰذا تربیت کی نیت سے اگر کچھ وقفہ رکھنے کے لئے کوئی دوائی کھانی چاہے تو فتاویٰ شامی اور عالمگیری میں علماء نے اس کے بارے میں اجازت لکھی ہے۔

بچوں کو ادب سکھائیں

ایک بات جس کی طرف توجہ دینے کی بہت ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ بچوں کو ادب سکھایا جائے۔ آداب سے آشنا بچے ہر ایک کو اچھے لگتے ہیں اور عنداللہ بھی ان کی مقبولیت زیادہ ہوتی ہے۔ لہٰذا بچوں کو آدابِ زندگی کی تعلیم دینی چاہیے اور عملی طور پر اس معاملے میں ان کی تربیت کرنی چاہیے۔

مثلاً انہیں بڑوں کی تعظیم کرنا سکھائیں۔ گھر میں جو کوئی بھی بڑے ہوں بڑے بھائی، چچا، دادی دادا، ماموں یا اور کوئی بزرگ گھر میں آئیں بچے کو تربیت دیں کہ

ہر ایک سے ادب وتواضع سے پیش آئے۔ آپ بچے کو کہیں بیٹا آگے بڑھ کر سلام کرو۔ ان کے بیٹھنے کی جگہ بناؤ، ان کے جوتے سیدھے کرو، ان کیلئے پانی لاؤ وغیرہ وغیرہ اس طریقے سے بچے میں بڑوں کی خدمت کا اور فرمانبرداری کا جذبہ پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ آج کل عام طور پر یہ ہوتا ہے کہ لاڈ پیار اتنا کیا جاتا ہے کہ بس ہر وقت بچوں کی خدمت اور ناز برداری ہوتی رہتی ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے تربیت کے طور پر بچے سے اس قسم کے کام کروانے چاہئیں۔ تاکہ بچے کے اندر ماننے کی عادت بھی پڑے اور ادب بھی پیدا ہو۔

اس کے علاوہ ان کو دوسرے آداب زندگی بھی سکھانے چاہئیں۔ اس سلسلے میں ہماری ایک کتاب ''باادب بانصیب'' آپ کے لئے معاون سب ہوسکتی ہیں۔ اس میں جو آداب لکھے ہوئے ہیں بچوں کو ان آداب سے آراستہ کریں۔ اللہ کرے کہ سب کے بچے بانصیب بنیں۔ والدین کو چاہیے کہ وہ اپنی زندگی کو بھی مسنون اعمال آراستہ کریں اور بچوں کو بھی ان کی تعلیم دیں۔

بچے کا علماء سے تعلق جوڑیں

بچوں کا تعلق علماء سے مضبوط کرنے کی کوشش کریں۔ یہ ایسی چیز ہے کہ حضرت حکیم لقمانؒ نے بھی اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

''اے بیٹے! علماء کی مجالس اختیار کرو اور علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرو، اس سے اللہ تعالیٰ دلوں کو علم وحکمت سے ایسے زندہ کردیتے ہیں جیسے بنجر زمین کو بارش کے پانی سے آباد کردیتے ہیں۔''

اس لئے یہ ضروری ہے کہ بچوں کے دل میں علماء کی قدر ومنزلت پیدا کی جائے۔ ان کے سامنے علماء کا نام ہمیشہ ادب واحترام سے لیا کریں، ان کو بڑے

بڑے علماء کی علمی خدمات اور ان کے تقویٰ و پرہیزگاری کے واقعات سنایا کریں، وقتاً فوقتاً ان کو موجودہ جلیل القدر علماء کی مجالس میں لے جایا کریں۔ ان کی مجالس علمیہ کے فوائد ان کو بتایا کریں۔ جب آپ بچوں کو یوں قلبی و ذہنی طور پر علماء سے جوڑ کر رکھیں گے تو اس کی برکت سے امید ہے کہ ان کے عقائد و اعمال کی اصلاح ہوتی رہے گی اور اللہ تعالیٰ ان کی زمانے کے فتنہ و شر سے حفاظت فرما دیں گے۔

وآخر الدعونا عن الحمدللہ رب العٰلمین